

بحار الانوار

مُلّا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶



نام کتاب ——— بحارالانوار جلد نمبر ۶
ناشر ——— محفوظ بک ایجنسی
مطبع ——— سندھ آفسٹ پریس
مؤلف ——— ملا باقر مجلسی قدس سرہٗ
مترجم ——— سیّد حسن امداد
کتابت ——— سید جعفر زیدی
صحت وتدوین ——— مرزا عارف علی



ملنے کا پتہ
محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ۔ کراچی

فہرس

باب اوّل

(ولادت)

باب دوم

(معجزات وکرامات)

باب سوم

(قبولیتِ دعائے امامؑ اور حسنِ سلوک)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

باب چہارم

(گریۂ امام اور تفویضِ امامت)

باب پنجم

(چند نیک بندگانِ خدا اور ہمعصر حکمران و علماء)

بحارُ الانوار

باب

احوالِ امام

باب ششم

(جنابِ خضر کی ملاقات اور امام علیہ السّلام کی رحلت)

باب ہفتم

(ازواج اور اولادِ امام علیہ السّلام)

۱ — ولادت

فصول المہمہ میں ہے کہ آپ بروزِ پنجشنبہ ۵ شعبان ۳۸ ھ میں دن کے وقت تولد ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو بکر تھی آپ کے القاب بہت ہیں۔ ان میں مشہور، زین العابدین، سیّد العابدین۔ زکی، امین، اور ذوالثفنات ہیں۔

آپ کا رنگ گندمی، قد چھوٹا بدن چھریرا تھا۔ آپ کی انگوٹھی پر "وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ" کندہ تھا۔

(الفصول المہمہ ابن صباغ مالکی ص ۱۸۷)

- مصباح کفعمی میں ہے کہ ابو محمد علی ابن الحسینؑ علیہ السلام ۱۵ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں تولد ہوئے تھے۔
(مصباح کفعمی ص ۵۱۱)
- کتاب الاقبال میں اپنے اسناد کے ساتھ شیخ مفید علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ حضرت ابو محمد علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی ولادت ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں ہوئی
(الاقبال طبع ایران ص ۹۵)
- کتاب الدروس اور کتاب المزار میں مرقوم ہے کہ آپ مدینہ میں یوم یکشنبہ ۵ شعبان ۳۸ھ کو تولد ہوئے اور وفات بروز شنبہ ۱۲ محرم ۹۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ شاہ زنان بنتِ شیرویہ بن کسریٰ پرویز تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ شاہ یزد جرد کی دختر تھیں۔
(کتاب المزار، کتاب الدروس)
- کتاب الدُّر میں تحریر ہے کہ آپ مدینہ کے اندر ۳۸ھ میں تولد ہوتے اپنے جدِامجد امیر المومنینؑ کی وفات سے دو سال قبل اور دوسری روایت میں ہے کہ چھ سال قبل تولد ہوئے تھے۔
- کتاب الذخیرہ میں ہے کہ آپ کی ولادت ۳۶ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۳۸ھ میں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ بروز پنجشنبہ ۸ رشعبان میں تولد ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ ۷ رشعبان ۳۸ھ میں مدینہ کے اندر اپنے جد امیر المومنینؑ کے دورِ خلافت میں آپ تولد ہوئے۔
- تاریخ غفاری میں ہے کہ آپ ۱۵ رجمادی الثانی کو تولد ہوئے۔

۲ — وجہ تسمیہ زین العابدین

عمران بن سلیم سے منقول ہے کہ جب کبھی زہری امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کی روایت بیان کرتے تھے تو یہی کہتے کہ مجھ سے جناب زین العابدین علی بن الحسینؑ علیہ السلام نے فرمایا جس پر سفیان بن عیینہ نے کہا کہ آپ انھیں زین العابدین کیوں کہا کرتے ہیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے سعید بن مسیّب سے سنا ہے جسے انھوں نے جناب ابن عباس سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ گویا میں اپنے فرزند علی بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ اہلِ محشر کی صفوں کو چیرتے اور جھومتے ہوئے گذر رہے ہیں

(علل الشرائع صفحہ ۸۷)

- "امالی" صدوق میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ ص ۲۳۱)
- مناقب ابن شہر آشوب میں حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے منقول ہے کہ جب زہری، امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کا ذکر کرتے تھے تو روتے تھے اور زین العابدین کہتے رہتے تھے۔
(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۳۵)
- محمد بن سہل بحرانی نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انھوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی (غیب سے) ندا دے گا کہ کہاں ہیں زین العابدین؟ اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ علی ابن الحسینؑ علیہ السلام صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں

۳ — اشرف النّاس

راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المحاضرات میں اور ابن جوزی نے مناقب عمر بن عبدالعزیز میں تحریر کیا ہے کہ ایک دن حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام عمر ابن عبدالعزیز کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ اُس نے مجمع سے پکار کر کہا بتاؤ دنیا بھر میں اشرف النّاس کون ہے؟

لوگوں نے کہا، آپ۔

اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔ درحقیقت اشرف النّاس یہ ہیں جو اس وقت میرے قریب کھڑے ہیں۔ اس لیے کہ لوگوں کو تمنا ہے کہ کاش ہم ان کے خاندان میں ہوتے، انھیں اس کی تمنا

نہیں کہ یہ کسی اور کے خاندان سے ہوتے ۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۰۴)

(۴) ابن الخیرتین

زمخشری نے اپنی کتاب ربیع الابرار میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے صرف دو قبیلوں کو منتخب فرمایا، عرب میں سے قبیلۂ قریش کو اور عجم میں سے ابن فارس کو۔ اور حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ "وانا ابن الخیرتین" یعنی میں دو منتخب شدہ قبیلوں کا فرزند ہوں۔ یہ اس لیے کہ آپ کے جدِ نامدار حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کی والدۂ گرامی بادشاہ یزدجرد (شاہِ فارس عجم) کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ اسی بنا پر ابوالاسودِ دئلی نے آپ کی مدح میں جو قصیدہ کہا تھا اس میں ایک شعر یہ ہے۔

ترجمہ:۔ وہ بچہ کہ جس کے نانا کسریٰ نوشیرواں اور جس کے دادا حضرت ہاشمؑ ہوں ظاہر ہے کہ وہ بچہ دنیا کے ان تمام بچوں سے زیادہ مکرم و معزز ہے جو اپنے گلے میں تعویذ لٹکائے پھرتے ہیں۔

(۵) القاب

مناقب ابن شہر آشوب میں آپؑ کے یہ القاب بیان کیے گئے ہیں
زین العابدین، زین الصالحین، وارثِ علم النبیین، وصی الوصیین، خازنِ وصایا المرسلین، امام المومنین، منار القانتین (بندگی پر قائم رہنے والے نمازیوں کا منارہ) خاشع (عاجزی کرنے والا) متہجد (رات کے وقت عبادت میں جاگنے والا) زاہد، عابد، عدل۔ (انصاف کرنے والا) بکّاء (بہت رونے والا) سجاد، ذوالثفنات (جس کے مقاماتِ سجدہ پر گھٹے پڑ گئے ہوں) امام الامۃ، ابوالائمہ۔ آپ ہی سے امام حسین علیہ السلام کی نسل چلی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور خاص طور پر ابومحمد ہے آپ کو بھی ابوالقاسم کہا جاتا ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۱۰)

(۶) کُنیت

کشف الغمہ کی روایت کے مطابق آپ کی مشہور کُنیت ابوالحسن ہے۔ مگر آپ کو ابومحمد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی کُنیت ابوبکر بھی تھی۔ لیکن

آپ کے القاب زیادہ ہیں جن میں مشہور زین العابدین، زکی، امین اور ذوالثفنات ہیں۔ لقب زین العابدین کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایک رات آپ محرابِ عبادت میں نمازِ تہجد میں مصروف تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں نمودار ہوا تاکہ عبادت سے آپ کی توجہ ہٹا دے۔ لیکن امامؑ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ وہ آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کے قریب آیا اور اس میں کاٹ لیا، پھر بھی آپ متوجہ نہ ہوئے اور تکلیف برداشت کرتے رہے لیکن نماز کو ترک نہ کیا۔ جب امامؑ نماز سے فارغ ہوئے اور خدا نے بذریعہ الہام آپؑ کو ساری بات بتائی تو آپؑ سمجھ گئے کہ یہ شیطان تھا۔ تو آپ نے اُسے بُرا بھلا کہا، طمانچہ مارا اور فرمایا اے ملعون دور ہو جا۔ وہ فوراً چلا گیا اور امامؑ اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت آپؑ نے ایک غیبی آواز سُنی کہ آپ یقیناً زین العابدین ہیں اور یہ آواز تین بار آئی۔ یہ غیبی فقرہ لوگوں کو معلوم ہو گیا اور بطور لقب مشہور ہو گیا۔
(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۶۰)

- علل الشرائع میں جناب جابر جُعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام جب بھی خدا کی نعمتوں کو یاد کرتے تو فوراً سجدے میں چلے جاتے تھے اور جب قرآن مجید کی کوئی آیتِ سجدہ تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے تھے اور جب خداوندِ عالم کسی شر کو آپ سے دور فرماتا اور لوگوں کے مکر سے محفوظ رکھتا تو آپ سجدہ کرتے تھے اور جب نمازِ فریضہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ میں جاتے تھے اور جب دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے تو سجدہ میں چلے جاتے تھے۔ حال یہ کہ آپ کے مقاماتِ سجدہ پر گھٹے پڑ گئے تھے اور کثرتِ سجدہ کی وجہ سے آپ کو سجّاد (سید الساجدین) کہا گیا۔ (علل الشرائع ص ۸۸)
- مناقب ابن شہر آشوب میں حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے جناب جابر کی یہی روایت بیان کی گئی ہے۔ (مناقب جلد ۳ ص ۳۰۴)
- معانی الاخبار میں بھی یہ روایت اسی طرح ذکر کی گئی ہے۔ (معانی الاخبار ص ۶۵)

(۷) سیّد العابدین

کشف الغمہ میں کتاب الیواقیت کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ابوعمر الزاہد نے کہا کہ شیعہ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کو سیّد العابدین اس لیے کہتے ہیں کہ زہری نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ ان کا ہاتھ گویا خضاب میں رنگین ہے انھوں نے اس کی تعبیر پوچھی۔ تعبیر یہ دی گئی کہ تم کسی کے غیر ارادی قتل میں مبتلا ہو گے۔
راوی کا بیان ہے کہ زہری بنی اُمیّہ کے ایک کارندے تھے۔ ایک بار انھوں نے

ایک شخص کو سزا دی کہ جس میں اُس کی موت واقع ہو گئی تو یہ گھبرائے اور بھاگ نکلے اور ایک غار میں چھپ گئے اور اتنی مدت چھپے رہے کہ بال بڑھ گئے۔ اسی دوران میں حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام حج بیت اللہ کے ارادے سے چلے۔ آپ سے کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ زہری سے ملنا چاہتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا ہاں ہاں میں ملوں گا۔ چنانچہ امامؑ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، مجھے تمہاری مایوسی و دلگیری سے وہ گھبراہٹ ہے کہ تمہارے گناہ سے اتنی پریشانی اور فکر نہیں۔ لہٰذا اب تم یہ کرو کہ مقتول کے گھر والوں کو خونبہا دے دو اور یہاں سے نکل کر اپنے اہلِ خانہ اور اپنے دینی امور کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

زہری کہنے لگے کہ مولا! آپ نے تو مجھے غم سے چھٹکارا دے دیا۔ سچ تو یہی ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔

اس کے بعد زہری کہا کرتے تھے کہ قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا کہ اپنے زمانہ کے سید العابدین کھڑے ہو جائیں۔ تو حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کھڑے ہو جائیں گے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

• ـــــ ابو مخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اس وقت حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام غشی کے عالم میں تھے۔ ایک شخص (غیبی) وہاں آیا اور دشمنوں میں سے جو بھی آپ کو گزند پہنچانے کے لیے بڑھتا وہ شخص آپ کی طرف سے مدافعت کرتا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

• ـــــ ربیع الابرار میں زمخشری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "خدا کے نزدیک اس کے بلند درجہ بندوں میں سے دو گروہ ہیں۔ عرب میں فضیلت والے قریش ہیں اور عجم میں فارس کے لوگ"۔ اور امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں ان دونوں صاحبانِ فضیلت کا فرزند ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے جدِ بزرگوار ہیں اور والدۂ ماجدہ بادشاہِ یزدجرد کی بیٹی ہیں۔ آپ ہی کی مدح میں ابو الاسود شاعر نے کہا ہے کہ یہ کسریٰ اور بنی ہاشم کے خاندان کے لڑکے ہیں اور اس سے کہیں بلند ہیں کہ ان کے لیے نظرِ بد کے تعویذ کیے جائیں۔ (ربیع الابرار باب دہم جلد ۲ ورق ۴۴)

(الکافی جلد ۱ صفحہ ۴۶۷)

• ـــــ علل الشرائع میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار کے مقاماتِ سجدہ پر گھٹے پڑے ہوئے تھے جنھیں آپ سال میں دو بار کٹواتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ مقامات پر بڑھ جاتے تھے۔ اسی لیے آپ کو ذو الثفنات کہا جاتا ہے۔

(علل الشرائع صفحہ ۸۸)

• حافظ عبد العزیز نے آپ کی کنیت ابو محمد بیان کی ہے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ: حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی کنیت ابو الحسن تھی۔ اور محمد بن اسحٰق بن حارث نے بھی یہی کنیت بیان کی ہے۔ کتاب موالید اہل البیت میں آپ کی کنیت ابو محمد اور ابو الحسن و ابو بکر بیان کی گئی ہیں۔ اور آپ کے القاب زکی، زین العابدین ذو الثفنات اور امین بتائے گئے ہیں۔

• ارشادِ مفیدؒ میں منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند ابو محمد علی ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام امام ہیں۔ اور آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔

(الارشاد المفیدؒ صفحہ ۲۶۹)

⑧ ـــــ نقشِ خاتم

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی انگشتری اور مُہر کا نقش الحمد للہ العلی تھا۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۷۳)

• کافی میں جناب ابو الحسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی مُہر کا نقش "خَزِيَ وَشَقِيَ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِم" تھا

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۷۳)

• امالی صدوقؒ میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مُہر کا نقش "اِنَّ اللهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ" تھا اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خاتم کا نقش بھی یہی تھا۔

(امالی صدوق صفحہ ۴۵۸)

• قرب الاسناد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار کی خاتم کا نقش "اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ" تھا۔ (قرب الاسناد صفحہ ۴۴)

⑨ ـــــ تاریخِ ولادت اور حسب و نسب

کشف الغمہ میں مرقوم ہے

کہ امام زین العابدین علیہ السلام پانچ شعبان ۳۸ھ میں بروز پنجشنبہ مدینۂ منورہ میں تولد ہوئے۔ جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا زمانۂ خلافت تھا اور آپ کی شہادت سے دو سال پہلے امام کی ولادت ہوئی اور آپ کی والدہ ماجدہ اُم ولد تھیں جن کا نام غزالہ تھا بلکہ ایک قول کے مطابق آپ کا نام شاہ زنان دختر یزدجرد تھا اور اس کے علاوہ دوسرا نام بھی بتایا گیا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۰)

حافظ عبد العزیز کا قول ہے کہ آپ کی والدہ کو سلافہ کہتے تھے اور ابراہیم بن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ کی والدہ کا اسمِ گرامی غزالہ تھا۔ آپ اُمِ ولد تھیں۔

کتاب موالید اہل البیت میں امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل ۳۸ھ میں تولد ہوئے۔ چنانچہ دو سال اپنے جدِ امجد امیر المومنین علیہ السلام کے زمانۂ خلافت اور دس سال امام حسن علیہ السلام کے دورِ امامت میں اور دس سال کا عرصہ اپنے پدرِ بزرگوار ابو عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دورِ امامت میں گذرا۔ اور آپ کی عمر ستاون سال کی ہوئی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ۳۷ھ اور وفات ۹۴ھ میں ہوئی جبکہ اس وقت آپ کی عمر ستاون سال کی تھی اور امام حسینؑ کے بعد تینتیس ۳۳ سال زندہ رہے اور ایک قول کے مطابق ۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کی والدہ گرامی خولہ دختر یزدجرد شاہِ ایران وہ معظمہ ہیں اور یہی وہ ہیں جن کا نام امیر المومنین علیہ السلام نے شاہِ زناں رکھا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان معظمہ کا نام برّہ دختر نوشجان تھا اور شہر بانو دختر یزدجرد بھی بتایا گیا ہے۔

جناب امام علیہ السلام کو ابن الخیرتین (دو منتخب خاندانوں کے فرزند) کہا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا کے نزدیک بلند رتبہ دو گروہ ہیں۔ عرب میں قریش اور عجم میں فارس اور جناب امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ دخترِ کسریٰ تھیں

- صاحبِ مناقب نے امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی ولادت ماہ جمادی الثانی پنجشنبہ کے دن بتائی ہے۔ آپ کے زمانۂ امامت میں یزید، معاویہ بن یزید، مروان، اور عبدالملک کی حکومت رہی اور ولید کے زمانۂ حکومت میں آپ نے رحلت فرمائی۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳۔ ص ۳۱۱)

- اعلام الوریٰ میں امام علیہ السلام کی ولادت بروز جمعہ بتائی گئی ہے۔
- الخرائج والجرائح کے کتاب مقتل میں احمد ابن حنبل کا بیان ہے کہ کربلا میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بیمار ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے ایک زرہ پہنی جو آپ کے جسم سے بڑی تھی آپ نے اس زرہ کا فاضل حصہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر پھینک دیا یہ بات کسی نے دیکھ لی اسی وقت آپ کو اُس کی نظر لگ گئی اور بیمار ہو گئے۔ (آپکے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا تھا جو امام کے لیے کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن دیکھنے والے کے لیے حیرت کن بات تھی) (الخرائج والجرائح ص ۱۹۵)

(۱۰) حالاتِ جنابِ شہر بانو

الخرائج والجرائح میں بیان کیا گیا ہے اور ہمارے بزرگ رازی نے الذریعۃ (جلد ۷ ص ۱۴۶) میں ذکر کیا ہے کہ جناب جابرؓ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب یزدجرد بن شہریار کی بیٹی جو شاہانِ فارس میں آخری بادشاہ تھا اور حضرت عمر کے زمانہ میں جس کی حکومت کا خاتمہ ہوا، مدینہ میں داخل ہوئیں تو مدینہ کی لڑکیوں نے انھیں غور سے دیکھا اور ان کے چہرے کی روشنی سے پوری مجلس جگمگا اٹھی۔ جب حضرت عمر پر ان کی نظر پڑی تو کہنے لگیں "آہ بیروز باد ہرمز" یہ سُن کر حضرت کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ اس عجمی کافرہ نے مجھے گالی دی ہے اور انھوں نے ان کو سزا دینا چاہی لیکن امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو چیز آپ کو معلوم نہ ہو اس سے آپکو انکار کا حق نہیں پھر حضرت عمر نے ان کو فروخت کے لیے اعلان کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کو فروخت کرنا جائز نہیں خواہ وہ کافرہ ہی کیوں نہ ہوں آپ انھیں حکم دیں کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کو منتخب کر لیں تاکہ اس سے شادی ہو جائے اور اس شخص کی بیت المال سے جو ملے اس میں اُس کا مہر اور اس مہر کو اس کی قیمت میں محسوب کر لیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں یہی کرتا ہوں۔

چنانچہ دخترِ یزدجرد کو یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ کسی کا انتخاب کر لیں۔ یہ سُن کر وہ چلیں اور انھوں نے امام حسین علیہ السلام کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے دخترِ یزدجرد سے دریافت فرمایا کہ اے کنیز چہ نام داری (اے کنیز تیرا کیا نام ہے؟) اُنھوں نے عرض کیا کہ میرا نام جہاں شاہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا، بلکہ تمھارا نام شہر بانو ہے۔ جس پر وہ کہنے لگیں کہ یہ تو میری بہن کا نام ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ بیشک تم ٹھیک کہتی ہو۔ پھر آپؑ امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس کا بہت خیال رکھنا اور اس کے ساتھ نیکی سے پیش آنا۔ اس کے بطن سے وہ بچہ پیدا ہو گا جو تمھارے بعد اپنے وقت کا اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہو گا اور یہ ذریتِ طیبہ کے اوصیاء کی ماں ہو گی۔ چنانچہ ان ہی کے بطن سے امام علی بن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام تولد ہوئے

(الکافی جلد ا ص ۴۶۶) زہر الخرائج و رمز البصائر باب ۲ جلد ۷) الذریعۃ جلد ۷، ص ۱۴۶)

- مروی ہے کہ جناب شہر بانو نے امام حسین علیہ السلام کو اس وجہ سے منتخب کیا تھا کہ اُنھوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا تھا اور اپنی گرفتاری سے قبل ہی آپ اسلام لا چکی تھیں۔

اصل واقعہ یہ ہے جسے آپ نے خود بیان کیا، کہ، مسلمانوں کے لشکر کی آمد سے قبل

میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ امام حسین علیہ السلام بھی ہیں اور آپؐ نے اُن سے میرا نکاح پڑھا۔ جب صبح ہوئی تو میرے دل میں سوائے اس خواب کے اور کوئی بات نہ تھی۔ جب دوسری شب آئی تو میں نے دخترِ رسولؐ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لائی ہیں اور مجھے اسلام لانے کی دعوت دی۔ چنانچہ میں اسلام لے آئی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ مسلمان فتح پائیں گے اور تم عنقریب میرے فرزند حسین علیہ السلام کے پاس صحیح و سالم اس طرح پہونچو گی کہ تمھیں کسی بُرائی نے نہ چھُوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ میں مدینہ میں اس حالت میں آئی کہ کسی نے مجھے چھُوا تک نہیں۔

• ارشادِ مفیدؒ میں منقول ہے کہ جب شاہ زمان بنتِ کسریٰ اسیر ہو کر آئیں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے واقعۂ فیل کے سلسلے میں اپنے باپ سے کیا سُنا ہے۔ تو عرض کرنے لگیں کہ مجھے یاد ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جب خداوندِ عالم کسی کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو اس کے سامنے بڑی بڑی خواہشیں ملیا میٹ ہو جاتی ہیں اور جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو پھر موت کا کوئی بہانہ ہو جاتا ہے۔

یہ سُن کر جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ تمھارے باپ نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ تقدیر کے سامنے تمام امور عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کی موت خود اسی کی تدبیر سے آجاتی ہے۔

(ارشاد المفید ص۱۲۰)

• کتاب دلائل الامامۃ میں ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم طبری بیان کرتے ہیں کہ جب فارس کے قیدی مدینہ میں آئے تو حضرت عمر نے چاہا کہ قیدی عورتوں کو فروخت کر دیا جائے اور مردوں کو غلام بنا لیا جائے۔ امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر قوم کے معزز لوگوں کا احترام کرنا چاہیے۔

حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں نے بھی آنحضرتؐ کو یہی فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تمھارے پاس جب کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو تم اُس کا احترام کرو اگرچہ وہ تمھارا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے تم سے دوستی کی خواہش کی ہے اور اسلام کی طرف راغب ہوئے ہیں اور بالخصوص یہ کہ انھی میں سے میری اولاد اور ذریت پیدا ہوگی۔ میں تمھیں اور خدائے تعالےٰ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں میں سے ملنے والے اپنے حصۂ مالِ غنیمت سے رضائے خداوندی کی خاطر ہاتھ اٹھا لیا۔

یہ سُن کر تمام بنی ہاشم کہنے لگے کہ ہم نے بھی اپنا حق آپ کو بخشدیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پالنے والے! تو گواہ رہنا کہ ان لوگوں نے

جو اپنے حصے مجھے بخشے ہیں میں بھی تیری خوشنودی کے لیے انھیں چھوڑ دیا۔

اِس کے بعد مہاجرین و انصار کے گروہ نے کہا کہ اے رسولؐ کے برادر! ہم بھی اپنا حق آپ کو بخشتے ہیں۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگارا! تو گواہ رہنا کہ ان لوگوں نے بھی اپنا حق مجھے بخش دیا اور میں نے اسے قبول کیا، نیز گواہ رہنا کہ میں نے انھیں تیری راہ میں آزاد کیا۔

• حضرت عمر کہنے لگے کہ ان عجمیوں کے بارے میں کس لیے آپ نے میری مخالفت کی اور ان لوگوں کے بارے میں میری جو رائے تھی آپ اس سے کیوں کنارہ کش ہو گئے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے شرفائے قوم کے احترام کے بارے میں ارشادِ نبویؐ کو دُہرایا۔

• حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوالحسن! میں نے بھی اُس حصّے کو جو میرے لیے مخصوص ہے اور وہ باقی حصے جو آپ کو ہبہ نہیں کیے گئے خدا کو اور آپ کو بخش دیے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ بارِ الٰہا! تو گواہ رہنا اس پر جو انھوں نے کہا اور میرے ان کے آزاد کرنے پر بھی گواہ رہنا۔

• اس کے بعد قریش کے ایک گروہ نے ان عورتوں سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عورتیں اس سے انکار تو نہیں کریں گی لیکن انھیں اپنے لیے انتخاب کا تو اختیار ہے۔

چنانچہ لوگوں کی ایک جماعت نے جناب شہر بانو دخترِ کسریٰ کی طرف اشارہ کیا اور انھیں اس انتخاب کا اختیار دیا گیا۔ اور پردے کے پیچھے سے ان سے اس بارے میں کہا گیا کہ آپ ان میں سے کس شخص کا اپنے لیے انتخاب کرتی ہیں؟

یہ سُن کر محترمہ خاموش رہیں اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی اس خاموشی سے پتہ چلتا ہے کہ راضی ہیں لیکن ابھی انتخاب کا مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔

• حضرت عمر نے کہا کہ آپ کو ان کی رضا و رغبت کا کیسے علم ہو گیا کہ وہ شادی کرنے کے لیے تیار ہیں؟

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کسی قوم کی شریف زادیاں حاضر کی جاتی تھیں جن کا کوئی ولی نہ ہوتا اور وہ کسی شخص سے منسوب کی جاتی تھیں تو آپؐ اُن سے فرماتے کہ کیا تم برضا و رغبت شادی کے لیے راضی ہو؟

اگر وہ شرم و حیا کی وجہ سے خاموش رہتیں تو اُن کی خاموشی کو ان کی اجازت سمجھ لیا جاتا تھا اور آنحضرتؐ ان کے نکاح کے احکام جاری فرما دیتے۔ بصورتِ دیگر جب وہ انکار کر دیتیں تو ایسی عورتوں کو شوہروں کے انتخاب کرنے پر مجبور نہ کیا جاتا تھا۔

چنانچہ جناب شہر بانو سے بھی کہا گیا تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو منتخب کر لیا۔ ان سے اس انتخاب کے بارے میں دوبارہ کہا گیا، پھر بھی انھوں نے اپنے ہاتھ سے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ "ھٰذا" (وہ یہ ہیں) اور اپنا ولی جناب امیر المومنین علیہ السلام کو بنایا اور جناب حذیفہ نے خطبۂ نکاح پڑھا جب امیر المومنینؑ نے ان کا نام پوچھا تو اُنھوں نے شاہ زناں دختر کسریٰ بتایا۔ جس پر آپؑ نے فرمایا کہ تم شہر بانو ہو اور تمھاری بہن مروارید دختر کسریٰ ہے۔ اُنھوں نے اس کا اقرار کیا۔ (دلائل الامامۃ ص۸۱ مطبوعہ نجف اشرف)

• ـــــ ارشادِ مفیدؒ میں منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند ابو محمد علی زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوئے جن کی کُنیت ابوالحسن ہے اور مادرِ گرامی شاہِ زناں دختر یزدجُرد بن شہر یار کسریٰ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام شہر بانو تھا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حریث بن جابر کو مشرقی حصّے پر عامل مقرر فرمایا تو یزدجُرد بن شہر یار کی دونوں بیٹیوں کو ان کے پاس روانہ کیا، آپ نے ان میں سے شاہ زناں کو امام حسین علیہ السلام کو عطا فرمایا جن سے امام زین العابدین علیہ السلام تولّد ہوئے اور دوسری بیٹی کو جناب محمد بن ابی بکر کو بخشدیا جن سے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی۔

حضرت امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام ۳۸ھ میں مدینہ میں تولّد ہوئے اور اپنے جدِ بزرگوار کے ساتھ دو سال اور اپنے چچا امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بارہ سال اور اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ تیئیس سال رہے اور ان کی شہادت کے بعد چونتیس سال زندگی گزاری ۹۵ھ میں مدینہ میں رحلت فرمائی۔ مدّتِ امامت چونتیس برس رہی اور اپنے عم نامدار امام حسن علیہ السلام کے قریب جنّۃ البقیع میں دفن کیے گئے۔ (الارشاد مفیدؒ ص۲۶۹)

• ـــــ کامل مبرّد میں ذکر کیا گیا ہے کہ امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام سلافہ تھا جو اولادِ یزدجُرد میں سے تھیں اور جن کا نسب مشہور و معروف ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان معظّمہ کا نام خولہ تھا۔ امام کے دربان یحییٰ بن ام طویل تھے جو واسط میں مدفون ہیں۔ اور جنھیں حجّاج نے قتل کیا۔ مولف موصوف نے امام زین العابدین علیہ السلام کے وہی القاب بیان کیے ہیں جن کا اس باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(الکامل از مبرد جلد ۲ ص۹۳ مطبوعہ مصر)

(۱۰) تاریخِ ولادت و وفات میں اختلاف

حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام

بروز پنجشنبہ ۱۵ جمادی الآخر مدینہ میں تولد ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل بروز پنجشنبہ ۹ شعبان ۳۸ھ میں تولّد ہوئے۔ مگر کچھ لوگ آپ کی ولادت ۳۷ھ میں بتاتے ہیں۔ اور کچھ ۳۶ھ بتاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آپ اپنے جدِ امجد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ چار سال رہے۔ اور اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ چودہ سال، اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ چوبیس سال۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے جدِ امجد کے ساتھ صرف دو سال رہے، اپنے چچا کے ساتھ بارہ سال اور اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ ۲۳ سال۔ پھر اپنے والد کے بعد ۳۵ سال زندہ رہے اور آپ نے روزِ شنبہ ۱۹ محرّم کو یا ۱۲ محرّم ۹۵ھ کو مدینہ میں رحلت فرمائی۔ اُس وقت آپ کا سِن ۵۷ سال تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۹ سال اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۴ سال کا تھا۔ آپ کا عہدِ امامت ۳۴ سال رہا۔ اس میں یزیدؔ کی حکومت کا بقیّہ زمانہ، پھر معاویہ بن یزید کا عہد، پھر مروان کا عہد، پھر عبدالملک کا عہدِ حکومت رہا۔ آپ نے ولید کے عہدِ حکومت میں رحلت فرمائی اور اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں بقیع کے اندر دفن ہوئے۔

(مناقب جلد ۳ ص۳۱۰)

• ـــــ کتاب کافی میں ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی ولادت ۳۸ھ میں اور وفات ۹۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ سلافہ بنت یزدجُرد بن شہر یار بن شیرویہ بن کسریٰ ابرویز تھیں اور یزدجُرد ملک فارس کا آخری تاجدار تھا۔ (الکافی جلد ۱ ص۴۶۶)

• ـــــ کتاب روضۃ الواعظین میں ہے کہ آپ کی ولادت یوم جمعہ اور بقولے روزِ پنجشنبہ ۹ شعبان ۳۸ھ میں ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۳۷ھ میں، نیز یہ بھی کہ ۳۶ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (روضۃ الواعظین ص۱۷۶)

• ـــــ کتاب اعلام الوریٰ میں ہے کہ آپ مدینہ میں بروزِ جمعہ تولّد ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ پنجشنبہ کا دن تھا اور جمادی الآخر کی ۱۵ تاریخ تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۹ شعبان ۳۸ھ تھی اور یہ بھی کہ ۳۷ھ تھی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا اسمِ گرامی شہ زنان یا شہر بانو تھا۔ (اعلام الوریٰ ص۱۵۱)

• ـــــ مصباحِ کفعمی میں ہے کہ حضرت امام سیدِ سجاد علیہ السلام کا یوم ولادت ۱۵ جمادی الاولیٰ

مگر ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی تاریخہائے ولادت و وفات کا جو خاکہ آپ نے پیش کیا ہے اس میں آپ کی ولادت بیومِ یکشنبہ ۵ شعبان ۳۸ھ ظاہر کی ہے۔ (مصباح کفعمی ص ۵۱۱)

(۱۱) ـــ دلیلِ امامت، نص و عصمت

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دلیلِ امامت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ امام کی امامت پر کسی نص کا ہونا لازم و ضروری ہے۔ جو شخص بھی اس کا قائل ہے وہ آپ کی امامت پر یقین رکھے گا اور جب کسی کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تو وہ اس کا یقین رکھے گا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند علی بن الحسین علیہ السلام ہی امام ہیں اس لیے کہ سید الشہداء کے بعد بنی اُمیہ اور خوارج میں سے جس نے بھی دعویٰ امامت کیا ان کے متعلق اس امر پر اتفاق ہے کہ ان کا عصمت سے کوئی تعلق نہیں۔ رہے کیسانیہ تو وہ اگرچہ امامت کے لیے نص کے قائل ہیں لیکن بصورتِ صراحت نص کے قائل نہیں۔

اس کے باوجود کہ امام زین العابدینؑ کے زمانے کو گزرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی آپ کی اولاد دورِ جاہلیت کے قبیلوں اور پرانے دوسرے بڑے قبائل سے زیادہ ہے جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور شہروں میں آباد ہے اور دوسرے اطراف تک پہونچ گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات خود آپ کی امامت کی ایک دلیل ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۷۵)

(۱۲) ـــ انگشتری

امالی شیخ صدوقؒ میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ امام حسین علیہ السلام کی وہ انگوٹھی کہاں گئی جو بوقتِ شہادت امامؑ کی انگشتِ مبارک میں تھی اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ بعدِ شہادت وہ انگشتری کسی دشمن نے اُتار لی تھی۔

آپؑ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت علی زین العابدین علیہ السلام کو اس انگوٹھی کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اور خود اُن کی انگلی میں پہنا دی تھی۔ اور امامت کو اسی طرح ان کے سپرد کیا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اور آپؑ نے امام حسن علیہ السلام کو اور آنجناب نے امام حسینؑ کو امرِ امامت تفویض فرمایا اور پھر اس انگشتری کو میرے جدِّ بزرگوار نے میرے پدرِ بزرگوار کے سپرد فرمایا

اور ان سے مجھے عطا ہوئی ہے جو میرے پاس موجود ہے جسے ہر جمعہ کے دن پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نماز میں مصروف تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد امامؑ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں انگشتری تھی جس پر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ عُدَّةٌ لِلِقَاءِ اللّٰه کے الفاظ نقش تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ میرے جدِ امجد امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی ہے۔

(امالی شیخ صدوقؒ ص ۱۴۴)

(۱۱) ـــ صحیفہ

بصائر الدرجات میں ابو الجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ جب امام حسین علیہ السلام کا وقتِ شہادت قریب آگیا تو آپ نے اپنی بڑی شہزادی جناب فاطمہ کبریٰ کو بلایا اور انھیں ایک لپٹا ہوا کاغذ دیا جس میں کچھ ظاہری اور خفیہ وصیتیں درج تھیں اور اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام بیمار تھے

چنانچہ انھوں نے امامِ مظلوم کی شہادت کے بعد وہ صحیفہ (یا کاغذ) امام زین العابدین علیہ السلام کے سپرد فرما دیا۔ پھر وہ صحیفہ ہمارے پاس آیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس صحیفہ میں کیا تھا۔ تو فرمایا کہ وہ تمام اُمور تھے جن کی دنیا کے خاتمہ کے وقت تک اولادِ آدم کو ضرورت و احتیاج ہے۔ (بصائر الدرجات باب ۱۲ جزء ۲)

کتاب اعلام الوریٰ میں بھی مذکورہ روایت تھوڑے سے فرق کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے نقل کی گئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے شہادت سے قبل جناب فاطمہ کبریٰ کو ایک لپٹا ہوا کاغذ یا صحیفہ دیا تھا جس میں کچھ ظاہری وصیتیں درج تھیں اس وقت امام زین العابدینؑ بیماری کے عالم میں تھے۔ واقعۂ شہادتِ امامِ مظلوم کے بعد جب آپ کے اہلِ بیت قید سے رہا ہو کر مدینہ پہونچے تو جناب فاطمہ کبریٰ نے وہ صحیفہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ صحیفہ ہمارے پاس موجود ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۱۵۲۔ الکافی جلد ۱ ص ۳۰۳)

(۱۲) ـــ دیگر تبرکات

غیبۃ الشیخ الطوسی میں فضیل کا بیان ہے کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق کی جانب روانہ ہو رہے تھے تو آپ نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ کو کچھ وصیتیں فرمائیں اور کچھ لکھے ہوئے صحیفے اور کاغذ وغیرہ سپرد فرمائے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب میرے بڑے فرزند آپ کے پاس سفر سے لوٹ کر آئیں تو یہ تمام چیزیں جو میں نے

آپ کے سپرد کی ہیں، انھیں دیدیجیے گا۔

چنانچہ شہادتِ امامِ مظلوم کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام قید سے رہا ہو کر حضرت ام سلمہ کے پاس مدینہ واپس آئے تو آپ نے وہ چیزیں امامؑ کے سپرد فرما دیں

(غیبۃ الشیخ الطوسی ص۱۲۸ مطبوعہ تبریز)

• ـــــ مذکورہ روایت کو اختصار کے ساتھ ابوبکر حضرمی نے بیان کی ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور صاحبِ مناقب نے بھی اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب ص۳۱۸)

• ـــــ کفایۃ الاثر میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے فرزند حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام تشریف لائے۔ امامؑ نے انھیں اپنے قریب بلا کر گلے سے لگایا اور ان کی پیشانی کو چوما، پھر فرمایا کہ میرے باپ تم پر قربان، تمھاری کتنی عمدہ خوشبو ہے اور عمدہ شکل و صورت ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے مداخلت کرتے ہوئے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خدانخواستہ اگر آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات ناخوشگوار سامنے آجائے جس کا ہمیں ڈر ہے کہ آپ کہیں قتل نہ کر دیے جائیں تو منصبِ امامت پر کون فائز ہوگا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہی میرے فرزند علیؑ، امام ہوں گے۔ جو ابوالائمہ ہیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! یہ تو ابھی کمسن ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ہاں" پھر ان کے فرزند محمدؑ، مقتدیٰ بنیں گے جن کی عمر نو سال کی ہوگی۔ پھر وہ کچھ خاموش رہیں گے اور پھر ..... وہی ہوں گے جو علم کی پوری طرح نشر و اشاعت کریں گے

(کفایۃ الاثر ص۳۱۸)

(نوٹ:- حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نو سال کی عمر میں منصبِ امامت پر فائز ہوئے۔)

• ـــــ محمد بن جعفر نے احمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام (تقی، جواد) کی دختر یعنی حضرت امام علی النقی کی خواہر محترم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ (اس دورِ غیبتِ امامؑ میں) شیعہ کس کی طرف رجوع کریں؟

• آپ نے فرمایا ان کی جدۂ ماجدہ کی طرف۔

• میں نے عرض کیا کہ کیا ایک عورت وصی ہو سکتی ہے؟

آپ نے فرمایا، اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیروی ہے۔ کیونکہ آپؑ نے ظاہرہ طور پر اپنی بہن زینبؑ بنتِ علیؑ کو اپنا وصی بنایا تھا تاکہ حضرت علی ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام کا علم حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی طرف منسوب ہو اور حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام دشمنوں کی نگاہوں پر نہ چڑھ جائیں۔

(کمال الدین تمام النعمہ ص۲۷۵)


بحار الانوار
باب ۲
معجزات وکرامات

(۱) ــــ دو نان اور کرامتِ امامؑ

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ زہری سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک مردِ مومن آئے۔ امامؑ نے دریافتِ حال فرمایا۔

اُنھوں نے کہا، فرزندِ رسولؐ! کیا عرضِ حال کروں چار سو دینار کا مقروض ہو گیا ہوں جن کی ادائیگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اور پھر یہ کہ عیال بھی زیادہ ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے کام چلا سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنتے ہی امام کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! اس گریہ کا کیا سبب ہے؟

آپ نے فرمایا، کہ، مصائب و آلام کے سوا رونے کا اور کیا سبب ہو سکتا ہے

حاضرین کہنے لگے، بیشک حقیقت تو یہی ہے کہ مصیبت پر رویا جاتا ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ سخت مصیبت کیا ہوگی کہ ایک شریف مومن بھائی کی مصیبت کو دیکھوں اور اسے دُور نہ کر سکوں، اس کے فاقوں کو سنوں اور اُس کی پریشانی کو دفع نہ کر سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر کچھ دیر کے بعد وہ لوگ جب وہاں سے اُٹھ کر باہر آئے تو اُن میں سے ایک مخالفِ امام نے جو آپ پر طنز کر رہا تھا، کہا کہ یہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر شے پر تصرف و اطاعت کا دعویٰ نیز اپنی دعاؤں کی قبولیت کا بھرم ہے پھر بھی اپنے مخصوص مومن بھائیوں کی مدد اور حاجت روائی سے عاجزی اور بے بسی کا انھیں اعتراف ہے۔

یہ طعنہ اُس مردِ مومن و مصیبت زدہ سے نہ سُنا گیا اور اپنی مصیبت بھول گیا اور امامؑ کی خدمت میں پہونچ کر اُس مخالف کی شکایت کرنے لگا۔

امامؑ نے فرمایا، کہ، مت گھبرا، خدا کی طرف سے تیری روزی کی کشادگی کا حکم ہو گیا ہے (اور اسی سے اُس مخالف کے منھ پر اللہ کا طمانچہ لگے گا، تاکہ اس کا منھ کھُلا کا کھُلا رہ جائے) اور اپنی خادمہ سے فرمایا کہ ہمارے سحری اور افطار کے کھانے کی دو روٹیاں لے آؤ۔ خادمہ نے وہ روٹیاں لاکر آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؑ نے وہ روٹیاں مردِ مومن و مصیبت زدہ کو عنایت فرما کر ارشاد

فرمایا کہ بھائی ہمارے پاس ان روٹیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے انھیں لے لو خداوندِ عالم اِن سے تمہاری مشکل کو آسان فرمائے گا اور تمہاری روزی میں وسعت دے گا۔

اُس مردِ مومن نے وہ روٹیاں لیکر گھر کی راہ لیکن اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان دو روٹیوں کا کیا کرے۔ وہ اپنے عیال کی بدحالی اور اپنے قرض سے پریشان تو تھا ہی ادھر شیطان نے اپنی کارگزاری شروع کر دی اور وسوسہ ڈالا کہ بھلا اِن دو روٹیوں سے تیری حاجت روائی کس طرح ممکن ہے۔ معاً اس کو یہ خیال آیا کہ ایک روٹی دے کر مچھلی خریدی جائے۔ اور وہ مچھلی فروش کے پاس پہونچ گیا جس کے پاس ایک ناقابلِ فروخت مچھلی تھی جس میں بدبو آ گئی تھی۔

اُس مردِ مومن نے مچھلی فروش سے کہا کہ تیری یہ مچھلی بھی باسی ہے اور میری روٹی بھی سوکھ گئی ہے تو کیا تو میری ایک روٹی کے بدلے مجھے یہ مچھلی دے سکتا ہے؟

وہ بولا کہ ہاں کیوں نہیں۔ اُس نے ایک مچھلی دے کر روٹی لے لی۔ پھر یہ مردِ مومن ایک نمک فروش کے پاس پہونچا۔ اس کا نمک بھی صاف ستھرا نہ تھا۔ اُس نے کہا کہ کیا تم مجھے یہ نمک اس خشک روٹی کے عوض دے سکو گے؟

وہ بولا، ہاں ہاں، لے جاؤ۔

چنانچہ معاملہ طے ہو گیا اور وہ مردِ مومن مچھلی اور نمک لے کر سیدھا اپنے گھر واپس آیا اور مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں دو قیمتی موتی ہیں۔ خاموشی سے اُن کو نکال کر خدا کا شکر بجا لایا۔ ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ مچھلی والا اور نمک فروش گھر پر جا پہونچے اور اس مردِ مومن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ مچھلی والا اور نمک فروش موجود ہیں جن میں ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اے بندۂ خدا! اپنی یہ روٹیاں واپس لیلو کیونکہ یہ تو اتنی سخت ہیں کہ ہم انھیں چبا نہیں سکتے دوسرے یہ کہ تم کچھ مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہو اس لیے یہ روٹیاں بھی اپنے استعمال میں لاؤ اور وہ مچھلی اور نمک بھی۔

چنانچہ اس مردِ مومن نے وہ روٹیاں شکریے کے ساتھ لے لیں اور وہ دونوں آدمی واپس چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر دق الباب ہوا۔ یہ شخص دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کا قاصد کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ خداوندِ عالم نے اب تیری روزی میں کشائش کا سامان کر دیا لہٰذا ہماری روٹیاں ہمیں واپس کر دو انھیں ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھا سکے گا۔

اس مردِ مومن نے ان موتیوں کو زرِ کثیر کے بدلے فروخت کر کے اپنا قرض ادا کیا اور اپنے حالات درست کیے۔ کچھ مخالفوں نے پھر طعنہ زنی شروع کر دی کہ کتنی عجیب بات ہے کہ خود

علی ابن الحسین علیہ السلام تو فاقہ کش ہیں بھلا وہ دوسروں کو مالدار کس طرح کر سکتے ہیں وہ خود تو عاجز ہیں دوسروں کا عجز و مجبوری دور کرنے پر کس طرح قدرت رکھتے ہیں ؟

جب امام علیہ السلام نے یہ سُنا تو فرمایا کہ قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے بارے میں یہی کہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص مکّہ سے مدینہ کا راستہ تو بارہ دن میں طے کرے اور بیت المقدس تک ایک رات میں جا کر واپس آجائے، انبیاء سے ملاقات بھی کرلے اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آنحضورؐ نے مکّہ سے ہجرت فرمائی تھی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ لوگ امرِ خداوندی اور اس کے مخصوص اولیاء کے امر سے قطعاً نابلد ہیں۔ یہ بلند درجات و مراتب اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب لوگ تسلیم و رضا کی منزلیں طے کر لیتے ہیں اور ذاتِ الٰہی کی ہر تدبیر پر سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور کسی طرح کی رائے زنی نہیں کرتے۔ وہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو مصائب و آلام میں صبر اختیار کرتے ہیں کہ جہاں کوئی دوسرا شخص ان کی برابری نہیں کر سکتا۔

چنانچہ خدائے تعالےٰ بھی اس کے بدلے کی صورت میں اس کا لحاظ رکھتا ہے کہ ان کی خواہشوں اور درخواستوں کو کامیابی کا شرف عطا فرمائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ حضرات خدا سے وہی طلب کرتے ہیں جو وہ ان کے لیے بہتر سمجھتا ہے۔

(کمال الدین و تمام النعمۃ ص ۲۷۵) امالی صدوق ص ۴۵۳)

۲ ــــ حجرِ اسود نے آپکی امامت کی گواہی دی

مولّف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

شیخ جعفر بن نما نے کتاب احوال المختار میں ذکر کیا ہے کہ اہواز کے عالم ابو بجیر جو جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہوگئے تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حج کے لیے گیا۔ میری ملاقات اپنے امام محمد بن حنفیہ سے اسی دوران میں ہوئی۔ ایک روز میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک جوان اُن کے پاس سے گذرے۔ جناب محمد نے انھیں سلام کیا اور تعظیماً کھڑے ہوگئے، اُن سے ملے اور ان کی پیشانی کو چوما اور سید و مولا کہہ کر اُن سے مخاطب ہوئے۔ جب وہ جوان چلے گئے اور جناب محمد ابن حنفیہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھے تو میں نے کہا کہ میں تو خدا کے نزدیک آپ کے بارے میں کچھ اور ہی سمجھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کیسے ؟

میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ ہی ہمارے واجب الاطاعۃ امام ہیں لیکن آپ ان صاحبزادے کی تعظیم و ملاقات کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان سے میرے آقا و سردار

کہہ کر مخاطب ہوئے۔

آپ نے فرمایا کہ "ہاں" بخدا وہ تو میرے امام ہیں۔

میں نے عرض کیا، وہ کون ہیں ؟

آپ نے فرمایا کہ وہ علی ہیں میرے بھائی امام حسین علیہ السلام کے فرزند۔ ہم دونوں میں امامت کے بارے میں جب اختلاف ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ کیا اچھا ہو کہ ہم اپنے بارے میں حجرِ اسود کو ثالث مقرر کرلیں یعنی حجرِ اسود جس کی امامت کی گواہی دیدے اس کی امامت مسلّم سمجھی جائے گی۔ میں نے کہا کہ جمادات کو کس طرح ثالث مقرر کیا جا سکتا ہے۔

انھوں نے فرمایا کہ جس امام سے جمادات کلام نہ کریں وہ امام نہیں ہو سکتا۔ امام وہی ہو سکتا ہے کہ جس سے جمادات بھی گفتگو کریں۔ اس جواب سے مجھے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کہا کہ اچھا حجرِ اسود ہی میرے اور آپ کے درمیان ثالث ہوگا۔ چنانچہ ہم حجرِ اسود کے قریب گئے۔ انھوں نے نماز پڑھی اور میں نے بھی۔ پھر آگے بڑھ کر وہ اس سے مخاطب ہوئے کہ میں تجھے اُس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے اپنے بندوں کے عہد و میثاق کو تجھ میں امانت رکھا ہے تاکہ تو ان کے اس عہد پر پورا اترنے کی گواہی دے۔ یہ بتا کہ ہم میں سے کون امام ہے ؟

چنانچہ خدا کی قسم حجرِ اسود بول اٹھا کہ اے محمد! آپ اپنے بھتیجے کے حق میں امامت سے دستبرداری اختیار کریں۔ یہ آپ سے کہیں زیادہ اس کے حق دار (اہل) ہیں اور یہ آپ کے بھی امام ہیں اور حجرِ اسود اپنی جگہ سے ہٹا، مجھے گمان ہوا کہ یہ گر جائے گا۔ چنانچہ میں ان کی امامت کا قائل ہوگیا اور ان کی اطاعت کو میں نے اپنے اوپر واجب سمجھ لیا۔

ابو بجیر کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان کی امامت کا عقیدہ چھوڑ دیا اور جناب علی بن الحسین علیہ السلام کی امامت کا معتقد ہوگیا۔ (ذوب النضار ابن نما ص ۲۹۲ جلد ۱۰۔)

(بحار الانوار مطبوعہ تبریز ص ۳۴۷ جلد ۴۵ نیا ایڈیشن)

۳ ــــ محمدّ بن حنفیہ کا دعویٰ امامت

ابو خالدِ کابلی سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور امام زین العابدین علیہ السلام کی مدینہ کی طرف واپسی کے بعد جناب محمد بن حنفیہ نے مجھے اپنے پاس طلب کیا اور اس وقت ہم مکّہ میں تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس جا کر یہ کہو کہ میں اپنے برادرانِ گرامی امام حسنؑ و امام حسین علیہما السّلام کے بعد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑا ہوں اور آپ سے

امامت کا زیادہ حق دار ہوں۔

لہٰذا مناسب ہے کہ آپ اس منصب کو میرے سپرد کر دیں اور اگر آپ چاہیں تو ایک حَکَم اور ثالث منتخب کریں کہ جس کے سامنے ہم یہ مسئلہ پیش کریں۔

چنانچہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ان کا پیغام پہونچایا۔

امام علیہ السلام نے سنا اور فرمایا کہ تم ان سے جا کر یہ کہو کہ اے چچا جان خدا سے خوف کیجیے اور اس بات کا دعویٰ نہ کیجیے۔ جسے خدا نے آپ کے لیے قرار نہیں دیا اگر وہ انکار کریں تو پھر میرے اور ان کے درمیان حجرِ اسود ثالث بن جائے۔ اب جس کی بات کا جواب حجرِ اسود دیدے وہی امام ہوگا۔

ابو خالد کا بیان ہے کہ میں یہ جواب لیکر جناب محمد بن حنفیہ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔

اس کے بعد دونوں حضرات کعبہ میں داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ دونوں حضرات حجرِ اسود کے قریب آئے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ چچا جان آپ آپ آگے بڑھیے آپ سن میں بڑے ہیں اور اپنے بارے میں اس سے گواہی کے لیے سوال کیجیے۔

چنانچہ جناب محمد حنفیہ آگے آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہِ الٰہی میں دعائیں کیں اس کے بعد حجرِ اسود سے اپنے لیے امامت کی گواہی کا سوال کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپ نے بھی دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اے وہ پتھر جسے خدا نے اپنے بندوں میں ہر اس شخص کا گواہ بنایا ہے جو خانۂ خدا میں آتے ہیں، اگر تو سمجھتا ہے کہ میں امرِ امامت کا حامل ہوں اور میں ہی وہ امام ہوں کہ مخلوق پر جس کی اطاعت فرض ہے تو اس کی گواہی دے تاکہ میرے چچا کو بھی معلوم ہو جائے کہ امامت میں ان کا کوئی حق نہیں۔

یہ فرمانا تھا کہ پتھر واضح اور کھلی عربی زبان میں گویا ہوا کہ اے علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کے فرزند محمد! دعویٔ امامت حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام کا حق ہے وہی ہیں جن کی اطاعت آپ پر فرض ہے اور آپ کے علاوہ تمام اللہ کے بندوں بلکہ ساری مخلوق پر لازم و واجب ہے۔

یہ سن کر جناب محمد بن حنفیہ نے امام سے کہا کہ یہ منصب آپ ہی کا حق ہے اور امامؑ کے پائے مبارک کو چوم لیا۔

کہا گیا ہے کہ جناب محمد ابن حنفیہ نے یہ سب کچھ لوگوں کے شکوک دور کرنے کے لیے کیا تھا تاکہ اس کا اظہار ہو جائے کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد وہ امام نہیں بلکہ ان کے بھتیجے زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام ہی امام ہیں۔

ایک دوسری روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ حجرِ اسود اس طرح مخاطب ہوا کہ:

"اے محمد! امام حسین علیہ السلام کے فرزند علی (علیہ السلام) تمھارے لیے اور آسمان و زمین والوں کے لیے حجت ہیں اور ان کی اطاعت سب پر فرض ہے تم ان کی اطاعت کرو۔ اس کے بعد جناب محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اے زمین و آسمان میں خدا کی حجت! میں ہر طرح آپ کا مطیع و فرماں بردار ہوں"۔ (المصدر السابق ص۱۹۴)

۴ — عمر بن عبدالعزیز کی حکومت کی پیشگوئی

عبداللہ بن عطاء تمیمی سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز ادھر سے گذرے۔ ان کے جوتوں پر چاندی کا کام تھا۔ وہ خوش رو جوانوں میں شمار ہوتے تھے۔ امام علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا اور عبداللہ بن عطاء سے فرمایا کہ کیا تم نے اس عیش پسند کو دیکھ لیا۔ یہ اپنی موت سے پہلے لوگوں کا حاکم ہوگا، مگر یہ تھوڑے عرصے تک ہی زندہ رہے گا۔ جب یہ مرجائے گا تو اہلِ زمین اس کے لیے خدا سے مغفرت طلب کریں گے۔ (البصائر حصہ ۴ باب ۲)

(دلائل الامامۃ ص۸۸)

● — طریف بن ناصح سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس شب کو محمد بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا صندوقچہ منگوایا اس میں سے ایک تھیلی نکالی اور فرمایا اس میں دو سو دینار ہیں جن کو حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کوئی چیز فروخت کر کے اسی حادثے کے لیے چھوڑ گئے تھے جو آج کی شب مدینہ میں رونما ہونے والا ہے۔ آپ نے وہ رقم اس صندوقچے سے نکالی اور فوراً ہی مدینہ سے نکل کر طیبہ چلے گئے اور فرمایا "اس حادثے سے اسی کا دامن بچے گا جو مدینہ سے تین شب کی مسافت پر رہے گا۔ اور محمد بن عبداللہ بن حسن کے قتل تک یہ دو سو دینار طیبہ میں آپ کے قیام کے اخراجات کے لیے کافی ہوئے۔

(الخرائج والجرائح ۔ بصائر الدرجات ص۲۲)

نوٹ: طیبہ بیرونِ مدینہ ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی زمینیں تھیں۔

⑤ امام کو پرندوں کی بولیوں کا علم ہوتا ہے

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کے ساتھ آپ کے بیت میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ایک درخت تھا جس پر کچھ چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔ امام علیہ السلام میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا، اے ابوحمزہ! تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟

- میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔
- آپ نے ارشاد فرمایا، یہ اپنے پروردگار کی تسبیح کر رہی ہیں اور اس سے اپنے لیے آج کی روزی مانگ رہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ اے ابوحمزہ! ہمیں جانوروں کی بولیوں کا علم عطا ہوا ہے اور ہم ہر چیز کے عالم من عند اللہ ہیں۔ (الاختصاص ص۲۹۳، بصائر الدرجات باب ۱۴ جز ۷)
- ـــــ اس روایت کو صاحبِ مناقب نے حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے بروایت ابوحمزہ ثمالی کچھ فرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (مناقب بن شہر آشوب جلد ۲ ص۲۷۶)

⑥ ائمہؑ کے ہاتھوں تقسیم رزق

ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور دیوار پر کچھ چڑیاں بیٹھی تھیں جو آپ کے سامنے شور مچا رہی تھیں۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ابوحمزہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ آپس میں کلام کر رہی ہیں۔ یہ ان کا وہ وقت ہے جس میں وہ خدا سے روزی کا سوال کرتی ہیں۔ اے ابوحمزہ! طلوعِ آفتاب سے پہلے نہ سویا کرو میں تمہارے لیے اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب خداوندِ عالم اپنے بندوں کے لیے رزق کی تقسیم فرماتا ہے جو ہمارے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ (بصائر الدرجات حصہ ۷ باب ۱۴)

⑦ چوپایوں کے ساتھ حسنِ سلوک

ابوبصیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں جس کا کہنا ہے کہ ایک بار میں نے امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کے ساتھ مکۂ معظمہ کا سفر کیا جب ہم مقامِ ابواء سے چلے تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنی سواری پر تھے اور میں پیدل سفر کر رہا تھا۔ ہم نے ایک بکری کو دیکھا جو گلے سے جدا ہو گئی تھی اور زور زور سے چلا رہی تھی اس کے پیچھے اس کا

بچہ تھا جو اپنی ماں کی وجہ سے شور مچا رہا تھا۔ جب وہ بچہ تھک کر کھڑا ہو جاتا تو بکری میں میں کرنے لگتی تھی اور بچہ اس کے پیچھے ہو جاتا تھا۔

امامؑ نے فرمایا کہ اے عبدالعزیز! تم جانتے ہو کہ بکری نے کیا کہا؟

اس نے عرض کیا، کہ خدا کی قسم میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔

امامؑ نے فرمایا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ مجھے گلّے سے ملا دیجیے کیونکہ میری بہن بھی اسی مقام پر گذشتہ سال گلّہ سے بچھڑ گئی تھی تو اسے بھیڑیے نے کھا لیا تھا۔ (الاختصاص ص۲۹۴، بصائر الدرجات باب ۱۵ حصہ ۷، (دلائل الامامۃ ص۸۸)

⑧ جانوروں سے ہمدردی کی ایک اور مثال

الاختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھے کہ ایک لومڑی آپ کے قریب سے گذری اور آپ کے ساتھی صبح کے ناشتے میں مصروف تھے تو امامؑ نے فرمایا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تم لوگ خدا سے عہد کرو کہ اس لومڑی کو پریشان نہ کرو گے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آجائے۔

سب نے وعدہ کیا کہ ہم کچھ نہ کہیں گے۔

امامؑ نے اس لومڑی کو اپنے قریب بلایا تو وہ آکر ہلانے لگی۔ آپؑ نے اس کے سامنے گوشت لگی ہڈی ڈالی اور اس کی طرف سے رُخ پھیر لیا تاکہ وہ اسے کھا لے اور امامؑ نے پھر ان سب سے لومڑی کو پریشان نہ کرنے کا عہد لیا اور سب نے عہد کر لیا، تاہم ایک شخص لومڑی پر جھپٹ پڑا۔

امامؑ نے فرمایا کہ تم میں وہ کون ہے جس نے بدعہدی کی اور اپنے عہد کو توڑ کر اللہ کا گنہگار ہوا۔ وہ شخص خود ہی کہنے لگا کہ فرزندِ رسولؐ! مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوئی تھی کہ میں نے اس کو پریشان کیا۔ اب میں اللہ سے اپنے اس گناہ کی معافی کا طالب ہوں۔ یہ سُن کر امامؑ خاموش ہو گئے۔

(الاختصاص ص۲۹۱، بصائر الدرجات باب ۱۵ حصہ ۷)

- ـــــ مناقب ابن شہر آشوب میں بھی بحوالہ کتاب الوسیلہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے اسی طرح منقول ہے۔ (مناقب جلد ۲ ص۱۸۲)

⑨ جانوروں پر شفقت

الخرائج والجرائح میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ

میرے پدرِ بزرگوار اپنے اہلِ بیت اور اصحاب کے ساتھ اپنے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔ جب دسترخوان بچھا دیا گیا اور سب لوگ چاہتے تھے کہ کھانا شروع کریں تو جنگل کا ایک ہرن آ گیا جو اپنی بولی میں کچھ کہنے لگا اور امامؑ کے قریب پہونچ گیا۔

- کسی نے کہا کہ فرزندِ رسولؐ ! یہ ہرن کیا کہہ رہا ہے ؟
- آپؑ نے فرمایا کہ یہ اپنی بھوک کی شکایت کر رہا ہے کہہ رہا ہے کہ میں تین دن سے بھوکا ہوں تم لوگ اس کو ہاتھ نہ لگانا، میں چاہتا ہوں کہ یہ ہم سب کے ساتھ کھانا کھائے۔
- اُنھوں نے اقرار کیا کہ بیشک ہم کچھ نہ کہیں گے۔
- آپؑ نے اُسے بُلایا تو وہ آ گیا اور سب کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص نے اُس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا تو وہ ڈر کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امامؑ نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم نے اس بات کی ضمانت نہیں دی تھی کہ تم اسے کچھ نہ کہو گے۔

اُس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میرا قطعاً کسی بُرائی کا ارادہ نہ تھا۔

امام علیہ السلام نے ہرن سے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، واپس آ جاؤ۔ وہ فوراً ہی لوٹ آیا اور کھانا کھانے لگا۔ یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گیا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور چلا گیا جس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ فرزندِ رسولؐ ! اس نے کیا کہا ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارے حق میں دعاءِ خیر کرتا ہوا گیا ہے۔

(۱۰) جنگلی ہرنی کی فریاد

بسند جناب جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک جنگلی ہرنی خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوئی اور آپ کے پاس آ کر اپنی آواز میں کچھ بولنے لگی۔

کسی نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! یہ ہرنی کیا کہتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ کہتی ہے کہ قریش کا فلاں آدمی کل میرے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہے اور اُس نے کل سے دودھ بھی نہیں پیا ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اُس شخص کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کا بچہ میرے پاس لے آؤ اور اس کی جو قیمت چاہو مجھ سے لے لو۔

چنانچہ وہ بچہ لیکر آیا۔ جب ہرنی نے اپنے بچے کو دیکھا تو امامؑ سے کچھ کہا اور ہاتھوں سے کچھ اشارہ بھی کیا اور اسے دودھ پلایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدرِ بزرگوار نے اُس بچے کو ہرنی کے

سپرد کیا اور اُسی کی بولی میں کلام کیا۔ وہ دونوں چلے گئے تو اصحاب نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! یہ ہرنی کیا کہہ رہی تھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمھارے حق میں خدا سے دعا کر رہی تھی اور جزائے خیر کی طلب گار تھی۔ (الاختصاص ص ۲۹۹ ، بصائر الدرجات باب ۱۵ حصہ ۷)

- ـــــ مناقب ابنِ شہر آشوب میں بھی جناب جابر کی سند سے اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۳)
- ـــــ الاختصاص میں بھی حمران بن اعین سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام اپنے اصحاب کی جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی آئی اور آپ کے سامنے خوشامدانہ انداز میں ہاتھوں سے کچھ اشارہ کیا تو امامؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے۔ ؟
- اُنھوں نے عرض کیا ہم نہیں سمجھ سکے۔
- آپؑ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ قریش کے فلاں آدمی نے آج ہی میرے بچے کو شکار کر لیا ہے اور اب یہ مجھ سے شکایت اور سفارش کرنے کے لیے آئی ہے تاکہ اپنے بچے کو جو بھوکا ہے دودھ پلا دے۔
- اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس شخص کے پاس چلیں۔ یہ سُن کر سب حاضرین کھڑے ہو گئے اور آپؑ کے ہمراہ اُس قریشی کے مکان پر جا پہونچے۔ جب اُس نے امامؑ کو دیکھا تو عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کس لیے زحمت فرمائی ؟
- آپؑ نے فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس ہرنی کے بچے کو میرے حوالے کر دے جسے تو نے آج ہی شکار کیا ہے۔
- یہ سُنتے ہی اُس نے بچے کو امامؑ کے سپرد کر دیا اور آپ نے ہرنی کے حوالے کیا۔ اُس نے بچے کو دودھ پلایا۔ پھر امامؑ نے فرمایا، اے شخص میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ تو نے یہ بچہ مجھے کس لیے دیا ہے وہ کہنے لگا کہ آپ کے حکم کی وجہ سے۔

پھر آپؑ نے فرمایا۔ اچھا تو اس بچہ کو ہرنی کے حوالے کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب ہرنی بچے کو لیکر چلی تو خوشامدانہ انداز میں دُم ہلا کر شکریہ ادا کیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے

- سب نے کہا کہ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔
- آپؑ نے فرمایا کہ یہ کہتی ہے کہ خداوندِ عالم تمھارے ہر غائب شدہ کو واپس لائے اور امامؑ کے مدارج و حسنات میں اضافہ فرمائے کہ اُنھوں نے مجھ پر احسان فرمایا۔ (بصائر الدرجات باب ۱۵ جز ۷) (الاختصاص ص ۲۹۷) (دلائل الامامۃ ص ۸۹) (المصدر السابق ص ۱۹۳ ، کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۹)

⑪ — اعادۂ شباب

کتاب کمال الدین میں محمد بن اسماعیل بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس کی روایت امامؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام نے حبابہ والبیہ کے حق میں دُعا فرمائی تو خداوندِ عالم نے ان مومنہ کی جوانی کو لوٹا دیا جب آپ نے اُن کی طرف اپنی اُنگلی سے اشارہ کیا تو اُن میں ایک جوان عورت کے فطری آثار اور تمام مخصوص باتیں ظہور میں آگئیں حالانکہ اُس وقت اُن مومنہ کی عمر ایک سو تیرہ سال کی تھی۔ (کمال الدین ص ۲۹۷)

⑫ — تضحیکِ ارشادِ نبویؐ کی سزا

جناب جابر سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم، لوگوں کے ساتھ کون سا طرزِ عمل اختیار کریں اگر ہم ان سے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو وہ ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں اور اگر ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے لیے ممکن نہیں۔

یہ سُن کر ضمرہ بن سعید نے کہا کہ آپ کچھ ارشاد تو فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا کا دشمن جب اپنے تخت پر بیٹھتا ہے تو تخت کیا کہتا ہے۔

ضمرہ نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کہتا ہے "میں اسے اٹھائے ہوئے ہوں"۔ کیا تم نہیں سُنتے کہ میں تم سے اُس دشمنِ خدا کی شکایت کر رہا ہوں جو مجھے دھوکا دیتا ہے اور میرا حوالہ دیتا ہے، پھر میری بات کو پیش نہیں کرتا، اور میں تم سے اپنے ان بھائیوں کی شکایت کرتا ہوں کہ جنھیں میں نے بھائی بنایا لیکن اُنھوں نے میری مدد چھوڑ دی اور میں تم سے اولاد کی شکایت کرتا ہوں جن کی میں نے حفاظت کی اور انھیں بچایا لیکن وہ مجھے چھوڑ بیٹھے اور میں تم سے اُس گھر کی شکایت کرتا ہوں جس پر میں نے اپنا مال خرچ کیا لیکن اس کے رہنے والے مجھ سے بیگانہ ہوگئے۔ اب تم میرے رفیق بنو اور عجلت سے کام نہ لو۔

یہ سُن کر ضمرہ نے کہا، اے ابوالحسنؑ! اگر وہ دشمنِ خدا ایسی بات کرتا ہے تو قریب ہے کہ وہ ان لوگوں کی گردنوں پر چڑھ بیٹھے جو اُسے اُکساتے ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پروردگارا! یہ ضمرہ تیرے رسولؐ کی حدیث کا مذاق اڑا رہا ہے۔ لہٰذا اسے حسرت و اندوہ کی گرفت میں لے لے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ چالیس دن زندہ رہا اور مر گیا۔ اُس کے دفن کے بعد اُس کا آقا امام علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فلاں! کہاں سے آرہے ہو۔؟

اُس نے کہا، ضمرہ کے جنازے میں شرکت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جب اُس کی تکفین وغیرہ ہو چکی تو میں نے اپنا منھ اُس کی لاش پر رکھ دیا اور اس کی ایک آواز سُنی جو اس طرح کی تھی جیسے میں اس کی زندگی میں سُنتا تھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اے ضمرہ بن معبد! تو ہلاک ہوا اور آج تیرے ہر دوست نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا، اور تیرا ٹھکانہ جہنم ٹھہر گیا جو تیرا ابدی مقام بن گیا ہے۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا سے عافیت کا طالب ہوں یہ اُس شخص کے جرم کا بدلہ ہے جو حدیثِ رسولؐ کا مذاق اُڑاتا تھا۔ (الکافی جلد ۲ ص ۲۳۴)

• — منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لیے اچانک موت کا آجانا اُس کے لیے نرمی اور سہولت کا باعث ہے اور کافر کے لیے غم و اندوہ کا موجب ہے۔

مومن اپنے غسل دینے والے اور میّت کے اُٹھانے والوں کو پہچانتا ہے اگر خدا کے یہاں اُس کا کوئی خاص نیک عمل ہے تو وہ اپنے اُٹھانے والوں کو قسم دے کر کہتا ہے کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کریں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو وہ اُن سے اس کام میں تاخیر کے لیے کہتا ہے۔

یہ سُن کر ضمرہ بن سمرہ نے کہا کہ اگر میّت چھلانگ لگا دے؟ یہ کہہ کر خود بھی ہنسا اور دوسروں کو بھی ہنسایا۔

امام علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ بارِ الٰہا! ضمرہ بن سمرہ ہنس رہا ہے اور حدیثِ رسولؐ کا مذاق اُڑا رہا ہے لہٰذا اسے حسرت و اندوہ کی گرفت میں لے لے۔

چنانچہ اُس کا اچانک دم نکل گیا۔ اس کے بعد ضمرہ کا آقا خدمتِ امام علیہ السلام میں پہنچا اور کہنے لگا کہ خدا آپ کو ضمرہ کے بارے میں اجرِ عطا فرمائے، وہ اچانک مر گیا میں آپ سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کی آواز ویسے ہی سُنی اور پہچانی جیسے اس کی زندگی میں سُنتا تھا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ ضمرہ بن سمرہ کا بُرا ہو سارے کھولتے ہوئے پانی مجھ سے خالی ہو کر آتشِ دوزخ

میں تحلیل ہو گئے ہیں اور میں اسی میں پڑا ہوا ہوں۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا، اللہ اکبر! یہ حدیثِ رسولؐ پر ہنسنے اور اس کی تضحیک کرنے کا یہ بدلہ مل رہا ہے۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۲۸)

(۱۳) بھیڑیے کی امداد کرنا

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام اپنی ذاتی زمینوں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک بھیڑیا سامنے آیا جس کے جسم پر بال نہ تھے اور ڈراؤنی شکل کا تھا جو آنے جانے والوں کے لیے خوف و ہراس کا باعث بنا ہوا تھا، امام علیہ السلام کے قریب جا پہنچا اور اس نے اپنی آواز میں آپ سے کچھ کہا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، تو واپس چلا جا، انشاء اللہ میں تیرا کام کر دوں گا۔

یہ سن کر وہ چلا گیا اور لوگوں نے پوچھا کہ حضور! یہ بھیڑیے نے آپ سے کیا عرض کیا تھا، اور اس کا کیا کام اٹکا ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، کہ وہ یہ کہتا تھا کہ میری مادہ پر زچگی دشوار ہو رہی ہے لہٰذا میری اور اس کی مشکل حل فرمائیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے تاکہ جلد ہی مشکل آسان ہو جائے اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور میری نسل کا کوئی بھیڑیا آپ کے کسی محب کو نقصان نہ پہنچائے گا چنانچہ میں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی ہے۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۲۸)

(۱۴) امام علیہ السلام کا ایک خواب

منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا جسے میں نے پی لیا جب صبح ہوئی تو مجھے متلی محسوس ہوئی اور دودھ کی قے ہو گئی۔ پھر کبھی ایسا نہیں ہوا (المصدر نفسہ)

(۱۵) قتلِ امامؑ کا مشورہ

مروی ہے کہ حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ اگر تو اپنی حکومت کو باقی اور قائم رکھنا چاہتا ہے تو امام زین العابدین علی ابن الحسینؑ کو قتل کر دے۔

عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ مجھے بنی ہاشم کے خون بہانے سے دور ہی رکھو اور تم بھی اس کام سے گریز کرو۔ میں نے ابوسفیان کی اولاد کو دیکھ لیا ہے کہ جب وہ اس شوق میں آگے بڑھ گئے تو خداوندِ عالم نے بہت جلد ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

عبدالملک نے اس خط کو جناب امام زین العابدین سے خفیہ طور پر روانہ کیا۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے بھی اسی وقت عبدالملک کو ایک خط تحریر فرما دیا جس وقت اس نے حجاج کو لکھا امام علیہ السلام کے خط کا یہ مضمون تھا کہ:

"مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ تو نے حجاج کے خط کے جواب میں بنی ہاشم کے خون نہ بہانے کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ خدا تجھے اس نیکی کا بدلہ دے اور تیری سلطنت کو مضبوط کرے اور عمر میں اضافہ فرمائے۔"

امام علیہ السلام نے وہ خط اپنے غلام کے ہاتھ روانہ فرمایا اور وہ ساعت اور وقت بھی درج فرما دیا جس میں عبدالملک نے اپنا خط حجاج کے پاس بھیجا تھا۔ جب غلام وہاں پہنچا اور اسے وہ خط دیا تو عبدالملک نے خط کی تاریخ کو دیکھا اور اسے اپنے خط کی تاریخ کے مطابق پایا جس پر اسے امام علیہ السلام کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ان سے خوش ہوا اور دیناروں سے بھری ہوئی ایک وزنی تھیلی آپؑ کی خدمت میں روانہ کی اور درخواست کی کہ آپ اپنی اور اپنے اہل خانہ اور دوستوں کی ضروریات سے مطلع فرماتے رہیں۔

امام علیہ السلام کے خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے خواب میں اپنے جدِ امجد جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرتؐ نے ہی مجھے سب بتا دیا ہے جو کچھ میں نے تجھے خط میں تحریر کیا ہے اور اس بات کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۴)

(۱۶) جنات اور اطاعتِ حکمِ امام

ابوالصباح کنانی سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابوخالد کابلی ایک عرصے تک امام علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت گزاری میں رہے۔

ایک بار انھیں ان کی ماں کی یاد نے بے چین کیا تو انھوں نے امام علیہ السلام سے رخصت کی اجازت چاہی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ملکِ شام کا ایک بڑا دولت مند یہاں آئے گا جس کی لڑکی آسیب زدہ ہے اس کو معالج کی ضرورت ہے جب وہ یہاں وارد ہو تو تم اس کو اطمینان دلانا اور کہنا کہ تیری بیٹی کا علاج دس ہزار درہم پر ہو سکتا ہے۔ وہ اس شرط

پر رضامند ہو جائے گا۔

جب دوسرا دن ہوا تو وہ شامی اپنی بیٹی کو لے کر مدینہ پہونچ گیا۔ ابوخالد نے بموجب حکمِ امام علیہ السلام اُس سے علاج کے بارے میں مطمئن کر کے بتایا کہ تیری بیٹی کا مکمل علاج دس ہزار درہم پر ہو سکتا ہے اور میں تجھے اطمینان دلاتا ہوں کہ پھر کبھی اس کو یہ مرض لاحق نہ ہوگا۔

یہ سُن کر وہ شامی اس بات پر راضی ہو گیا لیکن درہم علاج کے بعد دینے کو کہا۔

ابوخالد نے ساری بات سے امام علیہ السلام کو مطلع کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تجھے دھوکا دے گا اور وعدہ وفائی نہ کرے گا اگر تو مقررہ رقم قبل از علاج لے سکے تو بہتر ہے۔

ابوخالد نے عرض کیا کہ میں نے اُس سے پُختہ عہد لے لیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اب تم جانو۔ اور جاؤ اُس لڑکی کا بایاں کان پکڑ کر کہنا کہ اے خبیث! امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس لڑکی کو پریشان نہ کر اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو اس سے فوراً جدا ہو کر کہیں اور کا رُخ کر اور پھر کبھی اس کے پاس آنے کا ارادہ بھی نہ کرنا۔

چنانچہ ابوخالد ہدایاتِ امام علیہ السلام کے مطابق گئے اور لڑکی کا کان پکڑ کر وہی الفاظ دُہرائے۔ لڑکی صحت مند ہو گئی۔ ابوخالد نے اس شامی سے رقم طلب کی تو اُس نے لیت و لعل کر کے رقم نہ دی۔ ابوخالد خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور رقم نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا اور امام علیہ السلام سے شکایت بھی کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ اے ابوخالد! میں نہ کہتا تھا کہ وہ شخص تمہیں دھوکا دے گا۔ لہٰذا تم اب مزید تاسف نہ کرو۔ وہ جن اس لڑکی کی طرف پھر لوٹے گا۔ جب اُس کا باپ تمہارے پاس آئے تو اُس سے کہنا کہ تو نے وعدہ خلافی کی ہے اس لیے میں نے اس جن کو دوبارہ تیری لڑکی کی طرف پلٹا دیا۔ اب اگر تو علاج کرانا چاہتا ہے تو دس ہزار درہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس لا کر رکھ دے تو میں تیرا علاج بھی مکمل کر دوں گا اور وہ جن پھر کبھی لوٹ کر نہ آئے گا۔

شامی سے ابوخالد نے اس کے دوبارہ اصرار پر یہی وعدہ لیا کہ وہ کل رقم قبل از علاج امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس جمع کرا دے تب ہی مکمل علاج بھی ہو سکتا ہے۔

شامی نے حسبِ وعدہ وہ رقم امام علیہ السلام کے پاس جمع کرا دی۔ اور ابوخالد نے لڑکی کا بایاں کان پکڑ کر کہا کہ اے خبیث! حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تو اِس

لڑکی کے پاس سے چلا جا اور سوائے نیک ارادے کے پھر کبھی اس کے پاس آنے کا ارادہ بھی نہ کرنا، ورنہ تجھے خدا کی اُس بھڑکتی ہوئی آگ میں جلا دوں گا جو دلوں تک چڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ وہ جن چلا گیا لڑکی تندرست ہو گئی اور وہ جن پھر نہ لوٹا۔

امام علیہ السلام نے وہ رقم ابوخالدؓ کو دیکر رخصت کیا کہ جا اب اپنی ماں کے پاس وطن واپس ہو جا۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۵ ؛ رجال کشی)

⑰ حجرِ اسود اور معرفتِ امامؑ

مروی ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر سے جنگ و جدال میں کعبہ کو منہدم کر دیا تو لوگوں نے اس کی تعمیر دوبارہ کی اور حجرِ اسود کو اس کی جگہ نصب کرنا چاہا اور علماء یا قاضی وغیرہ کو بلا کر نصب کرایا تو وہ برابر حرکت میں رہا اور اپنی جگہ پر قائم نہ ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے اور آپؑ نے اپنا دستِ مبارک حجرِ اسود پر لگایا، پتھر کو بسم اللہ کہہ کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا گیا وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا، لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرزدق شاعر نے امام علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ کہہ دیا جس کا ایک شعر درج کیا جاتا ہے۔

یکاد یمسکہ عرفان راحتہ ۔۔۔ رکن الحطیم اذا ما جاء یستلم

(ترجمہ:۔) قریب ہے کہ کعبہ کی دیوار کا رُکن یعنی حجرِ اسود اس کے ہاتھ کو پہچان کر تھام لے جبکہ وہ اسے چومنے کے لیے آئے۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۵)

⑱ ائمہؑ اور اُن کے شیعہ ملتِ ابراہیمی پر ہیں

ابو المفضل شیبانی نے امالی شیخ صدوقؒ میں اور ابو اسحٰق العدل طبری نے مناقب میں روایت کی ہے کہ حبابہ والبیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میرا چہرہ برص سے داغدار تھا۔ تو امام علیہ السلام کا دستِ شفا میرے چہرے پر لگا اور نشانات یکسر جاتے رہے۔ وہ مزید کہتی ہیں کہ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا "اے حبابہ! ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ ملتِ ابراہیمی پر کوئی قائم نہیں اور جتنے لوگ ہیں سب ہی اس سے بے تعلق ہیں۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۱۴۶)

(۱۹) خدمتِ امامؑ میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر تک بیت الشرف میں انتظار کے بعد امام علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کچھ اٹھا رہے ہیں اور پردے کے پیچھے ہاتھ بڑھا کر کسی کو دے رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا، میں آپ کے قربان جاؤں، یہ تو فرمائیے کہ جو کچھ میں نے آپ کو اُٹھاتے ہوئے دیکھا ہے وہ کیا چیز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، اے ابوحمزہ! وہ فرشتوں کے بال و پروں کا رواں ہے

میں نے عرض کیا، کیا فرشتے آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، اُن کا تو ہمارے گاؤ تکیے کے پاس اجتماع رہتا ہے

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۷۷) (الکافی جلد ۱ صفحہ ۳۹۳)

(۲۰) کنکریوں کا یاقوت بن جانا

ام سلیم سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں ایک بار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا، اے ام سلیم! مجھے کچھ کنکریاں لا کر دو۔ میں نے حکمِ امام علیہ السلام کی تعمیل کی۔ آپؑ ان کنکریوں کو مَسل کر مثل آٹے کے بنا دیا، پھر اُس آٹے کو گوندھ کر سرخ یاقوت بنا دیے۔

پھر آپؑ اپنے بیت الشرف کے صحن میں تشریف لے گئے اور مجھے بلایا، جب میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپؑ نے اپنا دستِ راست اُٹھایا ہی تھا کہ تمام در و دیوار، شہر کی سڑکیں اور عمارتیں وغیرہ لرز کر شگافتہ ہو گئیں اور مجھے امام علیہ السلام کا دستِ مبارک نظر نہ آتا تھا۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھے ایک بٹوہ عنایت فرمایا، جس میں بہت سے دینار اور سونے کے بُندے تھے۔ میں نے بغور دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو میرا ہی بٹوہ، ڈبیہ اور دینار و بندے ہیں جو میرے مکان میں رکھے تھے

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۷۷)

(۲۱) حضرت امام محمد باقرؑ کا کنویں میں گرنا

منقول ہے کہ ایک بار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مصروف تھے

اور آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کمسنی میں گھر کے کنویں میں گر گئے۔ جب آپؑ کی والدہ ماجدہ نے یہ دیکھا تو گریہ و زاری میں مصروف ہو گئیں اور فریاد شروع کر دی کہ اے فرزندِ رسولؐ! آپ کے فرزند کنویں میں گر گئے۔

جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام نماز ہی میں مصروف رہے حالانکہ آہ و بکا کی آواز آپ تک پہونچ رہی ہو گی اور بیٹے کا معاملہ ہونے کے باوجود امام علیہ السلام مصلّے سے نہیں اُٹھے۔ کافی دیر گذرنے پر جب اُن معظمہ نے امام علیہ السلام کو آتے ہوئے نہ دیکھا تو خود آپ کے پاس پہونچ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے اہلِ بیتِ رسولؐ! آپ کے دل اولاد کی طرف سے کس قدر سخت ہو گئے ہیں کہ فرزند کنویں میں گر گیا اور آپ اس کی خبر نہیں لیتے اور نماز ہی میں مشغول ہیں۔

امام علیہ السلام اُسی طرح نماز میں مصروف رہے۔ جب آپ نماز تمام کر چکے تو مصلّے سے اُٹھے اور کنویں پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ کنویں میں ڈال دیا جبکہ کنواں کافی گہرا تھا اس کے باوجود آپ نے اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لیا (جو مسکراتے ہوئے کنویں سے برآمد ہوئے درآنحالیکہ آپ کے کپڑے تک نہ بھیگے) اور اپنی زوجۂ مکرّمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے کمزور یقین والی! یہ لو اپنے فرزند کو۔ (کیا تمھیں اللہ پر اتنا بھی یقین نہیں کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، جبکہ تمھارا یہ بیٹا امام بھی ہونے والا ہے)

یہ سن کر آپ کی زوجۂ مکرّمہ کبیدہ خاطر ہو کر رونے لگیں۔

امام علیہ السلام نے ان کو سمجھانا شروع کیا اور فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھ لیتیں کہ میں اُس جبار و بے نیاز قادرِ مطلق کی بارگاہ میں حاضر تھا بھلا فرزند کی وجہ سے کس طرح اُس مالکِ حقیقی سے اپنا منہ پھیر کر فرزند کی طرف متوجہ ہو جاتا، تو وہ بھی مجھ سے بے رُخی اختیار کر لیتا، اس کے بعد کیا تمھیں کوئی اُس سے زیادہ رحیم و کریم مل سکتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۷۸)

• ــــــ زاد المعاد میں بھی یہی روایت ہے۔

(۲۲) امام ہی تبرکاتِ انبیاء کا وارث ہوتا ہے

روضۃ الواعظین میں سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ابوخالد کابلی کہتے ہیں کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ مولا! کیا آپ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلحہ جات وغیرہ موجود ہیں؟ لیکن قبل از معروض آپؑ نے فرمایا:

اے ابوخالد! تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلحہ جات دکھاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! میں تو اسی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے تو میرے دل

کی بات کہہ دی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے جامہ دان منگایا اور آنحضرتؐ کی انگوٹھی دکھائی پھر زرہ نکال کر دکھائی اور تلوار میرے سامنے رکھ دی اور فرمایا بخدا یہ ذوالفقار ہے۔ پھر آنحضرتؐ کا عمامہ نکالا اور فرمایا یہ سحاب ہے اسکے بعد آنحضرتؐ کا عَلَم دکھایا اور فرمایا یہ عقاب ہے۔ پھر عصا نکال کر فرمایا یہ سکب ہے اور نعلینِ مبارک دکھائیں، ردا نکال کر فرمایا اس ردا کو پہن کر آپؐ جمعہ کے دن خطبہ فرماتے تھے الغرض امام علیہ السلام مجھے دوسرے تبرکات بھی دکھانے لگے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان ہو جاؤں، یہی بہت کافی ہے۔

۲۳ ــــ آپ ہی مقصود و مولائے کائنات ہیں

ابو علی طبرسی نے اعلام الورٰی میں عبداللہ بن سلیمان حضرمی سے روایت کیا ہے کہ غانم ابن ام غانم اپنی ماں کے ساتھ مدینہ میں آئے اور انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر میں علیؑ نام کا کون شخص ہے؟

کسی نے علی بن عبداللہ بن عباس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں۔

میں ان کی طرف متوجہ ہوا، اور عرض کرنے لگا کہ میرے پاس جناب امیر المومنینؑ امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام کی مہر شدہ کچھ کنکریاں ہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اب ان پر علی نام کا جو شخص ہے وہی اپنی مُہر لگائے گا۔

یہ سُن کر علی بن عبداللہ بن عباس بولے کہ اے دشمنِ خدا! تو نے حضرت علی ابنِ ابی طالب، امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام پر جھوٹ بولا اور بنی ہاشم نے مجھے مارنا شروع کیا تاکہ میں اپنی اس بات سے پھر جاؤں۔ انھوں نے مجھ سے وہ کنکریاں چھین لیں، تو میں نے رات کو خواب میں امام حسین علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اے غانم! یہ کنکریاں لے کر میرے فرزند علیؑ کے پاس جاؤ وہی تمھارے مولا و آقا اور اصل مقصود ہیں کہ جن سے تیرا مقصد حل ہوگا۔

چنانچہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو وہ سب کی سب کنکریاں میری مٹھی میں تھیں مجھے یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی اور جو تکلیف پہونچی تھی وہ بھول گیا۔ پھر میں حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ جو مجھ گذرا تھا من وعن بیان کر کے وہ مُہر شدہ کنکریاں آپ کے سامنے رکھ دیں۔

امام علیہ السلام نے ان کنکریوں پر اپنی مہر ثبت فرما کر مجھے تنبیہ کی کہ اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

اسی واقعہ کے بارے میں غانم نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ اشعار: "میں علی کے پاس آیا اور ان کے پاس مجھے حق حاصل کرنے کی خواہش تھی حقیقت یہی ہے کہ ان کے پاس وعظ و نصیحت ہے جس سے میں کنارہ کش نہیں ہو سکتا۔ تو مجھے ایک شخص نے باندھ دیا اور کہا کہ تو صبر سے کام لے، گویا میں مخبوط الحواس تھا کہ جس کی عقل خبط ہو گئی ہو۔ میں نے اُس شخص سے کہا کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو، میں تو جس بات کا قائل ہوں اس میں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ پھر اُس نے بمشکل میرا پیچھا چھوڑا تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا، اور اے بہترین مخلوق! اب میں آپ کے پاس آپ ہی کو اپنا مقصود سمجھتے ہوئے آیا ہوں، جن کے بارے میں تمام لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا، اور میں تو یہی کہوں گا کہ بہترین قول وہی ہے جو حق و سچ ہو اور بھلا حق و باطل (دینی نقطۂ نظر سے) کب برابر ہو سکتے ہیں۔ حق کا عالم حق کے جاہل کے برابر نہیں ہو سکتا۔

آپ وہ امامِ برحق ہیں کہ جن کی فضیلت مشہور و معروف ہے، اگرچہ عقلِ انسانی اس فضیلت کے ادراک سے قاصر ہے۔ آپ اوصیاء کے وصی ہیں، آپ کے جدِ بزرگوار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ ہی وہ ہستی ہیں جنھیں وسیلۂ نجات بنایا جا سکتا ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۷۸)

۲۴ ــــ تسبیح اعظم کے اوصاف

زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حج کے بعد اس وقت تک لوگ مکہ سے باہر نہ جاتے تھے جب تک امام زین العابدینؑ وہاں سے روانہ نہ ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ امام علیہ السلام مکے سے روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی اور جب سجدہ میں تسبیحِ الٰہی کا ورد فرمایا تو کوئی درخت اور مٹی کا ڈھیلا یا پتھر کا ٹکڑا تک ایسا نہ تھا جو آپ کے ساتھ اُس تسبیح میں شریک نہ ہو۔ چنانچہ یہ دیکھ کر میں خوفزدہ سا ہو گیا۔

کچھ دیر کے بعد جب امام علیہ السلام نے سجدے سے سر اُٹھایا تو مجھ سے دریافت فرمایا

کہ سعید، کیا تم ڈر گئے ؟

میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ، واقعی مجھ پر خوف طاری ہو گیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تسبیحِ اعظم ہے۔

• ــــ سعید بن مسیب ہی راوی ہیں کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو قاریانِ مدینہ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے اور اُس وقت تک حج نہ کرتے تھے جب تک امام علیہ السلام حج نہ بجا لاتے تھے اور آپ اُن کے لیے میٹھے اور نمکین ستو اپنے ساتھ لے جاتے تھے جو خود استعمال نہ فرماتے تھے بلکہ سب دوسروں کو کھلا دیتے تھے۔

سعید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک دن سواری کی زین پر بیٹھنے کے لیے امامؑ بڑھے تو آپؑ نے سجدہ کیا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں سعید کی جان ہے میں نے یہ دیکھا کہ جو کچھ امام علیہ السلام پڑھتے تھے، وہی درخت، مٹی کے ڈھیلے سواری اور زین سے الفاظ دُہرانے کی آواز آ رہی تھی۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۷۹)

(۲۵) ــــ صحیفۂ سجادیہ کا اعجاز

بصرے کے ایک فصیح مقرر کے سامنے صحیفۂ کاملہ (صحیفۂ سجادیہ) کا ذکر آ گیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ کیا بڑی بات ہے۔ لاؤ مجھ سے سیکھ لو میں تمھیں ایسا ہی کلام لکھائے دیتا ہوں، یہ کہہ کر اُس نے ہاتھ میں قلم لیا اور خاموشی سے سر کو جھکائے رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سر ہی نہ اُٹھا سکا اور اسی حالت میں مر گیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳۔ ص ۲۷۹)

(۲۶) ــــ امامؑ اور خضرؑ کی ملاقات

ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو حمزہ ثمالی اور منذر ثوری نے امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں مدینہ سے باہر نکلا تو ایک دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا، اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص دو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہے اور میری طرف بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔

وہ بولا اے علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کیا بات ہے کہ میں آپ کو افسردہ اور رنجیدہ دیکھ رہا ہوں، کیا آپ کو دنیا کی کوئی فکر لاحق ہے، اگر ایسا ہے تو خداوندِ عالم ہر نیک و بد کو رزق دیتا ہے۔ ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رنج و افسوس کی وجہ یہ نہیں ہے اور یہ بات

بالکل درست ہے کہ خدا ہر ایک کا رازق ہے۔

اُس شخص نے کہا، کیا آپ کو آخرت کے بارے میں فکر دامنگیر ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہ بھی پریشانی کی بات نہیں، اس لیے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہی اُس دن فیصلہ کرنے والا ہے جو سب پر غالب ہے۔ پھر کس بات کا غم ہے۔

میں نے کہا، کہ مجھے ابنِ زبیر کے فتنہ کا خوف ہے۔[۱]

یہ سُن کر وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا کہ اے علی ابن الحسینؑ علیہ السلام، کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے کہ اُس نے خدا کی ذات پر بھروسہ کیا ہو اور خدا نے اُس کی مدد نہ کی ہو۔ ؟

میں نے کہا، کہ ضرور مدد کی ہے۔

اُس شخص نے کہا، کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے کہ اُس نے خوفِ خدا کو دل میں جگہ دی ہو اور پھر خدا نے اُسے نجات نہ دی ہو۔ ؟

میں نے کہا، ضرور نجات دی ہے۔

اُس شخص نے کہا، کیا کوئی ایسا ہے جس نے خدا سے کسی چیز کا سوال کیا ہو اور خدا نے اسے نا اُمید کیا ہو ؟

میں نے کہا، نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دیکھا کہ وہ شخص نظروں ہی میں غائب ہو گیا اور وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۷۹)

• ــــ راوندی نے بھی الخرائج والجرائح ص ۱۹۶ پر اس روایت کو بیان کیا ہے۔

(مذکورہ روایت عقیدے سے متصادم ہے۔)

(۲۷) ــــ امامؑ کا پیادہ حج

ابراہیم بن ادہم اور فتح الموصلی دونوں نے بیان کیا ہے جن میں ہر ایک نے یہ کہا ہے کہ میں ایک جنگل میں قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا، کسی ضرورت کے تحت مجھے قافلے سے الگ ہونا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا اس لق و دق صحرا میں تن تنہا رواں دواں ہے جو دنیا و مافیہا کے ہر خوف و خطر سے بے نیاز ہے۔ لہٰذا میں اُس لڑکے کے قریب

[۱] جس شخص کو ابنِ زیادؒ، اور یزیدؒ کے دربار میں خوف و ہراس نہ ہوا ہو اور وہ خود امام وقت بھی ہو جو معصوم ہوتا ہے جس کا ہر کام اللہ کی خوشنودی اور اللہ پر بھروسہ کے تحت ہوتا ہے وہ ابن زبیر کے فتنہ سے کیسے خائف ہو سکتا ہے ؟

پہونچا اور اسے سلام کیا اُس نے جواب سلام دیا۔

میں دریافت کیا کہ صاحبزادے! کہاں کا ارادہ ہے ؟

اُس نے کہا، کہ اپنے ربّ کے گھر جا رہا ہوں۔

میں نے (ربّ کا نام سُنا تو دل میں احترام پیدا ہوا) عرض کیا کہ آپ تو ابھی بچے ہیں۔ ابھی آپ پر کوئی چیز فرض ہے نہ سُنت۔

اُنھوں نے فرمایا، اے شیخ! کیا تم نے مجھ سے بھی کمسن بچوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا؟

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا جی ہاں دیکھا ہے۔ اچھا تو یہ فرمایئے آپ کا زادِ راہ اور سواری کہاں ہے ؟

اُنھوں نے جواب دیا، میرا زادِ راہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے، اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں، اور میرا قصد و ارادہ اپنے مولا و آقا کی طرف ہے۔

میں نے بہت زیادہ متاثر ہو کر عرض کیا، آپ کے پاس کھانے پینے کی بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ ؟

اُنھوں نے جواب دیا، اے شیخ یہ بھی کوئی اچھی بات ہے کہ کوئی آپ کی دعوت کرے اپنے گھر بُلائے اور آپ اپنے ہمراہ کھانا بھی لے جائیں۔

میں نے عرض کیا، جی نہیں، یہ بات تو واقعی اچھی نہ ہوگی۔ (یہ جواب سن کر تو میں بہت ہی تعجب خیز انداز سے اور تفحصانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔)

اُنھوں نے فرمایا کہ جس نے مجھے طلب فرمایا ہے وہی مجھے کھانے کو دے گا۔

میں نے عرض کیا، اچھا، اب قدم ذرا تیزی سے بڑھایئے تاکہ حج کی سعادت نصیب ہو سکے۔

اُنھوں نے جواب دیا، میرا کام کوشش کرنا ہے اور منزل پر پہونچانا صاحب خانہ و صاحبِ منزل اور میزبان کا کام ہے۔ کیا تم نے مالک و خالق کا یہ ارشاد نہیں سُنا یا پڑھا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورۂ عنکبوت آیت ۶۹)

(ترجمہ آیت " اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں کوشش کی ہے ہم انہیں ضرور اپنا راستہ دکھا دیں گے اور خدا نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک نہایت خوبصورت جوان سفید لباس میں ملبوس آیا اور اُن صاحبزادے کو گلے سے لگایا اور سلام کیا۔

میں اُس نوجوان کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میں آپ کو اُس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے آپکو بہتر خلعتِ وجود عطا فرمایا ہے کہ یہ صاحبزادے کون ہیں ؟

اُس جوان نے کہا، کیا تم انھیں نہیں پہچانتے ! یہ تو علی بن الحسین بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

اِس تعارف کے بعد میں اُن حضرت کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یا حضرت! آپ کو آپ کے آبائے طاہرین کا واسطہ، یہ فرمایئے کہ یہ جوان کون ہیں ؟

آپ نے فرمایا، کیا تم انھیں نہیں پہچانتے ؟ یہ میرے بھائی خضرؑ ہیں یہ ہمارے پاس روانہ آکر سلام کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کو آپ کے آباؤ اجداد طاہرین کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ اس بیابان جنگل میں زادِ راہ کیا ہے. ؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ زادِ راہ میں چار چیزیں ہیں۔

" (۱) یہ کہ میں تمام دنیا کو خدائے تعالےٰ کی مملکت سمجھتا ہوں (۲) ساری مخلوق کو خدا کے غلام و کنیزیں اور اس کے عیال۔ (۳) تمام اسباب اور رزق خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ (۴) اسی کے حکم کو تمام روئے زمین پر نافذ جانتا ہوں۔"

میں نے عرض کیا کہ آپ کا زادِ راہ کتنا بہترین ہے کہ اس زادِ راہ سے تو آپ میدانِ آخرت بھی بآسانی طے فرمالیں گے بھلا اُس کے سامنے اِس بیابان کی حقیقت ہی کیا ہے (یہ تو آپ یونہی طے فرمالیں گے)

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۸۰)

(۲۸) امام محمد باقرؑ کے نشرِ علوم کی پیش گوئی

قاسم بن عوف کا بیان ہے کہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ سواری کو کجاوہ سے باندھ دیا جائے، بلکہ علم کی طرف توجہ کرو۔ ہمارا تو مقصود ہی علم ہے۔ میری وفات کے بعد سات سال گذریں گے کہ خداوندِ عالم حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ایک لڑکے کو بھیجے گا کہ جس کے سینہ میں علوم و حکمت بھری ہوگی اور دنیا والے اس سے کِشت زار کی طرح مستفیض ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام رحلت فرما گئے تو ہم نے سال مہینے اور دنوں کو شمار کیا تو ایک دن کم ہوا نہ زیادہ، کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے علوم و حکمت کے دریا بہا دیے۔

(معرفۃ اخبار الرجال ص ۸۳)

(۲۹) امام بندگی و عبدیت کا نمونہ ہوتا ہے

حماد بن حبیب کوفی سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ مقامِ زبالہ کے نزدیک قافلے سے علیحدہ ہوگیا۔ جب رات کا اندھیرا زیادہ ہوگیا تو میں نے ایک اونچے درخت کی پناہ لی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ایک جوان کو دیکھا جس کے سفید اور بوسیدہ لباس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے حتی الامکان خود کو چھپانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس جوان نے ایک طرف کھڑے ہوکر اپنے آپ کو بارگاہِ معبود میں نماز کے لیے پیش کردیا اور پھر زبانِ معجز بیان سے یہ الفاظ جاری ہوئے:

"اے وہ ذات جس کی ہر شے پر حکومت ہے اور ہر چیز اس کے سامنے مغلوب ہے، میرے دل میں اپنی تلاش جستجو اور سعی کی خوشی ڈال دے اور مجھے اپنے مطیع اور اطاعت گذار بندوں کے زمرہ میں شامل فرمالے۔"

یہ کہہ کر وہ نماز میں مشغول ہوگئے میں نے دیکھا کہ ان کے جسم کے اعضا و جوارح کانپ رہے تھے اور وہ بے حس و حرکت سے ہوگئے۔ میں ان کو دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا کہ یہ ہیں عبدیت کے صحیح نمونے جو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ جب انھوں نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت شروع کی جس میں وعدہ و وعید کا ذکر ہے تو اس آیت کی بار بار تلاوت کرتے تھے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو مثل ابرِ نو بہار جاری تھے۔

جب اندھیرا قدرے کم ہونے لگا تو وہ جوان کھڑے ہوکر بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرنے لگے، "کہ اے وہ ذات جس کی طرف گمراہ رجوع کرتے ہیں تو اُسے رہنما پاتے ہیں اور خوفزدہ اُس کا رُخ کرتے ہیں تو اُسے پناہ گاہ پاتے ہیں اور جب عبادت گذار اس کی پناہ لیتے ہیں تو اسی کو معبود سمجھتے ہیں۔ اُس شخص کو خوشی، راحت اور سکون کہاں نصیب ہوسکتا ہے جو تیرے سوا کسی کی طرف جو تیرا غیر ہو رجوع کرے۔ تاریکیٔ شب آہستہ آہستہ رخصت ہورہی ہے اور تیری وہ خدمت جو میرا مقصودِ نظر تھی بجا نہ لاسکا اور جو مناجات تجھ سے کرنا چاہتا تھا وہ بھی نہ کرسکا۔"

"محمد و آلِ محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر اپنی رحمت نازل فرما اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! میرے ساتھ وہ عمل کر جو تیرے نزدیک بہتر ہو۔"

یہ مناجات سُن کر، اِس خوف سے کہ کہیں وہ میرے ہاتھوں سے نہ نکل جائیں میں نے جلدی سے بڑھ کر اُن کا دامن تھام لیا اور عرض کیا کہ خدا کے لیے آپ یہ فرمائیے کہ آپ کون ہیں جو اتنی بلند شخصیت کے حامل ہیں، نیز یہ بھی کہ میں راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہوں میری رہبری فرمائیے

مجھے آپکی دید سے بڑی راحت و فرحت اور دل کو نہایت مسرّت ہوئی ہے۔

اُنھوں نے فرمایا کہ خدا پر توکل اور پختہ اعتماد ہونا چاہیے گمراہی از خود دور ہوجاتی ہے۔ تم میری پیروی و اتباع کرو۔ یہ کہہ کر اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور پھر مجھے ایسا محسوس ہونے لگا گویا زمین بڑی تیزی سے میرے پاؤں کے نیچے سے کھنچ رہی ہے۔ جیسے ہی سپیدیٔ صبح نمودار ہوئی اُنھوں نے فرمایا، مبارک ہو تمھیں کہ مکّہ آگیا۔

جب میں نے گرد و نواح کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ حاجیوں کی جماعتیں حج کی تیاری میں مصروف ہیں، شور و غل کی آوازیں ہر چہار جانب سے آرہی ہیں، میں مطمئن ہوگیا اور ایک بار پھر اُن سے اصرار کیا کہ اس خدا کے واسطے سے جس سے آپ قیامت کے دن احتیاج رکھتے ہیں اور اُسی سے اُمید لگائے ہیں، یہ فرمائیے کہ آپ کون ہیں؟

اُنھوں نے فرمایا کہ میں علی ابن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ (علیہ السلام) ہوں۔

(المصدر نفسہ صـ ۲۸۲)

(۳۰) دیگر

مذکورۂ بالا روایت کو چند الفاظ کے فرق سے کتاب الخرائج والجرائح میں بھی بیان کیا ہے۔ جس میں حمّاد بن حبیب کوفی کہتے ہیں کہ ایک سال ہم حج کے لیے روانہ ہوئے، جب مقامِ زبالہ سے چلے تو سیاہ آندھی آگئی اور قافلے کے لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے، میں بھی جنگل میں بھٹکتا پھرا اور ایک وادی میں جا پہونچا۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تو میں نے ایک درخت کی پناہ لی، جب اندھیرا بڑھا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا جو بوسیدہ لباس میں ملبوس تھے میں نے دل میں کہا کہ یہ تو ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب اُنھیں میری آہٹ محسوس ہوئی اور اُنھوں نے میری طرف سرسری نظر سے دیکھا تو مجھ پر اُن کا خوف طاری ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو اُن سے چھپانے کی ناکام سی کوشش کی لیکن اُنھوں نے میری طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور ایک طرف کھڑے ہوکر نماز کا ارادہ کیا (جہاں کچھ پانی بھی بہہ رہا تھا)۔ "باقی روایت اسی طرح سے ہے جیسے اوپر مذکور ہوئی ہے"

(الخرائج والجرائح صـ ۱۹۵)

(۳۱) چور کو عبرتناک سزا

جناب ابوجعفر علیہ السلام نے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام علی بن الحسین علیہ السلام حج کے ارادے سے مکّے کے لیے روانہ ہوئے اور مکّہ و مدینہ کے درمیان ایک وادی میں پہونچے تھے کہ ایک ڈاکو نے آپ کا راستہ روک لیا

اور امام علیہ السلام سے کہنے لگا کہ سواری سے نیچے اتر آئیے۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، کیوں؟

اُس نے کہا، آپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور پھر آپ کا سب مال میں لے لوں گا

آپؑ نے جواب دیا، میں تمھیں اپنے مال میں شریک کیے لیتا ہوں تاکہ یہ مال تمھارے لیے جائز ہو جائے۔

اُس نے کہا، جی نہیں، مجھے آپ کا سارے کا سارا مال چاہیے ہے تاکہ میں اس سے مطمئن ہو کر تصرّف میں لے آؤں۔

آپؑ نے اس بات سے انکار کیا اور دریافت فرمایا، تیرا پروردگار کہاں ہے؟

اُس نے کہا، وہ سو رہا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ فوراً دو شیر نمودار ہوئے۔ ایک نے اُس چور (ڈاکو) کا سر دلوچ لیا، اور دوسرے نے اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا، تیرا تو خیال تھا کہ تیرا پروردگار سو رہا ہے (امالی ابن شیخ طوسی ص ۶۰۵ مطبوعہ ایران)

• ـــــ تنبیہ الخواطر میں مذکورہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ (تنبیہ الخواطر ص ۳۲۲ مطبوعہ نجف اشرف)

(۳۲) ـــــ وسعتِ علمِ امام علیہ السلام

محمد بن علی صاحبِ کتاب الانبیاء و الاولیاء میں آدمؑ الی المہدیؑ نے حضرت امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ ایک شخص خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوا در آنحالیکہ آپ کے پاس اصحاب کا اجتماع تھا۔

امام علیہ السلام نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟

اُس نے عرض کیا، میں ایک ماہرِ علمِ نجوم ہوں۔

آپؑ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا، کیا میں تجھے ایسے شخص کے بارے میں بتاؤں کہ جب سے تو یہاں آیا ہے اُس نے چودہ ہزار عالموں کی سیر کر لی۔

اُس نے کہا، بتائیے وہ کون شخص ہے؟

آپ نے فرمایا، اُس کے بارے میں تجھے کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھتا، البتہ اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا دوں کہ تو نے آج کیا کھایا ہے اور اپنے گھر میں کیا کیا اشیاء ذخیرہ کر رکھی ہیں۔

اُس نجومی نے کہا، اچھا بتلائیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، آج تو نے پنیر کھایا ہے اور تیرے گھر میں بیس دینار رکھے ہیں جن میں تین دینار وزن کے لحاظ سے پورے ہیں۔

یہ سُن کر وہ کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی طرف سے عظیم ترین حجت، اُس کا اعلیٰ نمونہ اور کلمۂ تقویٰ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھی تیری صداقتِ شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ خدا نے تیرے دل کا امتحان ایمان سے لیا اور اس کی تصدیق کر دی۔ (فرج الہموم فی معرفۃ الحلال والحرام من علم النجوم ص ۱۱۱ مطبوعہ نجفِ اشرف)

• ـــــ یہی روایت کچھ تبدیلی کے ساتھ اسی باب میں گذر چکی ہے، جو بصائر الدرجات باب ۱۲ جز ۸ میں نقل کی گئی ہے۔

(۳۳) ـــــ وقتِ رحلت سے آگہی

محمد بن جریر طبری نے کتاب الامامۃ میں تحریر کیا ہے کہ جب حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی دنیا سے رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا:

بیٹا، آج کون سی رات ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے عرض کیا، باباجان آج فلاں شب ہے۔

آپؑ نے پھر دریافت فرمایا کہ مہینے کے کتنے دن گذر چکے ہیں؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے بتایا، کہ اتنے دن گذر چکے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہی وہ شب ہے جس کا مجھ سے وعدہ تھا۔

یہ ارشاد فرما کر وضو کے لیے پانی طلب کیا، جب آگیا تو فرمایا کہ اس میں چوہا پڑا ہوا ہے چنانچہ بعض لوگ کہنے لگے کہ شاید مرض کی شدت کی وجہ سے ایسا فرما رہے ہیں۔ لیکن جب چراغ کی روشنی میں دیکھا گیا تو واقعی اس میں چوہا پڑا ہوا تھا۔ کنیز نے اس پانی کو پھینک کر دوسرا پانی لا کر دیا، آپؑ نے وضو فرما کر نماز پڑھی۔ جب رات تمام ہونے لگی تو امام علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ (فرج الہموم)

(۳۴) ـــــ اقرارِ ولایت

ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر خدمتِ امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے حسینؑ کے فرزند! کیا یہ آپ

ہی کا قول ہے کہ یونس بن متی کی جب مچھلی سے ملاقات ہوئی تو اُن پر میرے جد (امیرالمومنینؑ) کی ولایت پیش کی گئی تاکہ وہ ایمان لائیں (اقرارِ ولایت کریں) کیا حضرت یونسؑ نے اس کے اقرار کرنے میں کچھ توقف فرمایا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، ہاں میرا ہی قول ہے۔

عبداللہ بن عمر نے کہا، اگر آپ صادق القول ہیں تو مجھے وہ منظر دکھائیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لو۔

جب ہم نے حکم کی تعمیل کی تو آپؑ نے چند ساعت کے بعد ہمیں آنکھیں کھولنے کا حکم دیا اور ہم نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو ساحلِ سمندر پر پایا۔

عبداللہ ابن عمر نے کہا، اے میرے آقا! میری جان ونفس آپ کے ہاتھوں میں ہے

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں ایک حقیقت کے ساتھ اپنی صداقت اور سچائی کا بھرپور ثبوت تمہارے سامنے پیش کردوں گا۔

یہ کہہ کر آپؑ نے مچھلی کو آواز دی۔ مچھلی نے سمندر سے اپنا سر، جو ایک پہاڑ کی مانند تھا باہر نکالا، اور بولی لبیک اے اللہ کے ولی، لبیک۔

امام علیہ السلام نے سوال کیا، بتا تو کون ہے؟

مچھلی نے جواب دیا، اے میرے آقا! میں جناب یونس کی مچھلی ہوں۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے تمام احوال سے مطلع کر۔

وہ بولی اے میرے سردار! خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ سے آنحضرتؐ تک کسی نبی کو اُس وقت تک مبعوث برسالت نہیں فرمایا جب تک کہ ان پر اہل بیتؑ کی ولایت کا اقرار نہ لیا ہو۔ اور جس نے ذرا سا بھی توقف کیا یا اس سے اعراض کیا تو وہ چھوٹی سی معصیت میں مبتلا ہوگیا حضرت آدمؑ سے چھوٹی سی معصیت ہوگئی، حضرت نوحؑ ڈوبتے ڈوبتے بچ گئے، حضرت ابراہیمؑ آگ سے بچے، حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نجات ملی، حضرت ایوبؑ بلاومصیبت سے چھوٹے، حضرت داؤدؑ کی خطاولغزش معاف ہوئی یہاں تک کہ خدا نے حضرت یونس پر وحی فرمائی کہ اے یونس! امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام اور ان کے صلب سے پیدا ہونے والے ائمہ راشدین سے تولا رکھو، یعنی اُن کی ولایت کا اقرار کرو اور ان سے محبت کا اقرار کرو"

حضرت یونسؑ نے کہا "پروردگارا! میں اُس شخص سے کیسے تولا رکھوں جس کو میں نے دیکھا ہی نہیں اور نہ میں انھیں جانتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ غصے میں اُٹھ کر چلے۔ اللہ تعالٰی نے مجھے وحی فرمائی کہ میں حضرت یونس کو

نگل لوں، اس طرح کہ اُن کی ہڈیوں کو کوئی گزند نہ پہونچے۔ حضرت یونسؑ چالیس روز تک میرے شکم میں رہے۔ جب میں رات کی تاریکیوں میں دریاؤں میں گھومتی پھرتی تھی تو مجھے ان کی اس تسبیح کی آواز آتی رہتی تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

یعنی: (نہیں ہے کوئی خدا سوائے تیرے، تو پاک وپاکیزہ ہے بیشک میں ظالموں میں سے ہوں۔)

میں نے حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالبؑ، اور ان کی اولاد میں پیدا ہونے والے تمام ائمہ راشدین کی ولایت ومحبت کو قبول کیا۔

جب وہ آپؑ کی ولایت پر ایمان لے آئے تو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا کہ میں انھیں کنارے پر اُگل دوں، چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی اور کنارے پر اُگل دیا۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مچھلی کو حکم دیا کہ واپس جائے اپنی قیامگاہ کی طرف۔ پھر میں نے دیکھا کہ پانی کی سطح ہموار ہوگئی۔

۳۵ — حجرِ اسود سے چمٹے ہوئے ہاتھ جدا ہوگئے

ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک مرد وعورت کے ہاتھ طوافِ کعبہ میں حجرِ اسود پر چپک کر رہ گئے، ہر ایک نے بڑی کوشش کی لیکن ہاتھ علیحدہ نہ ہوسکے۔ مجبوراً لوگوں نے کہا کہ ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لے آئے۔ لوگوں نے آپ کے لیے جگہ چھوڑ دی جب آپؑ کو ان دونوں کے بارے میں حقیقتِ امر کا علم ہوا تو آپؑ آگے بڑھے اور ان دونوں پر آپؑ نے اپنا ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ان کے ہاتھ حجرِ اسود سے جُدا ہوگئے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

۳۶ — قومِ جنّ کی امامؑ سے عقیدت

محمد بن جریر طبری کی کتاب "الدلائل" سے نقل کیا گیا ہے کہ جابر جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے احباب وغیرہ کی جماعت کے ساتھ مکہ کا سفر فرمایا۔ جب مقام عسفان پر پہونچے تو آپؑ کے دوستوں نے ایک جگہ آپؑ کا خیمہ نصب کردیا، جب اُس جگہ امام علیہ السلام تشریف لائے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہاں سے میرا خیمہ ہٹا کر دوسری جگہ نصب کیا جائے کیونکہ یہاں تو قومِ جنّ کا ایک گروہ جو ہمارے دوست اور شیعہ ہیں آباد ہے ہماری وجہ سے وہ پریشان ہوجائیں گے۔ جب ہم نے اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا اور خیمہ

اُٹھانا چاہا تو یکایک ایک غیبی آواز آئی جسے ہم نے سُنا لیکن متکلّم و منادی نظر نہ آتا تھا، کہ فرزندِ رسولؐ! آپ اپنا خیمہ یہاں سے نہ ہٹائیے، ہم اسے آپ کے لیے برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں اور ہماری جانب سے یہ ہدیہ بھی قبول فرمائیے۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ خیمہ کے ایک طرف ایک بڑی پلیٹ میں کچھ تشتریاں رکھی ہوئی ہیں جن میں انگور، انار، کیلے اور بہت سے دوسرے میوے رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ امامؑ نے اپنے ساتھیوں کو بُلا کر سب کے ساتھ میووں میں سے کچھ تناول فرمایا۔

(الامان من اخطار الاسفار والازمان ص۱۲۴ مطبوعہ نجفِ اشرف)

• ـــــ یہی روایت الخرائجؒ والجرائحؒ کے ص۲۲۸ پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ منقول ہے

(۳۷) ═══ ابوخالدِ کابلی اور معرفتِ امامؑ

جنابِ ابوبصیر راوی ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ابوخالد کابلی ایک عرصے تک جنابِ محمد حنفیہ کی خدمت میں رہے جنھیں اُن کی امامت میں ذرا شک نہ تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگے کہ میں آپ پر قربان، میرے دل میں آپ کی محبت و احترام ہے میں آپ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور جنابِ امیرالمومنین علیہ السّلام کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہوں کہ آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا آپ ہی وہ امام ہیں جن کی اطاعت خدا نے اپنی مخلوق پر واجب کی ہے۔؟

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ:

جناب محمد بن حنفیہ نے جواب دیا کہ اے ابوخالد! تم نے مجھے ایک بڑی قسم دے کر سوال کیا ہے تو سنو! حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام ہی میرے، تمھارے اور ہر مسلمان کے امام ہیں۔

جناب محمد حنفیہ کا یہ جواب سُن کر ابوخالد، حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السّلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہونچ کر ملاقات و زیارت کی اجازت چاہی۔ امام علیہ السّلام کو بتایا گیا کہ ابوخالد دروازے پر ہیں اور باریابی چاہتے ہیں۔

اجازت ملی، امام علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریب بیٹھ گئے۔

امام علیہ السّلام نے ابوخالد سے فرمایا "اے کنکر مرحبا" تم ہمارے پاس ملاقات کو بھی نہ آئے۔ آج کیا بات رونما ہوئی کہ تم نے اِدھر کا رُخ کیا۔؟

یہ سن کر ابوخالد سجدے میں چلے گئے اور شکرِ خداوندی بجالائے اور عرض کیا کہ

الحمد للہ کہ اُس نے میرے امام کو پہچاننے سے قبل مجھے موت نہیں دی۔

امام علیہ السّلام نے دریافت فرمایا کہ اے ابوخالد! تم نے اپنے امام کو کیسے پہچانا

ابوخالد نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اس نام سے مخاطب فرمایا جو میری ماں نے رکھا تھا، اور اس وقت یہ بات میرے ذہن میں بھی نہ تھی۔ میں ایک عرصہ سے جناب محمد ابن حنفیہ کی امامت کا قائل تھا، آج میں نے اُن کو حرمتِ جنابِ رسولِ خداؐ اور جنابِ امیرالمومنینؑ کا واسطہ دے کر اُن سے دریافت کیا تھا تب اُنھوں نے میری رہنمائی فرمائی اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہاں پہونچا تو آپ نے مجھے میرے اس نام سے پکارا، جو میری ماں نے رکھا تھا کسی اور کو اس نام کے بارے میں علم ہی نہ تھا، علاوہ ازیں جناب محمد حنفیہ نے بھی آپ کو اپنا اور تمام مسلمانوں کا امام بنا کر مجھ پر احسان فرمایا۔ کر ان باتوں سے مجھے آپ کے امام مفترض الطاعۃ ہونے کا یقین ہو گیا

(معرفتہ اخبار الرجال ص۷۹)

• ـــــ الخرائجؒ والجرائحؒ میں بھی یہی روایت مذکور ہے جسے تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ابوخالد نے امام علیہ السّلام سے کہا کہ جب میں پیدا ہوا تو میری ماں نے میرا نام وردان رکھا تھا جب میرے والدان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ کنکر نام رکھا جائے۔ خدا کی قسم آج تک آپ کے علاوہ کسی نے میرا یہ نام نہیں لیا۔ اس لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی اہل آسمان و زمین کے امام ہیں۔

مولّف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوجعفر بن نما نے کتاب شرح الثار میں بھی اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے جو بابِ حالاتِ مختار علیہ الرحمۃ میں مذکور ہے۔

(ذوب النضار فی شرح الثار)

(۳۸) ═══ باعجازِ امامؑ پانی جواہرات بن گیا اور مومنہ زندہ ہو گئی

مولّف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

کہ آئندہ ابواب میں بہت سی وہ روایات پیش کی جائیں گی جو امام زین العابدین علیہ السّلام کے معجزات ہی پر مشتمل ہیں۔ اس وقت اس عجیب و غریب واقعہ کا ذکر کرنا مقصود ہے جسے میں نے اپنے اصحاب کی مولفہ کتابوں میں دیکھا ہے۔

قصہ اس طرح سے ہے کہ بلخ کے نمایاں بزرگوں میں سے ایک مردِ مومن جب حجِ بیت اللہ کے لیے آتے تو روضۂ رسولؐ اللہ پر بھی حاضری دیا کرتے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتے تھے خدمتِ امامؑ میں اپنے شہر کے مخصوص تحفے پیش کرتے

نیز مسائلِ دین میں امام علیہ السلام سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے وطن لوٹ جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کی زوجہ نے کہا کہ میں برابر دیکھتی ہوں کہ آپ اپنے امام کی خدمت میں تحفے و ہدیے لے جایا کرتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے امام نے بھی کوئی انعام آپ کو دیا ہو۔؟ یہ سن کر وہ مومن بلخی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جن کے لیے میں وہ تحفے لیکر جاتا ہوں وہ تو دنیا و آخرت کے مالک ہیں جو کچھ دنیا والوں کے پاس ہے وہ سب کچھ اور اس کے ماسوا ان کے قبضے و تصرّف میں ہے اس لیے کہ وہ زمین پر خدا کے نائب اور اُس کے بندوں پر اُس کی حجت اور دلیل ہیں۔ وہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند اور ہمارے امام ہیں۔

اس کی زوجہ یہ سن کر نادم ہوئی اور اپنے شوہر کو ملامت کرنے سے باز آگئی۔

جب زمانۂ حج قریب آیا تو اس مردِ مومن بلخی نے حج کا ارادہ کیا، مکہ پہونچا حج سے فارغ ہو کر حسبِ معمول مدینۃ الرسول پہونچا، روضۂ رسولؐ پر حاضری دی اور بالآخر خدمتِ امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہو کر دست بوسی کی زیارت سے شرفیاب ہوا۔ اس وقت امام علیہ السلام کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا، آپؑ نے اپنے زائر مردِ بلخی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریکِ دسترخوان فرمایا۔

کھانے سے فراغت کے بعد امام علیہ السلام نے ہاتھ دھونے کے لیے آفتابہ اور طشت طلب فرمایا۔ مردِ مومن بلخی نے پانی سے بھرا ہوا آفتابہ اپنے ہاتھ میں اُٹھایا تاکہ امام علیہ السلام کے ہاتھ دھلائے لیکن آپؑ نے فرمایا کہ اے بھائی! تم ہمارے مہمان ہو، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم میرے ہاتھ دھلاؤ۔ مردِ مومن بلخی نے عرض کیا کہ مولا! میری خواہش یہی ہے کہ اپنے امامؑ کے ہاتھ دھلانے کا شرف حاصل کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اگر تمھاری یہی خواہش ہے تو خدا کی قسم میں بھی تمھیں وہ سب کچھ دکھاؤں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے اور تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

چنانچہ اُنھوں نے امام علیہ السلام کے دستہائے مبارک پر پانی ڈالنا شروع تا اینکہ وہ طشت پانی سے ایک تہائی بھر گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ طشت میں کیا ہے؟

مردِ مومن بلخی نے کہا، حضور پانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، نہیں نہیں، بلکہ یہ تو یاقوتِ سُرخ ہیں۔

جب اس نے طشت میں دیکھا تو اسے پانی کے بجائے یاقوتِ سُرخ نظر آئے اور وہ حیران ہوا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا، اور پانی ڈالو۔

مردِ مومن بلخی نے پانی ڈالنا شروع کیا، یہاں تک کہ طشت دو تہائی بھر گیا۔

امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا، بتاؤ طشت میں کیا ہے؟

مردِ مومن بلخی نے عرض کیا کہ حضور پانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، نہیں پانی نہیں بلکہ یہ تو زمرّدِ سبز ہیں۔

مردِ مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو واقعی وہ زمرّدِ سبز تھے۔

تیسری مرتبہ امام علیہ السلام نے فرمایا، پانی ڈالو۔ اور جب اس مرتبہ پانی سے پورا طشت بھر گیا تو امام علیہ السلام نے پھر وہی سوال کیا کہ اس میں کیا۔؟

مردِ مومن بلخی نے عرض کیا کہ حضور پانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، نہیں پانی نہیں بلکہ یہ تو سفید موتی ہیں۔

جب اُس مردِ مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو عرض کرنے لگا کہ فرزندِ رسولؐ آپ نے بالکل سچ ارشاد فرمایا، اس میں تو واقعی سفید موتی ہیں۔

اب اُس طشت میں تین قسم کے جواہرات موجود تھے، موتی، یاقوت اور زمرد۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران و ششدر ہو رہا تھا۔ امام علیہ السلام کے دستہائے معجز نما کو دیکھا اور فرطِ مسرّت سے بوسے دینے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، اے شیخ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کہ تمھارے تحائف کے بدلے میں کچھ دے سکتے۔ ان جواہرات کو اپنے تحائف و ہدایہ کا عوض سمجھ کر لے جاؤ اور ہماری طرف سے اپنی زوجہ سے معذرت کرنا اس لیے کہ اُس نے ہم پر خفگی کا اظہار کیا تھا۔

اس مردِ مومن بلخی نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا اور عرض کیا۔ مولا! آپ کو میری زوجہ کی اس گستاخی کی کس نے خبر دی۔ (یقیناً علمِ امامت سے آپ کو اس کا علم ہو گیا۔) بیشک آپ ہی اہلِ بیتِ نبوت ہیں۔ پھر وہ مردِ مومن بلخ یعنی اپنے وطن کے لیے امام علیہ السلام سے رخصت ہوا جب وہ اپنے گھر پہونچا تو سارا واقعہ اپنی زوجہ سے بیان کیا اور وہ تمام جواہرات اُس کے سامنے رکھ دیے اس کی زوجہ بیحد نادم و تائب ہوئی اور اپنے شوہر سے فرمائش ظاہر کی کہ مجھے بھی زیارتِ امام علیہ السلام سے شرفیاب کرے۔

مردِ مومن بلخی جب حج کے لیے روانہ ہوا تو اپنی زوجہ کو ہمراہ لے چلا۔ راستہ میں وہ بیمار ہو گئی اور مدینہ کے قریب پہونچ کر فوت ہو گئی۔ وہ مردِ مومن اس حادثۂ جانکاہ سے گھبرا کر سیدھا اپنے امام علیہ السلام کی خدمت میں جا پہونچا اور تمام حال سے آگاہ کیا۔

امام علیہ السلام یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز بارگاہِ الٰہی میں پیش کی اور کچھ دعائیں کیں۔ پھر فرمایا، اے شیخ بلخی تم اپنی زوجہ کے پاس جاؤ خدا وندِ عالم نے اُسے اپنی قدرتِ کاملہ سے دوبارہ زندہ کر دیا، کیونکہ وہ اللہ تو وہی ہے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑنے اور مردے میں جان ڈالنے والا ہے۔

وہ مومن فوراً ہی کھڑا ہوگیا اور جب واپس اپنی زوجہ کے پاس پہونچا تو دیکھا وہ صحیح وسالم بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ موت کے بعد تم کس طرح زندہ ہوگئیں۔؟

زوجہ نے کہا کہ فرشتۂ موت جب میری روح قبض کرکے عالمِ بالا کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا کہ اثناءِ راہ میں ایک جوانِ رعنا، جو شکل وشمائل میں ایسے تھے (یعنی اُس نے جناب امام علیہ السلام کا حُلیۂ مبارک بتایا، جس کی تصدیق اس کے شوہر نے کی، کہ یہ تو نے سچ کہا کیونکہ میرے امام عالیمقام علی ابن الحسین علیہ السلام بالکل ایسے ہی ہیں۔) آئے۔ جب ملک الموت نے انھیں آتے ہوئے دیکھا تو سلام بجالایا اور قدمبوسی کی اور مسلسل کہے جارہا تھا کہ اے اللہ کی حجت، اے زین العابدین (علیہ السلام) آپ پر سلام ہو۔

امام علیہ السلام نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا، اے ملک الموت! اس عورت کی روح اس کے جسم میں لوٹا دے۔ یہ ہمارے پاس آرہی تھی اور میں نے خداوندِ عالم سے درخواست کی ہے کہ اس کی زندگی میں تیس سال کا مزید اضافہ کردے اور بہتر زندگی عطا فرمادے۔

فرشتۂ موت نے عرض کیا، اے اللہ کے ولی! آپ کا حکم بسروچشم سمعاً وطاعۃً چشمِ زدن میں اس کی روح اس کے جسم میں واپس کرتا ہوں۔ اس کے بعد ملک الموت نے اُن کے ہاتھوں کے بوسے لیے اور وہاں سے رُخصت ہوا، تو میں نے اپنے آپ کو صحیح وسالم پایا۔

اپنی زوجہ کی زبانی یہ سب روئداد سُننے کے بعد زوجہ کے ہمراہ خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوا، آپ اُس وقت اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اُس کی زوجہ نے آپؑ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور کہا کہ بخدا یہی وہ بزرگ شخصیت جوان تھے جن کے حکم سے مجھے دوبارہ زندگی کے تیس سال عطا ہوئے اور جن کی قدمبوسی ملک الموت نے کی، یہ کہہ کر اس نے اپنے آپ کو امام علیہ السلام کے قدموں پر گرادیا، قدمبوسی کی اور کہا، یہی میرے مولا وآقا ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد وہ عورت جب تک زندہ رہی اپنے شوہر کے ساتھ جوارِ امام علیہ السلام ہی میں رہتی رہی تاآنکہ وہ دونوں دنیا سے رخصت ہوئے۔

٣٩ — معرفتِ امام علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب عبدالملک بن مروان تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے حجاج بن یوسف کو خط میں یہ تحریر کیا، "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: امیرالمومنین عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کے نام:۔ اما بعدُ: بنی عبدالمطلب کی جانوں کی طرف نگاہ کیے رہو اور اُن کا خون بہانے

سے پرہیز کرو۔ میں نے اولادِ ابوسفیان کو دیکھا ہے کہ جب ان کی حق تلفی کرنے لگے اور حد سے گذر گئے تو وہ تھوڑے ہی دن زندہ رہ سکے۔ والسّلام۔"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس نے اِس خط کو بڑے خفیہ اور رازدارانہ طریقے پر ارسال کیا تھا، مگر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کو اس خط کی اطلاع خداوندِ عالم نے بذریعے رسولؐ پہونچادی اور عبدالملک کا شکرگزار رہا، یہی وجہ تھی کہ اُس کی حکومت قائم رہی اور دیر تک وہ اپنے مُلک میں امن وسکون سے رہا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ناقِل ہیں کہ حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ نے اسی وقت عبدالملک کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں درج تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

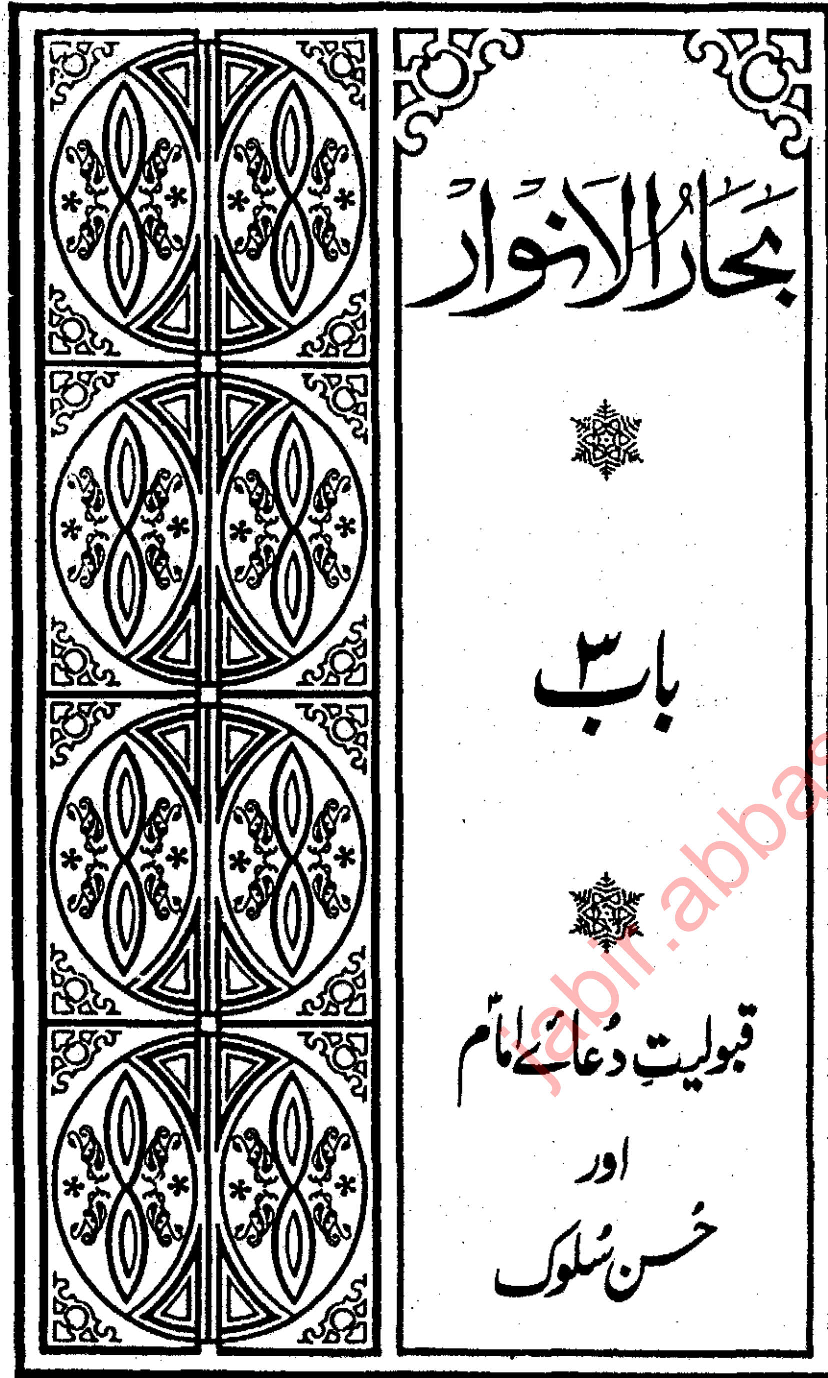
علیؑ ابن الحسینؑ کی طرف سے عبدالملک بن مروان کے نام

امّا بعد۔ تم نے آج بروز فلاں بساعت فلاں بماہ فلاں میں ایک خط حجاج بن یوسف کے نام اِس اِس مضمون کا لکھا ہے۔ مجھے اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دی ہے اور تمھارا شکریہ بھی ادا کیا ہے نیز تمھاری سلطنت کو استحکام بخشا ہے۔ فقط۔

آپؑ نے اس خط کو ملفوف کرکے اپنی مہر ثبت فرمادی اور اپنے ایک غلام کے ذریعے سے اس خط کو عبدالملک کی طرف روانہ کیا۔ عبدالملک نے اس خط کو کھولا، پڑھا اور پھر اپنے ارسال کردہ خط کے جملہ کوائف کو اس خط کے مطابق پایا تو امام زین العابدین علیہ السلام کی صداقت و سچائی کا دل سے معترف ہوگیا۔ بہت خوش ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حصولِ ثواب کی خاطر کچھ درہم وسواری پہونچائے۔

٤٠ — آلِ محمدؐ کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق

برسی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہمیں اپنے مخالفین پر کیوں فضیلت ہے جبکہ اُن لوگوں میں بھی کچھ لوگ خوبیوں کے مالک ہیں۔؟ امام علیہ السلام نے اُس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ دیکھو اب تمھیں دونوں کا فرق نظر آجائے گا۔ جب اس نے مسجد میں ان لوگوں پر نظر کی تو کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان مجھے پہلی ہی حالت پر پلٹا دیجیے مجھے تو مسجد میں ریچھ، بندر اور کتّوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ آپؑ نے اسکو پھر اسکی پہلی ہی حالت پر پلٹا کر فرمایا یہ ہیں ہمارے دشمنوں کی اصل شباہتیں (الخرائج والجرائح ص ٢٢٨)



بحار الانوار

باب ۳

قبولیتِ دعائے امامؑ
اور
حسن سلوک

① ═══ محبوبِ خدا کون ہے ؟

ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ ایک بار میں حج بیت اللہ کے لیے گیا اور میرے ہمراہ بصرہ کے عابدوں کی ایک جماعت تھی مثلاً ایوب سجستانی صالح مرّی، عتبہ غلام حبیب فارسی، اور مالک بن دینار وغیرہ۔

جب ہم مکّے میں آئے تو وہاں پانی کی کمی دیکھی اور بارش کی قلت کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ مکّے والے ہم سے فریادی ہوئے اور حاجیوں نے بھی اصرار کیا کہ بارش کیلئے دعا کی جائے۔ چنانچہ کعبہ میں آئے، اس کا طواف کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عاجزی و انکساری سے گڑگڑا کر دعائیں کیں لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔ اسی دوران میں ہم نے ایک جوان کو آتے ہوئے دیکھا کہ جو کسی وجہ سے رنج و غم میں پریشان نظر آتا تھا، ہم نے دیکھا کہ اُس جوان نے تیزی سے قدم بڑھائے اور کعبہ کا طواف کر کے ہمارے پاس آیا اور مخاطب ہوا، اے مالک بن دینار، اے ثابت بنانی، اے ایوب سجستانی، اے صالح مرّی، اے عتبہ غلام، اے حبیب فارسی، اے سعد، اے عمر، اے صالح اعمیٰ، اے رابعہ، اے سعدانہ اور اے جعفر بن سلیمانی!

ہم نے لبیک، لبیک کہا،

اُنھوں نے فرمایا، کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو خدا کا محبوب ہو اور اس کی دُعا قبول ہو سکے۔ ؟

ہم نے عرض کیا کہ دعا مانگنا ہمارا کام ہے اور قبول فرمانا اُس کا کام ہے۔

اُنھوں نے فرمایا، تم لوگ کعبہ سے ہٹ جاؤ، اگر تم میں سے کوئی بھی خداوندِ عالم کا پسندیدہ بندہ ہوتا تو خدا اُس کی دُعا کو قبول فرما لیتا۔

یہ کہہ کر وہ کعبہ میں داخل ہوئے سجدے میں گر گئے اور پھر ہم نے اُن کے یہ الفاظ سُنے کہ میرے مولا! تجھے اُس محبت کا واسطہ جو تجھے مجھ سے ہے ان کے لیے بارانِ رحمت کا نزول فرمادے "یہ سب پیاس سے پریشان ہیں"۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی اُن کی دعا پوری نہ ہوئی تھی کہ موسلادھار بارش ہونے لگی، گویا مشکِ الٰہی کا دہانہ کھُل گیا جو اُن کی دُعا کا منتظر تھا۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ کو یہ

کیسے معلوم ہوا کہ خداوندِ عالم کو آپ سے محبت ہے ؟

اُنھوں نے فرمایا، اگر اُسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے زیارتِ کعبہ کے لیے طلب نہ فرماتا، چونکہ اُس نے اپنے گھر کی زیارت کے لیے مجھے بُلایا ہے تو میں سمجھ گیا کہ اُسے مجھ سے محبت ہے۔ چنانچہ میں نے اُس سے اُسی محبت کا واسطہ دے کر سوال کیا تو اُس نے میری دُعا قبول فرمالی۔

اس کے بعد جناب امام علیہ السلام وہاں سے یہ اشعار پڑھ کر تشریف لے گئے

ترجمہ اشعار :- جسے خدا کی معرفت ہو اور اُسے اُس معرفت سے کچھ فائدہ نہ پہونچے تو وہ شخص بدنصیب ہے۔

- اطاعتِ الٰہی میں نقصان دہ امر بھی (درحقیقت ایک فائدہ ہے) بظاہر ایک نقصان ہے۔
- بندہ تقویٰ و پرہیزگاری کے بغیر جو کچھ کرتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے پوری پوری عزّت تو تقویٰ والے ہی کے لیے ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ مکّہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون تھے. ؟

اُن لوگوں نے کہا، کہ یہ امام علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام تھے

(الاحتجاج ص ۱۷۲ مطبوعہ نجف اشرف)

② ═══ ادائیگیٔ قرض کی فکر

منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کے پدر گرامی امام حسین علیہ السلام کے ذمّے تقریباً ستر ہزار دینار کا قرض واجب الادا ہے تو آپ اس قدر فکرمند ہوئے کہ آپ اکثر و بیشتر شب کی آب و غذا ترک کر دیتے تھے اور شب کو بیدار رہتے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ آپ اپنے پدرِ بزرگوار کی طرف سے قرض کے بارے میں پریشان نہ ہوں کیونکہ خداوندِ عالم نے چشمۂ بجنس کے عوض آپ کے پدرِ بزرگوار کے قرض کو ادا کر دیا ہے

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنے پدرِ عالی قدر کی اس جائداد کا علم نہیں جسے بجنس کہا جاتا ہے۔

جب دوسری شب آئی تو پھر یہی خواب دیکھا آپ نے اہلِ خانہ سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا، تو ایک خاتون نے بتایا کہ آپ کے پدرِ عالی قدر کا ایک رومی غلام تھا جسے

بجنس کہا جاتا تھا اُس نے مقامِ ذوخشب میں آپ کے لیے زمین کھود کر ایک چشمہ برآمد کیا تھا۔ چند دن گذرے تھے کہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے امام علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا کہ مقامِ ذوخشب میں آپ کے پدرِ بزرگوار کے ایک چشمہ کا ذکر مجھ سے کیا گیا ہے جو بجنس کے نام سے مشہور ہے اگر آپ اسے فروخت کرنا پسند فرمائیں تو میں اسے خریدنے کے لیے تیار ہوں۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ تو اسے پدرِ بزرگوار امام حسین علیہ السلام کے قرض کے عوض لے سکتا ہے اور اس بارے میں امام علیہ السلام نے اُسے ساری بات سے آگاہ فرما دیا چنانچہ اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے قبول کیا۔

③ ═══ قاتلینِ امام حسینؑ کے قتل پر امام علیہ السلام کا ہدیۂ تشکر

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ روزانہ خدا سے دُعا فرماتے تھے کہ وہ ان کے پدرِ بزرگوار کے قاتلوں کے قتل کی خبر سُنائے۔

چنانچہ جناب مختار نے قاتلانِ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے عبیداللہ ابنِ زیاد اور عمر ابنِ سعد کے سروں کو اپنے قاصد کے ذریعے سے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اور قاصد کو بتایا کہ امام علیہ السلام رات بھر نماز میں مشغول رہتے ہیں اور نمازِ صبح پڑھ کر سو جاتے ہیں اور جب سو کر اُٹھتے ہیں تو مسواک کرتے ہیں اور اس کے بعد آپ کے لیے ناشتہ لایا جاتا ہے۔ تو جب بیت الشرف پر پہونچے تو امام علیہ السلام کے بارے میں دریافت کرنا اگر تجھے بتایا جائے کہ آپؑ کے سامنے دسترخوان بچھا دیا گیا ہے تو اندر جانے کے لیے اجازت لے کر ان دونوں سروں کو امام علیہ السلام کے دسترخوان کے قریب رکھنا اور یہ کہنا کہ مختار نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ فرزندِ رسولؐ! خدا نے آپ کو آپ کے پدرِ بزرگوار کے خون کا بدلہ دے دیا۔

چنانچہ قاصد نے حکم کی تعمیل کی۔ جب امام علیہ السلام نے دسترخوان کے سامنے اُن قاتلانِ امامِ مظلوم کے سروں کو دیکھا تو سجدۂ خالق میں گر کر فرمایا الحمد للہ کہ اُس مالک نے میری دُعا قبول فرمائی اور پھر امیر مختار کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

④ ═══ حُرملہؒ کا انجام

کشف الغمہ میں کتاب الدلائل سے نقل کیا گیا ہے کہ منہال بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے دوران میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے منہال! حُرملہؒ ابنِ کاہلِ اسدی کس حال میں ہے۔

میں نے عرض کیا کہ مولا! میری کوفہ سے روانگی تک وہ زندہ تھا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا، پروردگارا! اُسے لوہے اور آگ کا مزا چکھا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ کی طرف واپس ہوا تو دیکھا کہ مختار بن ابی عبید نے وہاں خروج کر دیا تھا وہ میرے دوست تھے۔ میں انہیں سلام کرنے کے لیے سواری پر روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ اُنھوں نے اپنی سواری کا جانور طلب کیا اور روانہ ہو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ کوفہ کے ایک محلّہ کناسہ میں پہونچے اور اس طرح ایک مقام پر کھڑے ہو گئے گویا کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ وہ اصل میں حرملہ بن کاہلِ اسدی کی تلاش میں تھے۔ بس اتنی ہی دیر میں وہ حاضر کر دیا گیا۔ مختار اُس کو دیکھ کر بولے، الحمد للہ کہ اس نے مجھے تجھ پر تصرّف عنایت فرمایا۔ پھر ایک قصّاب کو بلا کر کہا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹو۔ اُس کے ہاتھ قطع کر دیے گئے۔ پھر حکم دیا کہ اب اس کے پیر کاٹو، پیر بھی قطع کر دیے گئے۔ پھر کہا آگ جلاؤ۔ اُس وقت بانس کا ایک گٹھا لایا گیا اور اس میں اُسے رکھ دیا گیا اور آگ لگا دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ جل کر خاک ہو گیا۔

منہال کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے سبحان اللہ کہا تو مختار میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے کہ تم نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا۔ میں نے جواب دیا کہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں گیا تھا۔ آپ نے حرملہ کے بارے میں مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ مولا! میں اسے کوفے میں زندہ چھوڑ کر چلا تھا۔ آپ نے ہاتھوں کو بلند کیا اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ پروردگارا! حرملہ کو لوہے اور آگ کا مزا چکھا دے۔

یہ سن کر جناب مختار بولے، اللہ اللہ، کیا تم نے خود امام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا، ہاں ہاں، میں نے خود امام علیہ السلام کے یہ الفاظ سُنے ہیں۔ یہ سُننا تھا کہ امیر مختار اپنی سواری سے نیچے اُتر آئے، دو رکعت نماز پڑھی اور اسے طول دیا پھر سجدے میں گئے اور دیر تک سجدے میں رہے پھر سر اُٹھایا اور اُٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے تا اینکہ وہ میرے گھر کے دروازے تک پہونچ گئے۔ تو میں نے کہا کہ اگر مناسب سمجھیں تو مجھ پر کرم ہوگا کہ کچھ کھانا تناول کریں۔

جناب مختار کہنے لگے کہ اے منہال تم نے مجھے بتایا ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں اور اُس مالک نے میرے ذریعے سے انھیں قبولیت کا شرف بخشا، پھر تم مجھے اپنے یہاں کھانے کے لیے کہہ رہے ہو۔ یہ دن تو میرے لیے شکرِ الٰہی میں روزہ رکھنے کا ہے کہ اُس مالک نے مجھے اس کی توفیق بخشی۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۱۲)

• ـــ مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجالسِ شیخ سے احوالِ مختار کے باب میں نقل کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ الفاظ دو بار ارشاد فرمائے کہ پروردگار اُسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا۔ پھر فرمایا تھا کہ پروردگارا! اُسے آگ کی گرمی کا مزا چکھا۔ چنانچہ دو مرتبہ سے غالباً حرملہ کے ہاتھ کاٹے جانے پاؤں کے قطع کیے جانے کی طرف اشارہ ہو۔ تو اس لحاظ سے تین دعائیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تین دعاؤں میں قتل بھی شامل ہو۔

⑤ ـــ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آپ کے خاندان کا ایک شخص آیا اور آپ کے لیے نازیبا اور بیہودہ الفاظ کہنے لگا۔ لیکن امام علیہ السلام نے کوئی لفظ نہ کہا خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ بدکلامی کر کے چلا گیا تو امام علیہ السلام نے حاضرینِ جلسہ سے فرمایا کہ تم نے وہ سب کچھ سُنا جو اُس شخص نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ اُس کے مکان پر چلو تاکہ تم میرا جواب بھی سن لو۔

راوی کا بیان ہے کہ ان سب نے کہا کہ ہم ضرور چلیں گے اور ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس سے کچھ کہیں۔ لہٰذا امام علیہ السلام نے نعلین پہنیں اور تشریف لے چلے اور آپ اِس آیت کی تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران آیت ۱۳۴)

ترجمہ: "(وہ غصّہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔)"

راوی کا بیان ہے کہ آپ اس کے گھر پہونچے۔ آواز دے کر اس کو بلایا۔ وہ شخص گھر سے اس انداز سے برآمد ہوا گویا وہ شرارت پر آمادہ ہے کیونکہ اس کے دل میں یہ بات آئی کہ امام میری باتوں کا بدلہ چکانے آئے ہیں۔ جیسے ہی وہ گھر سے برآمد ہوا امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا:

اے برادر! تم ابھی ابھی میرے پہونچے تھے اور میرے بارے میں تم نے نازیبا الفاظ استعمال کیے تھے اگر میرے اندر وہ باتیں موجود ہوں تو میں بارگاہِ الٰہی میں اپنی بخشش کا طالب ہوں اور اگر ایسا

نہیں ہے تو خدا تمھیں بخش دے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ الفاظ سُن کر اُس نے امام علیہ السلام کے قدموں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے آپ کے بارے میں کہا وہ عیوب آپ میں نہیں بلکہ مجھ میں موجود ہیں۔

(اعلام الوریٰ صـ ۱۵۴ کتاب الارشاد صـ ۲۷۳)

⑥ ـــ بیماروں کے ساتھ برتاؤ

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار امام زین العابدین علیہ السلام سواری پر جا رہے تھے کہ کچھ جذامیوں کے پاس سے گذرے جو بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے انھوں نے آپ سے بھی کھانے میں شرکت کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں روزے سے نہ ہوتا تو کھانے میں ضرور شریک ہوتا۔ چلتے وقت آپ نے اُن کو اپنے بیت الشرف پر کھانے کے لیے مدعو فرمایا۔ اور اہلِ خانہ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ کھانے میں صفائی وغیرہ کا لحاظ رکھا جائے۔

لہٰذا کھانا تیار ہو جانے کے بعد اُن جذامیوں کو بُلا کر کھانا کھلایا اور خود بھی اُن کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

(تنبیہ الخواطر صـ ۴۲۲)

• ـــ ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اس قدر قناعت پسند واقع ہوئے تھے کہ جب چند اشیاءِ خورد و نوش کے نرخ بڑھے اور آپ کو اس کی خبر دی گئی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مہنگائی کا ہم پر کیا اثر ہو سکتا ہے جبکہ ہم اللہ کے قانع بندوں میں سے ہیں۔

(کافی جلد ۵ صـ ۸۱)

• ـــ منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک بار اپنے غلام کو دو مرتبہ آواز دی لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ پکارنے پر اُس نے جواب دیا تو فرمایا کہ اے لڑکے کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟

اُس نے کہا کہ سُنی تو تھی۔

آپ نے فرمایا، پھر تم نے جواب کیوں نہ دیا؟

اُس نے کہا، میں آپ کے غصّہ سے بےخوف تھا اس لیے جواب نہ دیا۔

یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اُس خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے غلام کو مجھ سے بےخوف بنا دیا۔

(اعلام الوریٰ صـ ۱۵۴) (الارشاد صـ ۲۷۵)

(مناقب جلد ۳ صـ ۲۹۶)

• ـــ عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جب زید بن اسامہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟
انہوں نے کہا کہ مجھ پر پندرہ ہزار دینار کا قرض ہے اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے قرض ادا ہو سکے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، اس قرض کی ذمہ داری مجھ پر ہے تم بری الذمہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے وہ قرضہ ادا فرما دیا۔ (الارشاد صـ ۲۷۵)

• ـــ مناقب ابن شہر آشوب میں بھی یہی روایت حلیہ سے نقل کی گئی ہے اور اس میں زید بن اسامہ کے بجائے محمد بن اسامہ سے اس واقعہ کا تعلق بتایا گیا ہے
(مناقب جلد ۳ صـ ۳۰۱، حلیہ جلد ۳ صـ ۱۴۱)

۷ ـــ عبدالملک بن مروان کے تاثرات

زہری سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کے ہمراہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو عبدالملک آپ کی پیشانی پر سجدوں کا نشان دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو محمد! آپ کی عبادت میں محنت و مشقت آپ کے چہرے سے عیاں ہے (حالانکہ اس کی ضرورت نہیں۔) اس سے پہلے ہی خداوند عالم نے آپ کو بہترین صفات عطا فرما دی ہیں۔ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جگر ہیں اور آپ کی اصل اور نسب آنحضرتؐ سے قریب تر ہے اور مضبوط ہے آپ اپنے اہلِ بیت اور ہم عصروں کے مقابلہ میں بھی عظیم فضیلت کے مالک ہیں۔ علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ کے برابر یہ سعادت کسی کو اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہو سکی سوائے ان حضرات کے جو آپ کے اسلاف میں سے گذر گئے۔

چنانچہ عبدالملک آپ کے دوسرے فضائل بیان کرتا رہا جس پر امام علیہ السلام نے نے فرمایا کہ اے امیر! تو نے جو کچھ ہمارے لیے عطارِ خداوندی کا ذکر کیا اور ہمارے حق میں اس کی تائید و توفیق کو بیان کیا تو ان انعامات پر اُس ذات کا شکر کس طرح ادا ہو سکتا ہے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو دیکھو کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو پائے اقدس متورم ہو جاتے تھے اور روزوں کی حالت میں پیاس کی شدت سے لعابِ دہن خشک ہو جاتا تھا تو کہنے والے کہتے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا خداوند عالم نے آپ کے گذشتہ و آئندہ گناہ نہیں بخشے؟
آپؐ فرماتے تھے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ خدا کے لیے حمد ہے کہ اس نے اپنے

بندوں پر احسانات فرمائے اور اُن کی معذرت کو قبول فرمایا۔ دنیا و آخرت میں لائقِ حمد ہے تو اسی کی ذات ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور میری دونوں آنکھوں کے ڈھیلے روتے روتے آنسو بن کر بہہ جائیں تو خدا کی ان نعمتوں میں سے جن کا شمار ممکن نہیں، ایک نعمت کے دسویں حصے کا بھی شکر ادا نہیں کیا جا سکتا اور خدا کی حمد کرنے والے اس کی ایک نعمت کی حد کو نہیں پہونچ سکتے۔

خدا کی قسم رات دن اور خفیہ و ظاہری صورت میں کوئی چیز مجھے اُس کی یاد اور شکر سے غافل نہیں کر سکتی اور میں اُس کی عبادت میں اِس محنت و مشقت کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے اس حال میں دیکھے۔ اگر میرے گھر والوں اور دوسرے خاص و عام لوگوں کے حقوق میرے ذمے نہ ہوتے جنھیں ممکنہ حد تک پورا کرنا میری ذمے داری ہے تو میری نظریں آسمان کی طرف لگی رہتیں اور دل خدا کی جانب متوجہ رہتا، پھر یہ ہوتا کہ میں یہ دونوں حقوق ادا نہ کر سکتا اور خدا فیصلہ میرے خلاف ہوتا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عبدالملک بھی رونے لگا اور بولا کہ اُن دو شخصوں کے درمیان کتنا فرق ہے ایک وہ جو آخرت کا خواہشمند ہو اور اس کے لیے بھرپور کوشش کر رہا ہو۔ اور دوسرا وہ جو دنیا کی طلب میں لگا ہو کہ کہیں سے بھی مل جائے تو ایسے آدمی کو آخرت میں بھلائی اور نیکی کا حصہ نہ مِل سکے گا۔ پھر عبدالملک نے امامؑ سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا چنانچہ جس کے بارے میں امامؑ نے سفارش کی تھی عبدالملک نے اس کے بارے میں سفارش مان لی اور کچھ مال بھی ہدیہ کیا۔

۸ ـــ یا علی آپ ہی سید العابدین ہیں

کتاب الانوار سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مشغول تھے کہ ابلیس افعی (خطرناک ترین سانپ کی ایک قسم ہے جس کو افعی کہتے ہیں) کی شکل میں جس کے دس سر اور تیز دانت اور آنکھیں شرربار تھیں، آپ کے پاس آیا اور سجدہ گاہ پر بیٹھ کر اپنی گردن کو بلند کر کے امام علیہ السلام کو گھورنے لگا لیکن آپ نماز میں بیحد مشغول تھے اُس کی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا۔ اس کے بعد اُس نے آپ کے قدموں کی طرف جھپٹ کر پیر کی انگلیوں میں کاٹنا اور زہر شدید بھرنا شروع کیا لیکن اس کے باوجود آپ برابر نماز میں مشغول رہے اور آپ پر قطعاً اُس کی اِن حرکتوں کا اثر نہ ہوا۔ ابھی ابلیس اپنی ان حرکات میں مصروف کہ آسمان سے ایک شہاب جلا دینے والا اُس کی طرف لپکا۔ جب ابلیس نے یہ دیکھا

تو اُس شہاب سے خوفزدہ ہو کر چیخ ماری اور امام علیہ السلام کی پناہ میں اپنی اصلی شکل و صورت میں آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "اے علی! واقعی آپ ہی سید العابدین ہیں اور میں ابلیس ہوں بخدا میں نے حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک انبیاء کی عبادات بھی دیکھی ہیں لیکن آپ جیسا عابد میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ پھر وہ وہاں سے رفوچکر ہوا۔ امام علیہ السلام نماز میں برابر مشغول رہے اور اس کی طرف بالکل توجّہ نہ فرمائی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صـ ۲۷۷)

⑨ ــــ نماز کیلئے خوشبو کا استعمال

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ:
حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی مشک بھری ایک شیشی مسجد میں رکھی ہوئی تھی جب آپ نماز کے لیے تشریف لاتے تو اس میں سے خوشبو لگاتے تھے (الکافی جلد ۶ صـ ۵۱۵)

• ــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک غلام نے سردی کی ایک رات میں امامؑ کو ایک ادنی منقّش چادر اور عمامہ جو مشک و عنبر میں بسے ہوئے تھے اوڑھے ہوئے دیکھ کر عرض کیا، میں آپ پر فدا اِس سردی کی رات میں کہاں کا قصد فرمایا ہے؟
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجدِ نبوی کی طرف جا رہا ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کی قربت بھی حاصل ہوگی اور حور العین سے مخاطبہ بھی رہے گا۔ (الکافی جلد ۶ صـ ۵۱۷)

• ــــ ابنِ اسباط نے بنی ہاشم کے ایک غلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔
(الکافی جلد ۶ صـ ۵۱۶)

• ــــ ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام اپنا ایک پاؤں اپنی ران پر رکھے ہوئے بیٹھے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ مولا! لوگ تو اس طرح بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ خدائے متکبّر کی نشست ہے
آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ تھکن کی وجہ سے میں اس طرح بیٹھا ہوں اور خدا کو تو تھکن لاحق نہیں ہوتی اور نہ اُسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ (نفس المصدر جلد ۱ صـ ۶۶۱)

• ــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام جب سواری پر بیٹھتے تھے تو سرخ مخملی چادر اوڑھ لیا کرتے تھے۔ (الکافی جلد ۶ صـ ۵۴۱)

• ــــ اِن ہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ آپؑ تین مرتبہ بیمار ہوئے اور ہر مرتبہ وصیت فرمایا کرتے جب صحتیاب ہوتے تو اپنی اس ہی وصیت کو نافذ کرتے اور اس پر عملدرآمد ہوتا۔ (نفس المصدر جلد ۷ صـ ۵۶)

⑩ ــــ جابر بن عبداللہ انصاری کی امامؑ سے ملاقات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین علی ابنِ ابیطالبؑ علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ نے اپنے بھتیجے امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی کثرتِ عبادت سے ان کا حال متغیّر دیکھا کہ بہت زیادہ مشقّت برداشت کرتے ہیں تو جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہمارے تم پر کچھ حقوق ہیں اور کچھ تمھارے ہم پر۔
سردست میں چاہتی ہوں کہ صحابیٔ رسولؐ اللہ ہونے حیثیت سے تم میرے بھتیجے علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کو خدا اور رسولؐ کے واسطے سے سمجھاؤ کہ وہ اپنے جسم کو اس قدر مشقّت اور تعب میں ڈالتے ہیں کہ مجھے یہ خوف ہونے لگتا ہے کہ وہ اتنی شدت و کثرتِ عبادات سے اس جہان سے نہ گذر جائیں کیونکہ میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ وہ لبقیۃ اللہ اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسینؑ کی ایک نشانی ہیں۔

چنانچہ جابر بن عبداللہؓ امام زین العابدین علیہ السلام کے درِ دولت پر آئے تو اس وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام دوسرے نوجوانانِ بنی ہاشم کے مجمع میں دروازے پر موجود تھے۔ جابر نے پوچھا اے صاحبزادے آپ کون ہیں۔ تو فرمایا کہ میں محمدؐ بن علیؑ بن الحسین علیہ السلام ہوں۔
جابر یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ خدا کی قسم آپ ہی دنیا میں علوم کے نشر کرنے والے ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ذرا قریب تو آیئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نزدیک آئے تو جابر نے آپ کی عبا کا تکمہ کھولا اور آپ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بوسہ لیا اور اپنا منہ اور رخسار سینۂ مبارک پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے کہ میں آپ کو آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہونچاتا ہوں اُن کا حکم تھا کہ میں اس کام کو بجا لاؤں۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب تم میرے اُس فرزند سے ملوگے جس کا نام محمدؐ ہوگا اور جو علم و حکمت کی ترویج و اشاعت کرے گا، اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نابینا ہو جاؤ گے اور وہی فرزند تمھاری بینائی کو ایک بار پھر واپس لوٹا دے گا۔

یہ کہکر جابر نے عرض کیا کہ اپنے پدرِ بزرگوار سے میرے اندر آنے کی اجازت لے لیجیے۔ تاکہ شرفِ ملاقات حاصل ہو سکے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور اطّلاع دی کہ ایک بزرگوار دروازے پر کھڑے ہیں اور انھوں نے میرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا ہے۔ اور آنحضرتؐ ہمارے جدِ بزرگوار کا پیغام و سلام بھی پہونچایا ہے۔

یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا، بیٹا وہ جابر بن عبداللہ انصاری ہیں جو صحابیٔ رسولؐ اللہ ہونے کا شرف رکھتے ہیں جاؤ اور اُن کو بلا لاؤ۔

جناب جابر کو اندر آنے کی اجازت مل آکر دیکھا کہ امام علیہ السّلام محرابِ عبادت میں ہیں۔ امام علیہ السّلام نے صحابیٔ رسولؐ اللہ ہونے کی حیثیت سے جابر کی تعظیم کی، حالات دریافت فرمائے اپنے پہلو میں جگہ دی۔

پھر جابر نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! یہ تو آپ کے علم میں ہے کہ خدا نے جنّت کو آپ حضرات اور آپ کے دوستوں کے لیے پیدا کیا ہے اور جہنم کو آپ کے دشمنوں کے لیے خلق فرمایا ہے تو پھر عبادت میں یہ غیر معمولی مشقت کیوں ہے؟

امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ اے صحابیٔ رسولؐ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے جدِّ امجد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کوئی گناہ نہ کرتے تھے پھر عبادات میں اتنی محنت مشقّت اور ریاضت فرماتے تھے کہ پائے اقدس متورّم ہو جاتے۔ اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ پر کسی کا کوئی گناہ نہیں اگلی پچھلی خطائیں بھی نہیں ہیں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔؟

جب جناب جابرؓ نے یہ دیکھا کہ ان کے اس مشورے کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا تو کہا کہ فرزندِ رسولؐ! آپ اپنی جان کا خیال کیجیے۔ آپ تو اس گھرانے اور خاندان کے مخصوص فرد ہیں آپ ہی حضرات کے ذریعے سے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں سختی و رنج و بلا اور مصائب دور ہوتے ہیں آپ خود ہی اپنا خیال کریں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا، اے جابر! میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کے طریقے پر چلوں گا تا اینکہ میں اُن سے جا ملوں۔

اس کے بعد جابرؓ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم مجھے تو اولادِ انبیاء میں حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کے مثل سوائے فرزندِ حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ کے کوئی نظر نہیں آتا۔ خدا کی قسم حضرت علی بن الحسین علیہ السّلام کی اولاد و ذرّیت، حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ کی ذرّیت سے افضل ہے جن میں ایک وہ ہستی ہیں جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

(امالی ابن شیخ صـ ۲۰۷)

(۱۱) معمولاتِ امام علیہ السّلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام شب و روز میں ایک ہزار رکعت نمازیں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ جناب امیر المومنین علیہ السّلام کا طرزِ عمل تھا۔ آپؑ کی ملکیت میں پانچ سو درخت خرما تھے اور ہر درخت کے نیچے دُو دُو رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے جیسے ایک ادنیٰ غلام بادشاہِ صاحبِ جلال کے سامنے کھڑا ہو اور آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ خوفِ الٰہی میں آپ کے اعضا کانپتے تھے اور اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ گویا اب پھر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے گا ایک دن نماز میں مشغول تھے کہ آپ کی ردا ایک کاندھے سے کھسک گئی تو آپ نے اسے ٹھیک نہیں کیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک صحابی نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا، افسوس تمھیں خبر نہیں کہ میں اس وقت کس ہستی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ کسی بندے کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ خلوصِ دل سے ادا نہ کی جائے۔

صحابی نے عرض کیا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ ہم تو ہلاک ہو گئے

امام علیہ السّلام نے فرمایا، ہرگز نہیں۔ خداوندِ عالم نوافل کے بجالانے سے اس کمی کو پورا فرما دیتا ہے۔

• ـــ محتاجوں اور مساکین وغیرہ کی اس طرح خاطر مدارات کرتے اور اُن کا خیال رکھتے کہ آپ کی وفات کے بعد جب غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کی پشتِ مبارک پر ایک سیاہ داغ دیکھا جو محتاجوں اور مسکینوں کے لیے ان کی ضروریات کی اشیاء پشتِ مبارک پر لاد کر لیجانے کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

• ـــ داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ ایک دن آپؑ گھر سے باہر نکلے تو آپ ایک اونی منقش ردا اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک سائل نے اسے مانگا اور آپ نے فوراً اسے عطا فرما دی اور چلے گئے۔

• ـــ بروزِ عرفہ امام علیہ السّلام نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے مانگتے اور سوال کرتے پھر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم لوگوں پر کہ آج کے مبارک دن بھی خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے سوال کر رہے ہو جبکہ آج کے برکت والے دن اگر بچے پیدا ہوں تو وہ بھی نیک اور سعید ہوتے ہیں اور تم آج کے دن بھی اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے۔

(۱۲) آدابِ زندگی

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ اپنی مادرِ گرامی کے ساتھ

کھانا کھانے میں شرم محسوس فرماتے۔

چنانچہ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ نیک و صالح اور بہترین صلۂ رحم کرنے والے ہیں پھر آپؑ اپنی والدۂ ماجدہ کے ساتھ کھانا کیوں تناول نہیں فرماتے۔؟

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا ہاتھ اُس کھانے کی چیز کی طرف بڑھے جس کی رغبت سے میری والدۂ گرامی نے ہاتھ بڑھانے کا ارادہ بھی کیا ہو۔

• ـــ کسی شخص نے امام علیہ السلام سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ! میں آپ سے خدا کی خوشنودی کے لیے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کہ پروردگارا! میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے محبت کروں اور تو مجھ سے نفرت رکھتا ہو۔

• ـــ کسی نے آپ کی کنیز سے آپ کا حال دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ تفصیل سے بتاؤں یا مختصر طور پر؟

پوچھنے والے نے کہا کہ مختصر ہی بتاؤ

کنیز نے کہا، میں نے دن کا کھانا کبھی امام علیہ السلام کے سامنے نہیں رکھا اور رات کو آپ کے لیے کبھی بستر نہیں بچھایا۔

• ـــ ایک مرتبہ امام علیہ السلام ایسے لوگوں کی طرف سے گزرے جو آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ رُک گئے اور فرمایا۔ اگر تم بُرائی کے بیان کرنے میں سچے ہو تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو خدا تمھیں بخشے۔

• ـــ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس جب کوئی طالبِ علم آتا تو فرماتے تھے کہ مرحبا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر عمل کیا، پھر فرماتے کہ:

"طالبِ علم جب گھر سے نکلتا ہے تو اس سے پہلے کہ وہ زمین کی خشکی و تری پر اپنا قدم رکھے ساتوں زمینیں اُس کی تعریف و توصیف کرنے لگتی ہیں۔

• ـــ آپ کے گریہ و بُکا کا یہ عالم تھا کہ اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر بیس سال تک روتے رہے اور جب آپ کے سامنے کھانا یا پانی آتا تو گریہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک غلام نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! کب تک روئیے گا۔

آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ حضرت یعقوبؑ نبی کے بارہ فرزند تھے خدا نے اُن میں سے ایک فرزند کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا تو حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں روتے روتے

سفید ہو گئیں اور اس مصیبت میں بوڑھے ہو گئے تھے اور کمر جھک گئی تھی حالانکہ ان کے فرزند یوسفؑ دنیا میں موجود تھے اور میں نے اپنے پدرِ بزرگوار بھائی چچا اور اپنے گھرانے کے سترہ حضرات کو دیکھا کہ میری آنکھوں کے سامنے قتل ہوئے تو یہ غم میرے دل سے کس طرح بھلایا جا سکتا ہے

(الخصال جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

۱۳ ═ زہد و تقویٰ

سفیان بن عیینہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ زہری سے سوال کیا گیا کہ دنیا میں سب سے بلند مرتبہ زاہد کون ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ امام علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اس درجہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ زہری کو اس نزاع کے بارے میں بتایا گیا جو امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب محمد بن حنفیہ کے درمیان جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ کے اوقاف کے بارے میں تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ ولید بن عبدالملک کے پاس جاتے تو آپ پر ولید کی شرارت اور جناب محمد بن حنفیہ کی طرف اس کا رُجحان اور تعلق کا پتہ چل جاتا اس لیے کہ ولید اور جناب محمد بن حنفیہ کے درمیان دوستی ہے اور اس وقت ولید مکہ میں تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، افسوس کی بات ہے کہ حرمِ خدا میں ہوتے ہوئے میں خدا کے علاوہ کسی غیر سے حاجت بیان کروں۔ میں جب یہ پسند نہیں کرتا کہ خالقِ جہان سے دنیا کی کسی شے کا سوال کروں، تو پھر بھلا اپنے جیسے بندۂ خدا سے دنیا کی کسی چیز کا سوال کس طرح کر سکتا ہوں۔؟

زہری کہتے ہیں کہ خدا نے ولید کے دل میں امام علیہ السلام کی اتنی ہیبت ڈال دی کہ اُس نے جناب محمد بن حنفیہ کے خلاف فیصلہ دے دیا

۱۴ ═ دوست اور دشمن کی حالت

سفیان بن عیینہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ کیا آپ امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے ملے ہیں؟

اُنھوں نے کہا، ہاں، ہاں۔ میں نے کسی شخص کو اُن سے افضل و اعلیٰ نہیں پایا۔ بخدا مجھے تو آج تک اُن کا کوئی پوشیدہ دوست اور کھلا ہوا دشمن نظر نہیں آیا جس پر سفیان بن عیینہ نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے میں نہیں سمجھا۔

زہری نے پھر کہا کہ میں نے کسی دوست کو نہیں دیکھا کہ وہ آپ سے محبت رکھتا ہو مگر آپ کی فضیلت و کمال پر حسد نہ کرتا ہو، اور کسی دشمن کو نہیں پایا مگر وہ آپ کے نرم برتاؤ کی وجہ سے آپ کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش نہ آتا ہو۔ (نفس المصدر ص۸۸)

⑮ ـــ نماز میں امامؑ کی حالت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو گویا وہ درخت کے تنے کی طرح بے حس و بلا حرکت معلوم ہوتے تھے۔

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جب سجدہ میں جاتے تو آپ کا سرِ اقدس سجدے سے اس حالت میں اُٹھتا تھا کہ آنسو پسینہ کی طرح بہنے لگتے۔

(اعلام الوریٰ ص۱۵۳، الارشاد ص۲۷۲، مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۳ ص۲۸۳، حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص۱۳۲، علل الشرائع ص۸۸)

• ـــ ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام مدینہ سے مسجدِ کوفہ کا ارادہ کر کے تشریف لائے اور اس میں چار رکعت نماز پڑھی اور پھر اپنی سواری پر مدینہ ہی واپس ہو گئے۔

(تہذیب الاحکام جلد ۶ ص۳۲ مطبوعہ نجفِ اشرف)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ماہِ رمضان آتا تھا تو حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سوائے دعا، تسبیح و استغفار اور اللّٰہ اکبر کہنے کے زبان سے کچھ کلام نہ فرماتے تھے اور افطارِ صوم کے بعد بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے تھے کہ پروردگارا! جو تیری مشیت ہوئی میں نے وہی کیا۔ (الکافی جلد ۴ ص۸۸)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اتنے کمزور و ناتوان ہو گئے تھے کہ خطبۂ نکاح کو مختصر کرتے ہوئے ان الفاظ سے زیادہ نہ پڑھتے تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ ہم نے تیرا نکاح خدا سے شرط و عہد پر کر دیا۔ اور آپ خدا سے طلبِ مغفرت کرتے تھے (الکافی جلد ۵ ص۳۶۸)

• ـــ سفیان بن عیینہ راوی ہیں کہ ایک بارش کی سرد رات میں زہری کی ملاقات امام زین العابدین علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام پشتِ مبارک پر آٹا

اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ فرزندِ رسولؐ! آپ کی پشتِ مبارک پر کیا چیز ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں تو یہ اُس کے لیے زادِ راہ ہے جسے اُٹھا کر موضعِ حریر تک لے جا رہا ہوں۔

زہری نے عرض کیا کہ میرا یہ غلام آپ کا بوجھ اُٹھائے گا آپ یہ اس کے کاندھے پر رکھ دیں۔ آپؑ نے انکار فرمایا۔ زہری نے پھر عرض کیا کہ میں خود اُٹھائے لیتا ہوں آپ مجھے عنایت فرما دیں۔

آپؑ نے فرمایا، لیکن میں اپنے نفس کو اس سے چھٹکارا دینا نہیں چاہتا جو میرے سفر میں مجھے خلاصی دے اور میرے اس جگہ پہونچنے کو بہتر بنائے جہاں کا میں ارادہ رکھتا ہوں میں تمھیں خدا کے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو اور تمھارا جو کام ہے اُس کے لیے چلے جاؤ۔

چنانچہ زہری واپس ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو عرض کرنے لگے۔ فرزندِ رسولؐ! جس سفر کا آپ نے ذکر فرمایا تھا میں نے تو اس کی کوئی علامت نہیں دیکھی۔ کچھ آپ ہی اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ اے زہری! وہ موت کا سفر تھا جس کی میں نے تیاری کی تھی اور تم اُس کو نہ سمجھ سکے۔ موت کی تیاری انسان کو حرام کے ارتکاب سے محفوظ رکھتی ہے اور نیک کاموں میں جلدی اور عطا و بخشش پر آمادہ کرتی ہے۔ (علل الشرائع ص۸۸)

• ـــ ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نماز میں مشغول ہیں اور آپؑ کی ردا، آپ کے ایک کاندھے سے گر گئی مگر آپؑ نے اسے درست نہیں فرمایا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا، وائے ہو تم پر، تمھیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا؟ سنو! بندے کی نماز میں سے صرف اتنا ہی حصہ قبول ہوتا ہے جتنا وہ رجوعِ قلب سے پڑھتا ہے۔

• ـــ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام شب کی تاریکی میں ایک ٹوکری میں دنانیر و دراہم کی تھیلیاں لیکر اپنے بیت الشرف سے برآمد ہوتے، ایک ایک دروازے پر جا کر دق الباب کرتے جو گھر سے نکلتا اس کو کچھ دیتے۔ زندگی بھر آپ کا یہی دستور رہا۔ آپکی وفات کے بعد جب یہ سلسلہ ٹوٹا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ راتوں کی تاریکی میں یہ درہم و دینار تقسیم کرنے والے حضرت علی ابن الحسینؑ ہی تھے۔ (علل الشرائع ص۸۸)

• ـــ اسماعیل بن منصور نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام

علی ابن الحسین علیہ السلام کو جب غسل دیا گیا تو آپ کی پشتِ مبارک پر اونٹ کے گھٹنوں کی طرح نشانات دیکھے گئے۔ یہ اس لیے تھے کہ آپ اپنی پشتِ مبارک پر سامان لاد کر فقراء و مساکین کے گھروں پر شب کے اندھیرے میں پہونچایا کرتے تھے۔ (علل الشرائع ص ۸۸)

• — ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے عیال کے لیے اُن کی شدید خواہش کا خیال رکھتے ہوئے گوشت خرید کر لاؤں اُن کی یہ خواہش پوری کرنا میرے لیے زیادہ محبوب ہے کہ میں راہِ خدا میں کچھ غلام آزاد کروں۔

(الکافی جلد ۲ ص ۱۲)

• — حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام صبح سویرے روزی کی تلاش میں اپنے بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو کسی نے آپ سے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! کہاں کا ارادہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ اپنے عیال کے لیے صدقہ کی تلاش میں ہوں۔

کسی نے تعجب سے سوال کیا، کہ حضور آپ اور صدقہ لیں گے؟

آپؑ نے جواب دیا کہ جو شخص خدا سے حلال روزی کا طالب ہو تو وہ روزی اُس کے لیے خدا کی طرف سے صدقہ ہوتی ہے۔ (الکافی جلد ۲ ص ۱۲)

• — دعوت الراوندی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار میں سخت بیمار ہوا تو مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار امام حسین علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔

بیٹا! تمھیں کس چیز کی خواہش ہے؟

میں نے عرض کیا کہ مجھے اس امر کی خواہش ہے کہ میں اُن لوگوں میں سے ہو جاؤں کہ اپنے پروردگار سے بے سوچے سمجھے اس کام میں زبردستی نہ کروں جس کا انتظام اس نے میرے لیے کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم نے بہت عمدہ بات کہی ہے۔ تم تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ ہو گئے کیونکہ جب آپ آتشِ نمرود میں ڈالے گئے تو جبرئیلؑ نے اُن سے عرض کیا کہ اس وقت آپ کی کوئی حاجت ہے جسے پورا کیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں یہی جواب دیا تھا کہ میں خدا کو کوئی تاکیدی حکم نہیں دے سکتا، وہ میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کفالت کرنے والا ہے۔

(دعوت الراوندی)

(۱۶) — کَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ کی عملی تفسیر

یمن کے ایک شخص عبداللہ بن محمد نے عبدالرزاق سے نقل کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی ایک کنیز وضو کے لیے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ اُس کے ہاتھ سے لوٹا (آفتابہ) چھوٹ گیا جس سے آپ کا سرِ اقدس زخمی ہو گیا۔ آپ نے سرِ اقدس اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ کنیز فوراً ہی گویا ہوئی اور کہنے لگی خداوندِ عالم کا ارشاد ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اور کچھ لوگ) غصّے کو پی جانے والے ہوتے ہیں" (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۴)

• آپؑ نے فرمایا، میں نے اپنے غصّے کو پی لیا۔

• کنیز نے پھر کہا " وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ " (وہ لوگوں کو معاف کرنے والے (بھی ہوتے ہیں) (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۴)

• آپؑ نے فرمایا، خدا تجھے معاف فرمائے (گا)

• کنیز نے پھر کہا، وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور اللہ (تو) نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔) (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۴)

• آپ نے ارشاد فرمایا، جا، میں نے تجھے عنداللہ آزاد کیا۔

(امالی صدوق ص ۲۰۱)

• — الارشاد اور مناقب میں بھی مذکورہ روایت اسی طرح تحریر ہے

(الارشاد المفید ص ۲۴۲) (مناقب جلد ۳ ص ۲۹۶)

• — حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک مسخرا اپنی فضول حرکتوں سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا اُن کو ہنسایا کرتا تھا۔ ایک دن امام علی ابن الحسین علیہ السلام کو دیکھ کر کہنے لگا، انہیں ہنسانا میرے لیے مشکل امر ہے۔

چنانچہ جناب امام علیہ السلام اپنے احباب و اصحاب کے ہمراہ جب اُس کے قریب پہونچے تو اُس نے آپ کی گردن میں پڑی ہوئی رِدا کھینچ لی اور چل دیا۔ امام علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی لیکن لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے وہ ردا لے آئے اور اُسے بھی پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا، حضور یہ مدینہ کا ایک مسخرا ہے لوگوں کو اپنے تمسخر سے ہنساتا ہے

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اس سے کہو کہ خدا کی طرف سے ایک دن مقرر ہے جس میں فضول حرکتیں کرنے والے نقصان میں رہیں گے۔

(امالی شیخ صدوق صـ۲۲۰)

• ـــ یہی روایت مناقب ابن شہر آشوب میں بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

(مناقب جلد ۳ صـ۲۷۹)

⑰ ═══ سفر میں اپنے تعارف سے گریز کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام عموماً ایسے آدمیوں کے ہمراہ سفر اختیار کرتے تھے جو آپ کو پہچانتے نہ ہوں اور اُن سے یہ شرط کر لیتے کہ وہ اس جماعت کی ہر وہ خدمت کریں گے جس کی انھیں ضرورت ہوگی۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک ایسے گروہ کے ہمراہ سفر اختیار کیا کہ جس کے ایک شخص نے آپؑ کو پہچان لیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ تمھیں معلوم ہے یہ کون بزرگ ہیں؟

وہ کہنے لگے کہ ہم تو انھیں نہیں جانتے۔

اُس نے کہا، یہ جناب علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔

یہ سُن کر وہ لوگ جلدی سے امام علیہ السلام کی دست بوسی کے لیے لپکے آپ کی دست بوسی کی اور بولے کہ فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ کا یہ ارادہ تھا کہ اگر ہم سے آپ کی شان میں کوئی بھی نازیبا بات ہو جاتی تو ہم آتشِ جہنم میں جلتے اور قیامت تک ہلاکت میں پڑے رہتے۔ حضور یہ ارشاد فرمائیے کہ آپؑ نے ایسا کس لیے کیا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کیا جو مجھے جانتے تھے۔ اُنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے میرے ساتھ ایسی مہربانیاں کیں جن کا میں مستحق نہ تھا۔ اب مجھے اس کا ڈر رہا کہ تم لوگ بھی ایسا ہی کرو گے چنانچہ مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ میں اپنے آپ کو تم سے متعارف کراؤں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۱۴۵)

⑱ ═══ ہر دن مجھ سے آٹھ اُمور کا متقاضی ہوتا ہے

شقیق بلخی نے بعض اہلِ علم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے کس حال صبح کی۔؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ میری صبح اس حالت میں ہوئی کہ مجھ سے آٹھ امور کا تقاضا ہے کہ انھیں پورا کروں۔ ایک تو خدا کی ذات ہے جو مجھ سے فرائض کی بجا آوری کی طالب ہے۔ دوسرے: آنحضرتؐ اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپؐ کی سنّت پر عمل کروں۔ تیسرے: اہل و عیال اپنی روزی کے طلب گار ہیں۔ چوتھے: نفس خواہشات کی تکمیل کا خواستگار ہوتا ہے: پانچویں: شیطان اپنی پیروی کی طرف بُلاتا ہے۔ چھٹے: کاتبانِ اعمال، عمل کی سچائی اور خلوص چاہتے ہیں۔ ساتویں: ملک الموت روح کا طلب گار ہے۔ آٹھویں طلب یہ ہے کہ قبر میرے جسم کو اپنے اندر رکھنا چاہتی ہے۔ یہ روزانہ کے مطالبات ہیں جن میں میں مطلوب و ماخوذ ہوں۔

(امالی ابن شیخ صـ۴۱۰)

• ـــ مروی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کلام الٰہی بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے لیکن آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ جناب امام علی ابن الحسین علیہ السلام تلاوتِ قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی خوش الحانی کو سن کر قریب سے گزرنے والوں پر محویت طاری ہو جاتی تھی۔ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اگر امام زین العابدین علیہ السلام اپنے حسنِ قرأت کو ذرا بھی مخصوص طریقے پر ظاہر فرما دیتے تو لوگ اسے برداشت نہ کر سکتے تھے۔ یہی بات ہر امام کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر وہ اپنی خوش الحانی معمولی سی بھی لوگوں پر ظاہر کر دے تو کوئی شخص برداشت نہیں کر سکتا۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز کی امامت میں بلند آواز سے قرأت نہ فرماتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ اپنے پیچھے نماز گزاروں سے اتنا ہی بوجھ اُٹھواتے تھے جتنا وہ برداشت کر سکتے تھے۔ (الاحتجاج صـ۲۱۵)

• ـــ کافی میں محمد نوفلی سے اسی طرح مذکور ہے۔ (الکافی جلد ۲ صـ۶۱۵)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام تمام لوگوں سے بہتر آواز میں تلاوتِ قرآن مجید فرمایا کرتے تھے۔ پانی پلانے والے سقے اِدھر سے گزرتے تو آپ کے دروازے پر رُک جایا کرتے تھے اور کان لگا کر آپ کی قرأت کو سُنتے تھے۔ اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی لوگوں میں سب سے بہتر خوش الحان اور قاری تھے۔ (نفس المصدر جلد ۲ صـ۶۱۶)

⑲ حج کی سواری کے جانوروں کا مقام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے اپنے اس ناقے پر بیس حج کیے ہیں لیکن کبھی اس کو ایک کوڑا تک نہیں مارا جب یہ ناقہ مر جائے تو تم اس کو دفن کر دینا تاکہ جنگلی جانور اس کا گوشت نہ کھا جائیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی اونٹ یا اونٹنی ایسی نہیں کہ جس پر سوار ہو کر سات حج کیے گئے ہوں اور وہ مقام عرفات میں ٹھہرے ہوں مگر یہ کہ خداوندِ عالم اسے جنّت کا جانور قرار دے گا اور اُس کی نسل میں برکت دے گا۔

لہٰذا امام محمد باقر علیہ السلام نے اس ناقے کی موت کے بعد اسے ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ (ثواب الاعمال صــ۴۶ مطبوعہ بغداد)

⑳ امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے

محمد حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب امام علی ابن الحسین علیہ السلام اور آپ کے اہلِ بیتؑ یزید ملعون کے سامنے لائے گئے تو ایک بوسیدہ مکان میں مقید کیے گئے تو کچھ کہنے والوں نے کہا کہ ہمیں اس گھر میں اِس لیے قید کیا گیا ہے کہ یہ گھر ہم پر گر پڑے اور ہم سب اس کے نیچے دب کر مر جائیں جس پر ایک قید خانے کے رومی محافظ نے اپنی زبان میں اپنے ساتھی سے گفتگو کی کہ ان لوگوں کو مکان کے گر جانے کا خوف ہے حالانکہ کل یہ اس گھر سے نکال کر قتل کر دیے جائیں گے۔ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں میں سوائے میرے کوئی بھی رومی زبان (جس کو غیر زبان کہتے تھے) نہیں سمجھتا تھا۔ (بصائر الدرجات جزء ۷ باب ۱۲)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام اس انداز سے راہ چلتے تھے کہ دائیں بائیں کو حرکت نہ ہوتی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا گویا آپ کے سر پر طائر بیٹھا ہوا ہے کہ ذرا سی حرکت پر وہ اُڑ جائے گا۔

(المحاسن صــ۱۲۵ مطبوعہ ایران)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کو شہد پیش کیا گیا تو آپ نے اسے نوش کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے علم ہے جہاں سے یہ شہد آیا ہے اور اُس مقام کا بھی پتہ ہے جہاں سے نکالا گیا ہے اور جس بستی سے مہیا کیا گیا ہے (بصائر الدرجات)

• ـــ ابو خالد کابلی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ جب بنی عباس نے فرات کے کنارے شہر کی بنیاد ڈالی تو اس کے بعد وہ ایک سال تک باقی رہ سکے۔

(کمال الدین صــ۲۶۸)

• ـــ بعض اصحاب سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام حج اور عمرہ کے لیے مکّہ کا سفر کرتے تھے تو زادِ راہ کے لیے اپنے ساتھ بادام شکر اور نمکین اور میٹھے ستو لے جاتے تھے۔

• ـــ یہی روایت عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

(المحاسن صــ۳۶۰)

• ـــ حمزہ بن حمران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس دن حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام روزہ رکھتے تو بکری ذبح کر کے ہانڈیوں میں پکواتے اور پھر اُس پکے ہوئے سالن کو ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتے اور خود افطار کیلئے خرمے اور روٹی منگاتے، اور یہ آپ کا رات کا کھانا ہوتا تھا۔ (المحاسن صــ۳۹۶)

• ـــ مناقب ابن شہر آشوب میں بھی معمولی تبدیلی کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح منقول ہے۔ (مناقب جلد ۳ صــ۲۹۴)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے اپنی سواری کا جانور سو دینار میں فروخت کر دیا تاکہ اس سے وہ اپنی بخشش و عطا میں دوسروں پر غالب رہیں۔ (المحاسن صــ۶۳۹)

• ـــ داؤد بن فرقد سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام کی شہادت اور آپؑ کے فرزند حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شام کی طرف قید ہو کر جانے کا ذکر آ گیا تو فرمایا کہ جب آپ اور آپ کے اہلِ بیتؑ قید خانے میں داخل ہوئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اس دیوار کی تعمیر کتنی اچھی ہے جس پر رومی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جسے امام زین العابدین علیہ السلام نے پڑھا۔ رومی محافظ میں گفتگو کرنے لگے کہ ان لوگوں میں کوئی مقتولین کے خون کے بدلے کا اِن سے زیادہ حقدار ہو؟ یعنی امام زین العابدینؑ کی طرف ان کا اشارہ تھا۔ (بصائر الدرجات باب ۱۲ جلد ۷)

(۲۱) ـــ ہمارا محب ہمارے لیے باعثِ عیب نہ ہو

ابنِ شہاب زہری سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام نے جو خاندانِ بنی ہاشم میں افضل شخصیت تھے مجھ سے فرمایا کہ تم ہم سے وہ محبت رکھو جو اسلامی قانون کی حدود میں ہو، تمہاری ہم سے محبت ایسی ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے لیے عیب کا باعث نہ ہو اور ہماری ناخوشی کا باعث بھی نہ ہو۔

(الارشاد المفید صـ۲۷۱) (حلیۃ الاولیاء، جلد ۳ صـ۱۳۶)

وضاحت: مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ غالباً اس سے یہ مراد ہے کہ محبتِ آلِ محمد علیہم السلام میں غلو سے کام نہ لیا جائے اور قانونِ اسلام کے موافق ہو اور اس سے خارج نہ کر دے یعنی بقولِ جناب امام علیہ السلام تمہاری محبت ہم سے اس انداز پر ہونی چاہیے جس میں تم حدود سے تجاوز نہ کرو اور ہمارے بارے میں وہ باتیں کرنے لگو جو ہمیں بھی پسند نہ ہوں اور ایسی صورت میں تم ہمارے لیے عار و ننگ کا باعث بن جاؤ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری طرف تمہاری منسوب کردہ باتوں کا حوالہ دے کر لوگ ہم پر عیب لگائیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ افراط و تفریط کی درمیانی راہ اختیار کی جائے۔

• ـــ عبداللہ بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میری والدہ دخترِ امام حسین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ماموں حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی صحبت اختیار کروں۔ لہٰذا میں جب بھی امام علیہ السلام کی خدمت گیا نیکی ہی لے کر اٹھا۔ میں نے آپؑ کی حالت خوفِ الٰہی میں دیکھی تو میرے دل میں بھی خدا کا خوف پیدا ہوگیا۔ مجھے آپ سے علم بھی ملا جس سے مجھے فوائد ہی حاصل ہوئے۔

(نفس المصدر صـ۲۷۱)

• ـــ عبداللہ بن وہب سے مروی ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے سامنے آپ کے فضائل بیان کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ بس ہمیں اتنی ہی فضیلت کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح بندوں میں شمار کیے جائیں۔

(الارشاد صـ۲۷۲)

(۲۲) ـــ فضائلِ امامؑ بزبانِ امامؑ

سعید بن کلثوم راوی ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کا ذکر آگیا تو امام علیہ السلام نے آپؑ کے ایسے فضائل بیان فرمائے جن کے آپؑ اہل تھے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی زندگی میں

دنیا کی کوئی حرام شے کبھی نہیں کھائی تاآنکہ آپ اس جہان سے رخصت فرما گئے۔ آپ کے سامنے ہمیشہ ہر کام میں دو ہی باتیں رہتی تھیں ایک رضائے خداوندی، جس پر آپ (اپنے دین میں) سختی سے کاربند رہے اور دوسرا کام حفاظتِ رسولؐ اللہ اور یہ بھی رضائے رب سے علیحدہ کوئی بات نہ تھی آپؑ نے ان دونوں کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اپنے مالک کو کبھی ناخوش نہ کیا اور رسولؐ اکرم کی حفاظت سے کبھی دریغ نہ کیا۔ کون نہیں جانتا کہ آپ کی غذا سوکھے ٹکڑے یا پھیکے ستو کے علاوہ کچھ نہ تھی۔ موٹا لباس پہننا پسند فرماتے۔ آپ کی اولاد میں اگر کوئی آپ کے لباس اور علم فقہ میں آپ سے مشابہت رکھتا تھا تو وہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام یعنی آپؑ کے پوتے تھے۔

(۲۳) ـــ عبادت میں اپنے جدِ امجد سے مشابہت

ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے، جو عبادت کے درجۂ کمال پر فائز تھے اپنے پدرِ بزرگوار کو دیکھا کہ رات میں جاگنے کی وجہ سے اور عبادت میں خضوع و خشوع کے باعث آپ کا رنگ زرد ہوگیا ہے اور کثرتِ گریہ کی وجہ سے آنکھیں متورم ہیں۔ ناک اور پیشانی سجدوں سے زخمی اور کھڑے رہنے کی وجہ سے پیروں پر ورم آگیا ہے۔ تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپؑ کی یہ حالت دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور بیساختہ آنسو رواں ہو گئے۔ اور میں نے پدرِ عالیقدر کو دیکھا کہ آپ کچھ متفکر ہیں پھر آپ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا، بیٹا! ذرا وہ صحیفہ تو لاؤ جس میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی عبادت کا ذکر ہے۔ میں نے فوراً آپ کی خدمت میں وہ صحیفہ پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں کچھ پڑھا اور پھر بے چین ہو کر اسے رکھ دیا اور فرمایا کہ کس میں طاقت ہے جو جناب امیر المومنین علیہ السلام جیسی عبادت کا تصور بھی اپنے ذہن میں لا سکے۔

(الارشاد صـ۲۷۲)

(۲۴) ـــ امام علیہ السلام کی دُعا

عبداللہ بن محمد تمیمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبد القیس کے ایک بزرگ سے سنا جو بیان کرتے تھے کہ طاؤس کہتے ہیں کہ ایک رات میں حجرِ اسود کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام تشریف لائے اور نماز میں مصروف ہو گئے جب سجدے میں گئے تو میں نے خیال کیا کہ یہ اہلِ بیتِ خیر میں سے مردِ صالح معلوم ہوتے ہیں۔ میں ان کی دعا کو غور سے سنوں گا۔ چنانچہ میں نے سنا کہ سجدے میں اس طرح دعا فرما رہے تھے کہ:

عُبَيْدُكَ بِفِنَائِكَ مِسْكِيْنُكَ بِفِنَائِكَ فَقِيْرُكَ بِفِنَائِكَ سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ

(اے اللہ!) تیرا بندہ حقیر، تیرا مسکین، تیرا فقیر و محتاج اور تجھ ہی سے سوال کرنے والا تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہے۔

طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے ان دعاؤں کا جب بھی کسی پریشانی میں وِرد کیا خداوندِ عالم نے میری مشکل کو حل فرمایا۔ (الارشاد ص ۲۷۲)

۲۵ مناجاتِ امام علیہ السلام

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک رات میں کعبہ کے طواف میں مشغول تھا کہ ایک خوبصورت و خوش مزاج نوجوان تشریف لائے جن کے دو گیسو لٹک رہے تھے اور کعبہ کے پردوں کو تھام کر کہہ رہے تھے کہ ''آنکھیں سو چکی ہیں ستارے بلند ہو گئے ہیں اور تو وہ بادشاہ ہے جو زندہ اور سارے جہان کا سنبھالنے والا ہے بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور اُن پر پہرے دار کھڑے ہیں لیکن تیرا دروازہ سوال کرنے والوں کے لیے کھلا ہوا ہے۔ میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ اے ارحم الرّاحمین! تو مجھ پر رحمت کی نظر فرمائے۔

اس کے بعد آپؑ نے اشعار میں اس طرح مناجات کی۔

يَا مَنْ يُجِيبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلَمِ
يَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰى مَعَ السَّقَمِ
• اے تاریکیوں میں بھی پریشاں حال کی دعا کو قبول فرمانے والے اور اے دکھ درد کو دور کرنے والے!

قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَيْتِ قَاطِبَةً
وَأَنْتَ وَحْدَكَ يَا قَيُّومُ لَمْ تَنَمِ
• تیری طرف آنے والے کعبہ کے گرد سو چکے ہیں اور تو ہی وہ ذات ہے اے قیّوم! کہ جس کو نہ نیند آتی ہے (نہ اونگھ) جو سب کی نگہبانی کرتا ہے۔

أَدْعُوكَ رَبِّ دُعَاءً قَدْ أَمَرْتَ بِهِ
فَارْحَمْ بُكَائِي بِحَقِّ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ
• میں تجھ ہی سے دعا کرتا ہوں جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے کعبہ اور حرم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ میری گریہ و زاری پر رحم فرما۔

إِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَا يَرْجُوهُ ذُو سَرَفٍ
فَمَنْ يَجُودُ عَلَى الْعَاصِينَ بِالنِّعَمِ
• اگر خطا کار تیرے عفو و بخشش کی اُمید نہ رکھے تو گنہ گاروں پر کون ہے انعام و اکرام کرنے والا۔''

راوی کا بیان ہے کہ میں ان نوجوان کے پیچھے پیچھے گیا تو دیکھا کہ وہ امام زین العابدین علیہ السّلام ہیں

طاوس فقیہ راوی ہیں کہ میں نے عشاء کے وقت سے صبح تک حضرت امام علی بن الحسین علیہ السّلام کو طوافِ کعبہ اور عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب آپ نے خانۂ کعبہ میں بالکل تنہائی محسوس فرمائی تو آسمان کی طرف نگاہ کی اور بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کیا۔

"إِلٰهِي غَارَتْ نُجُومُ سَمَاوَاتِكَ وَهَجَعَتْ عُيُونُ أَنَامِكَ

اے میرے خدا! تیرے آسمان کے ستارے ڈوبنے لگے اور تیری مخلوق نیند کے عالم میں ہے

وَأَبْوَابُكَ مُفَتَّحَاتٌ لِلسَّائِلِينَ جِئْتُكَ لِتَغْفِرَ لِي وَ

اور تیرے (اجابتِ دعا کے) دروازے سائلوں کیلئے کھلے ہوئے ہیں میں تیرے پاس حاضر

تَرْحَمَنِي وَتُرِيَنِي وَجْهَ جَدِّي مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

ہوا ہوں تاکہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور میدانِ قیامت میں مجھے میرے

فِي عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ

جدِّ امجد حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت نصیب فرما۔"

اس کے بعد امام علیہ السّلام نے گریہ فرمایا اور عرض کیا کہ پروردگارا! تیری عزت و جلال کی قسم میں نے اپنی نافرمانی سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور میں نے تیری نافرمانی اس وجہ سے نہیں کی کہ مجھے تیری عظمت کے بارے میں کوئی شک پیدا ہو گیا ہو اور نہ میں تیری سزا سے بے خبر تھا اور نہ اس میں کوئی تعرّض و مخالفت تھی بلکہ" اگر نافرمانی ہوئی ہے تو اس لیے کہ" نفس نے میرے لیے اس معصیت کو مزیّن کر کے پیش کیا اور اس کے کرنے میں تیری پردہ پوشی نے مجھے گناہ پر جرأت دلائی، اب تیرے عذاب سے مجھے کون چھڑا سکتا ہے۔ اگر تیری رسّی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی تو کون ہے کہ میں جس کی رسّی کا سہارا لے سکوں۔ افسوس کیسی شرم کی بات ہوگی جب قیامت میں تیرا سامنا ہوگا اور گناہوں کے ہلکے بوجھ والوں سے کہا جائے گا کہ تم گزر جاؤ اور بھاری بوجھ والوں (گناہگاروں) کو حکم ہوگا کہ تم ٹھہر جاؤ۔ تو کیا میں ہلکے بوجھ والوں (نیکوں) کے ساتھ گذر جاؤں گا (یا گناہگاروں کے) بھاری بوجھ والوں کے ساتھ ٹھہرا رہوں گا۔ میری عمر جتنی طویل ہوئی گناہوں کی زیادتی ہوتی رہی اور میں توبہ نہ کر سکا۔ کیا مجھے اپنے پروردگار سے شرم نہ آئے گی۔

پھر امام علیہ السّلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے۔

أَتُحْرِقُنِي بِالنَّارِ يَا غَايَةَ الْمُنٰى ❊ فَأَيْنَ رَجَائِي ثُمَّ أَيْنَ مَحَبَّتِي

اے امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلائے گا ❊ اگر ایسا ہے تو پھر میری امید اور میری محبت کہاں رہی

آتیتُ باعمال قباح زریّۃ ❊ وما فی الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتی

ناکارہ اور اعمالِ قبیحہ لے کر آیا ہوں ❊ اور مخلوق میں مجھ جیسا گنہگار کوئی نہیں ہے

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے پھر گریہ و زاری شروع کی اور عرض کیا کہ پروردگارا! تیری ذات کتنی پاک و پاکیزہ ہے تیری نافرمانی کرنے والے اس طرح نافرمانی کرتے ہیں کہ گویا تو دیکھتا ہی نہیں اور تیری بُردباری اور درگزر اس حد پر ہے گویا تیری نافرمانی ہی نہیں ہوئی تو اپنی مخلوق سے حسنِ سلوک کے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے گویا تو ان کی احتیاج رکھتا ہے حالانکہ اے مولا و آقا تو ان سب سے بے نیاز ہے۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام سجدے میں چلے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں امامؑ کے قریب آیا اور آپؑ کے سرِ اقدس کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس قدر رویا کہ میرے آنسو امامؑ کے رخسارِ مبارک پر گرے اور آپؑ نے اپنی چشمہائے گریہ کناں کھول کر مجھے دیکھا اور فرمایا کہ مجھے کس نے ذکرِ الٰہی سے روک دیا۔ میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! میں طاؤس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، مولا! آپ کیوں اس قدر گریہ و زاری فرما رہے ہیں؟ یہ تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس طرح آنسو بہائیں اس لیے کہ ہم خطا کار اور گنہگار ہیں اور آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام اور مادرِ گرامی حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہما اور جدِّ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ہیں۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "افسوس اے طاؤس! میرے پدرِ بزرگوار، والدۂ گرامی اور جدِّ امجد کی بات نہ کرو، خدا نے تو جنّت کو اُس کے لیے خلق فرمایا ہے جو اُس کے مالک کی اطاعت کرے خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور دوزخ کو نافرمانوں کے لیے پیدا کیا ہے خواہ وہ شخص قریش ہی سے کیوں نہ ہو کیا تم نے خداوندِ عالم کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔

"فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ○" (سورہ المومنون آیت ۱۰۱)

یعنی "جس وقت صور پھونکا جائے گا تو اُس دن نہ لوگوں میں قرابت داریاں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔"

خدا کی قسم کل قیامت کے دن کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی سوائے اُس نیک عمل کے جو تم نے بارگاہِ خداوندی میں (ہدیہ و تحفہ کے بطور) آگے بھیج دیا ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۹۱)

مناقب ابن شہر آشوب ہی میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ کے زہد و تقویٰ کا بیّن ثبوت صحیفۂ کاملہ اور آپ کے گریہ و بُکا کی وہ مناجاتیں اور مواعظ کافی ہیں جو

آپ سے مروی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے زہری کی یہ روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"اے نفس! تو کب تک اس زندگی پر یقین رکھے گا اور کب تک اس دنیا کی طرف جھکتا رہے گا۔ تو نے اپنے بزرگوں اور اسلاف سے عبرت حاصل نہیں کی کہ وہ کہاں چلے گئے اور اپنے ان دوستوں سے سبق نہیں لیا جنھیں زمین نے چھپا رکھا ہے اور ان اعزاء سے تو نے نصیحت حاصل نہیں جن کے جانے سے تو غم زدہ ہے۔"

اِس بارے میں امام علیہ السلام نے اشعار کی صورت میں ارشاد فرمایا

فھُمْ فی بطون الارض بعد ظھورھا ❊ محاسنھم فیھا بوال دواثر

یہ سب لوگ دنیا میں آنے کے بعد خاک میں مل گئے اور اُن کے محاسن اور خوبیوں کو مٹی نے ملیامیٹ کر دیا۔

خلت دورھُم واقوت عراصھم ❊ وساقتھُم نحو المنایا المقادر

اُن کے گھر اور صحن اُن سے خالی پڑے ہیں اور مقدرات نے انھیں موت کی جانب کھینچ لیا ہے۔

وخلّوا عن الدنیا وما جمعوا لھا ❊ وضمّتھُم تحت التراب الحفائر

وہ دنیا اور اس کا ساز و سامان چھوڑ کر چلے گئے اور گڑھوں (قبروں) نے انھیں مٹی میں ملا دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ صفحہ ۱۰۹)

حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے مواعظ میں سے ایک وہ وعظ بھی ہے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"دنیا کب تک میرے پیچھے لگی رہے گی میں اسے امین بناتا ہوں لیکن وہ خیانت کرتی ہے۔ میں اسے خیر خواہ سمجھتا ہوں لیکن وہ مجھے دھوکا دیتی ہے اس نے کسی نئے کو پرانا کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ وہ مجتمع چیزوں یکجا اکٹھا کرتی ہے تو اُن میں کھلا ہوا انتشار اور پراگندگی ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ خود غرض نہیں یا پھر اس کا وہ پوشیدہ انداز ہوتا ہے کہ دوستوں اور صاحبانِ نعمت سے حسد پر آمادہ کرے۔ اُس نے مجھے اپنے انقطاع اور تفرقے کے عمل سے آگاہ کر دیا اور اس کا خفیہ اشارہ کر دیا۔"

ان ہی مواعظ میں سے ایک وہ وعظ بھی ہے جسے سفیان بن عیینہ نے روایت کیا ہے جس میں آپؑ نے دنیا والوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ:

"بتاؤ، تمھارے گزرے ہوئے عزیز و اقارب، رشتہ دار وغیرہ کہاں

چلے گئے اور انبیاء و مرسلین کیا ہوئے۔ خدا کی قسم انھیں موت نے پیس ڈالا اور جنھیں دنیا سے رخصت ہوئے مدتیں گزر چکی ہیں اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور ہمیں بھی انہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

اگر ہم سے پہلے لوگوں کا بھی یہی طریقہ رہا تو ہم بھی اُن ہی کے نشاناتِ قدم پر چلیں گے تمھیں یہ جان لینا چاہیے کہ تم عنقریب ان لوگوں کو پالو گے جو گزر چکے خواہ تمھاری حفاظت بلند اور مضبوط پہاڑ ہی کیوں نہ کریں۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے اگر انسان زندہ ہی رہتا تو آفتاب طلوع نہ ہوتا۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۲ صـــ ۲۹۲)

• ـــ زرارہ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے نصفِ شب میں ایک سائل کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ دنیا میں زُہد والے اور آخرت سے رغبت رکھنے والے کہاں ہیں تو بقیع کی طرف سے ایک ہاتفِ غیبی کی آواز سُنی جو نظر نہیں آتا تھا کہ ایسی ذات اگر ہے تو وہ حضرت امام علی ابنِ الحسینؑ علیہ السلام کی ذات ہے۔ (الارشاد صـــ ۲۷۲)

• ـــ مناقب ابنِ شہر آشوب میں بھی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ اسی طرح مذکور ہے۔

(مناقب جلد ۳ صـــ ۲۸۹)

• ـــ ابراہیم بن علی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا تو امام علیہ السلام کے ناقے نے چلنے میں سستی کی تو امامؑ نے اسے مارنے کے لیے کوڑا اُٹھایا لیکن پھر ہاتھ کو روک کر فرمایا' افسوس' اگر قصاص کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اسے ممکن تھا کہ ضرب لگا دیتا۔ (الارشاد صـــ ۲۷۳)

• ـــ الارشاد میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ سے مکّہ کی مسافت کو بیس دن میں طے کر کے پیدل چل کر حج کی سعادت حاصل کی۔ (الارشاد صـــ ۲۷۳)

(۲۶) ـــ معجزۂ طی الارض اور علی ابن الحسینؑ

حمّاد بن عطار کوفی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حج کے لیے نکلے اور مقام زبالہ سے ایک شب کی مسافت کے بقدر ہی آگے بڑھے تھے کہ سیاہ آندھی آ گئی' میں قافلے سے جدا ہو گیا اور اُس صحرا میں گم کردہ راہ کی طرح اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ بالآخر ایک غیر آباد وادی میں پہونچا۔ جب شب کی تاریکی میں اضافہ ہوا تو ایک درخت کے نیچے

جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا جو سفید لباس میں ملبوس جس سے مشک کی خوشبو دم بدم آ رہی تھی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کوئی ولی اللہ معلوم ہوتا ہے اگر انھوں نے میری موجودگی محسوس کر لی تو ممکن ہے کہ یہاں سے چلے جائیں اور جس کام کے لیے شب کے اندھیرے میں یہاں آئے ہیں انجام نہ دے سکیں۔ لہٰذا میں نے حتی الامکان خود کو چھپایا' تاہم اُنھوں نے ایک طرف بیٹھ کر وضو کیا اور نماز کا ارادہ کیا پھر یہ دعا پڑھی۔

" یامن احاز کل شیٔ ملکوتا وقھر کل شیٔ جبروتا اولج قلبی فرح الاقبال علیک والحقنی بمیدان المطیعین لک

اس کے بعد نماز شروع کر دی۔ جب میں نے عبادتِ الٰہی میں اُن کو بے حس و حرکت دیکھا تو میں اپنے مقام سے اُٹھ اُس جگہ پہونچا جہاں اُنھوں نے وضو کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ میں نے بھی وضو کیا اور اُن کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ سامنے ایک محراب ہے جیسے ابھی اور اسی وقت بنی ہے۔ اسی دوران میں' میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ وعدہ و وعید کی جو آیت بھی تلاوت کرتے ہیں اُسے غمگین اور تھرّائی ہوئی غمزدہ آواز سے بار بار تلاوت کرتے ہیں۔ غرض جب رات زیادہ گذر گئی تو اُنھوں نے نماز تمام کر کے یہ دعا پڑھی۔

یامن قصدہ الطالبون فاصابوہ مرشدا وامہ الخائفون فوجدوہ متفضلاً ولجأ الیہ العابدون فوجدوہ نوالا متی راحۃ من نصب لغیرک بدنہ ومتی فرح من قصد سواک بنیتہ الٰہی قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتک وطرا ولا من حیاض مناجاتک صدرا اصل علی محمد والہ وافعل بی اولی الامرین بک یا ارحم الراحمین ـ

میں ڈرا کہ (یہ نماز تمام کر چکے ہیں) اب روانہ ہو جائیں اور میں انھیں تلاش ہی کرتا ہوا نہ رہ جاؤں۔ بس میں نے بڑھ کر ان کا دامن پکڑ لیا کہ آپ کو اُس ذات کا واسطہ جس نے آپ کے تکانِ سفر کو دور کیا اور شدید شوق کی لذّت عطا کی مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلیں میں راستہ بھول گیا ہوں مجھ سے جس قدر ممکن ہوا گڑگڑا کر التجا کی' تو اُنھوں نے فرمایا کہ اگر تمھیں اللہ پر بھروسہ اور سچا توکل ہوتا تو کبھی راستہ نہ بھولتے۔ خیر اَب تم میرے نشانِ قدم پر پاؤں رکھتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ اس درخت سے ایک سمت کو روانہ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا' مجھے محسوس ہوا گویا میرے پاؤں کے نیچے کی زمین تیزی سے رواں دواں ہے۔ جب صبح کی سفیدی نمودار ہوئی تو اُنھوں نے مجھ سے کہا' لو مبارک ہو یہ سامنے مکّہ ہے۔ پھر میرے کانوں میں لوگوں کی آوازیں

آنے لگیں اور حاجی لوگ نظر آنے لگے۔

میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ کو اُس ذات کی قسم جس سے قیامت کے دن آپ کو اُمید ہے۔ یہ بتائیے آپ کون ہیں؟

اُنھوں نے فرمایا، میں علی ابن الحسین (علیہ السلام) ہوں۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)

• ـــ حمّاد بن حبیب سے بھی اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد صفحہ ۲۸۹)

(۲۷) ــــ پردۂ شب میں فقیروں کی امداد

ایک روایت میں ہے کہ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا اور لوگ خواب غفلت میں ہوتے تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے کھانے میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا اُسے اکٹھا کرتے اور ایک تھیلے میں لے کر اپنے کاندھے پر رکھ کر اپنے چہرہ پر کپڑا لپیٹ کر محتاجوں کے گھروں پر جاتے تھے اور وہ کھانا اُن میں تقسیم فرماتے تھے۔ بہت سے لوگ تو اپنے دروازوں پر کھڑے ہوئے آپ کے انتظار میں رہتے تھے جب وہ لوگ امام علیہ السلام کو آتے ہوئے دیکھتے تو ایک دوسرے کو اس کی خوشخبری سنا دیتے تھے کہ وہ تھیلے والے آ گئے۔ (الارشاد صفحہ ۲۷۵)

(۲۸) ــــ صدقے کو چوم کر دینا

حلیۃ الاولیاء میں طائی سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام جب کسی کو صدقہ دیتے تھے تو پہلے اُسے چومتے پھر سائل کو دیا کرتے تھے (حلیۃ الاولیاء جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

وضاحت: تحت السطور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حلیۃ الاولیاء میں صدقہ کے لیے مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ضمیر مونث کی ہو۔ جس کی دو وجوہات ہیں ایک تو صدقے کے اعتبار سے کہ اس کے بارے میں مستحب ہے کہ سائل کے ہاتھ میں دے کر واپس لیا جائے اور پھر چوم کر اسے دیا جائے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت معلّی بن خنیس سے نقل کی گئی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے جو چیز بھی خلق فرمائی ہے اس کے لیے ایک خازن اور امین مقرر فرمایا ہے سوائے صدقے کے، کہ اُسے خود خدائے تعالیٰ لیتا ہے اور میرے پدر بزرگوار تصدق کرتے تھے تو صدقہ کی چیز سائل کو دے کر لے لیتے تھے پھر اُسے چومتے اور اس کو سونگھ کر محتاج کے ہاتھ میں دیتے تھے اس طرح وہ صدقہ سائل کے ہاتھ میں آنے سے قبل

دستِ خداوندی میں پہونچ جاتا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی یہی پسند ہے۔"

مونث کی ضمیر کی دوسری وجہ صدقہ دینے والے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہے اس لیے کہ احادیث و اخبار بتاتی ہیں کہ صدقہ دینے والے کا اپنے ہاتھ کو چومنا مستحب ہے جیسا کہ عدۃ الداعی کے صفحہ ۴۴ پر ابن فہد حلّی نے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تم سائل کو کوئی چیز دو تو دی ہوئی شے کو اپنے منھ کی طرف لے جا کر بوسہ دیا جائے اس لیے کہ خداوندِ عالم اس چیز کے سائل کے ہاتھ میں پہونچنے سے پہلے خود لے لیتا ہے

• ـــ شرف العروس میں ابوعبداللہ دامغانی سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام شکر اور بادام صدقے میں دیا کرتے تھے۔ کسی نے اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورۂ آلِ عمران آیت ۹۲)

یعنی: "جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے راہِ خدا میں کچھ خرچ نہ کرو گے ہرگز نیکی کے درجہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔"

اور جناب امام علیہ السلام ان دونوں ہی چیزوں کو پسند فرماتے تھے۔

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو انگور مرغوب تھے۔ ایک دن مدینہ میں اچھے انگور آئے تو آپؑ کی اُم ولد نے خریدے اور روزے کے افطار کے وقت آپ کے سامنے لا کر رکھے آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور جیسے ہی آپ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، دروازے پر ایک سائل آ گیا، آپ فوراً ہی دست کش ہوئے اور اُم ولد سے فرمایا، یہ سارے انگور (محتاج) سائل کو دیدو۔

اُس نے عرض کیا، مولا! سائل کو تھوڑے سے ہی انگور دے دینا کافی ہوں گے

آپؑ نے فرمایا، نہیں نہیں، ایسا نہ ہوگا۔

چنانچہ وہ سب انگور سائل کو دے دیے۔ اُم ولد نے دوسرے دن پھر انگور خریدے اور امام علیہ السلام کے سامنے رکھے، معاً دروازے پر سائل آ گیا، امام علیہ السلام نے پھر سب انگور اُسے دے دیے۔ تیسرے دن پھر وہ انگور خرید کر لائی لیکن کوئی سائل نہ آیا امام علیہ السلام نے وہ انگور تناول فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ آج ان میں سے کچھ بھی نہ گیا۔ بہر حال میں اس پر بھی خداوندِ عالم کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ (المحاسن صفحہ ۳۹۶) (امالی شیخ ابن طوسی ...)

• ـــ حلیۃ الاولیاء میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے گھر کا سامان دو مرتبہ راہِ خدا میں دے دیا۔

• حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ جب سردی کا موسم ختم ہوجاتا تھا تو آپ سردی کے لباس کو بطور صدقہ دے دیتے تھے اور جب گرمی کا موسم ختم ہوجاتا تھا تو آپ گرمی کے لباس کو بھی بطور صدقہ (خدا کی راہ میں) دے دیا کرتے تھے۔ آپ کے لباس میں اون کی آمیزش والے کپڑے ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا، فرزندِ رسولؐ! آپ یہ کپڑے ایسے لوگوں کو دے دیتے ہیں جو ان کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے اور نہ وہ لباس اُن کے لیے مناسب ہے اگر آپ اس لباس کو فروخت کرکے اُس کی قیمت کو راہِ خدا میں تصدق کردیں تو کیا اچھا ہو۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ جس لباس میں، میں نماز پڑھوں اُسے فروخت کردوں۔ (مناقب بن شہرآشوب جلد ۳ ص ۲۹۴)

(۲۹) امامؑ کی کثرتِ عبادت کی وجہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے روزے اور حج کے بارے میں معتّب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ عبادت میں بڑی محنت و مشقّت سے کام لیتے تھے یعنی قائم اللّیل اور صائم النّہار یعنی رات بھر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ بیحد کمزور ہوگئے تھے۔

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ آپ اس قدر مشقّت کیوں کرتے ہیں آخر اس کی کوئی حد بھی ہے کہ آپ دن بدن لاغر، نحیف اور کمزور تر ہوتے چلے جارہے ہیں

آپ نے ارشاد فرمایا، کہ کثرتِ عبادت سے میں اپنے ربّ کا مقرب بندہ بننا چاہتا ہوں تاکہ اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہوسکے۔ (مناقب ابنِ شہرآشوب)

(۳۰) زادِ سفرِ امامؑ ؟

عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں حج کے لیے حاجیوں کے ساتھ مکہّ جارہا تھا کہ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ جن کا سنِ مبارک سات یا آٹھ سال کا ہوگا۔ ان کے پاس نہ کھانے کا سامان تھا اور نہ کوئی سواری تھی۔ وہ حاجیوں کے قافلے سے کچھ فاصلے پر اپنے سفر میں مشغول تھے کہ میں معتقدانہ اور مشفقانہ انداز میں اُن کے قریب گیا، سلام کیا اور عرض کیا۔ صاحبزادے آپ کس کے ساتھ سفر کررہے ہیں۔ ؟

اُنھوں نے برجستہ جواب دیا۔ نیکی کرنے والے (باری تعالٰی) کے ساتھ۔

اس جواب سے میرے دل میں ان کی عظمت پیدا ہوئی۔ میں نے پھر سوال کیا۔ صاحبزادے! آپ کا زادِ سفر اور سواری کہاں ہیں ؟

اُنھوں نے فوراً جواب دیا، میرا زادِ سفر تقوٰی ہے اور میری سواری یہ میرے دونوں پیر ہیں؛ اور میرا مقصود میرا مولا و آقا ہے۔

اُن کے اس جواب نے مجھے بیحد متاثر کیا جس کی وجہ سے اُن کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہوگئی اور عزّت افزائی ہوئی۔

- میں نے عرض کیا کہ صاحبزادے آپ کس خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔؟
- اُنھوں نے فرمایا، میں مطّلبی ہوں۔
- میں نے عرض کیا، ذرا وضاحت فرمائیے۔
- اُنھوں نے فرمایا، میں ہاشمی ہوں۔
- میں نے پھر بھی عرض کیا کہ مزید وضاحت فرمائیے۔
- اُنھوں نے فرمایا کہ میں علوی و فاطمی ہوں۔
- پھر میں نے عرض کیا کہ میرے سردار و آقا! کیا آپ شعر کہتے ہیں ؟
- اُنھوں نے فرمایا، ہاں ہاں، میں شعر کہتا ہوں۔
- میں نے عرض کیا، اپنے کچھ اشعار تو سنائیے ؟
- اُنھوں نے چند اشعار پڑھے۔ (اشعار مع ترجمہ ملاحظہ ہوں)

لنحن علی الحوض روّادہ نذود و نسقی ورّادہ	حوضِ کوثر پر ہم ہی اُس کے، نگہبان ہوں گے۔ کسی کو وہاں سے دُھتکار دیں گے اور کسی آنے والے کو اُس سے سیراب کریں گے۔
وما فاز من فاز الّا بنا وما خاب من حبّنا زادہ	جو بھی کامیاب ہوگا ہماری وجہ سے ہوگا۔ ہماری محبت کا سامان رکھنے والا ناکام اور نااُمید نہ رہے گا
ومن سرّنا نال منّا السّرور ومن ساءنا ساء میلادہ	جو ہمیں خوش رکھے گا ہم سے خوشی پائے گا اور جس نے ہم سے بُرائی کی تو سمجھ لو کہ اُس کی پیدائش ہی خراب ہے
ومن کان غاصبنا حقّنا فیوم القیامۃ میعادہ	جس نے ہمارے حق کو چھینا (غصب کیا) ہے تو روزِ قیامت اُس کے چکانے (غصب شدہ حق کی واپسی) کا دن ہوگا۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ پھر وہ صاحبزادے نظروں سے غائب ہوگئے یہاں تک کہ میں

مکہ پہنچ گیا اور حج بجالاکر واپس ہونے لگا تو ایک کشادہ ریتیلے نالے کی طرف آیا اور دیکھا کہ لوگوں کا ایک مجمع لگا ہوا ہے اور درمیانِ اجتماع میں وہی صاحبزادے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اُن کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون صاحبزادے ہیں۔ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ علیؑ ابن الحسینؑ (امام زین العابدین علیہ السّلام) ہیں۔

عبداللہ بن مبارک نے امام زین العابدین علیہ السّلام کے وہ اشعار بھی نقل کیے ہیں جنھیں آپ اُس مجمع کے درمیان پڑھ کر سُنا رہے تھے۔

نحن بنو المصطفٰے ذو وغصص ٪ یجرعہا فی الانام کاظمنا	ہم اولادِ مصطفٰےؐ ہیں اور ہم بڑے غم واندوہ والے ہیں اور ہم میں جو غصہ کو پی جانے والے ہیں وہی اُن کو برداشت کرسکتے ہیں۔
عظیمۃ فی الانام محنتنا ٪ اَوّلنا مبتلی و اٰخرنا	تمام مخلوق میں ہمارا امتحان سخت ہے۔ ہمارا اوّل وآخر دورِ ابتلا میں رہا ہے۔
یفرح ھٰذا الورٰی بعیدھم ٪ ونحن اِعیادنا ماتمنا	مخلوق تو اپنی عید مناکر خوش وخرّم ہے لیکن ہماری عیدیں ہمارے ماتم ہیں
والنّاس فی الاَمن والسرور وما ٪ یامن طول الزمان خائفنا	لوگ خوشی اور چین سے زندگی گذار رہے ہیں اور ہمارے خوف زدہ افراد کو زندگی بھر سکون میسّر نہ آسکا۔
وماخصصنا بہ من الشّرف ٪ الطائل بین الانام اٰفتنا	ہماری یہ مشکل اسی لیے ہے کہ ہم شرف وبزرگی میں سب پر فائق ہیں۔
یحکم فینا والحکم فیہ لنا ٪ جاحدنا حقّنا و غاصبنا	ہم اس حال میں ہیں کہ ہمارا حق غصب کرنے والا ہمارے بارے میں باتیں بنانے لگا اور ہمارے خلاف فیصلے صادر کرنے لگا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صـ ۲۹۴)

(۳۱) ــــ سرزنشِ غلام یا پروانہ آزادی

ابوبصیر حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے ایک غلام کو کسی ضرورت کے تحت باہر بھیجا، وہ تاخیر سے واپس آیا تو امام علیہ السّلام نے اُسے کوڑے کی ایک ضرب لگائی۔ جس پر وہ رونے لگا اور بولا کہ اے مولا وآقا! علی ابن الحسینؑ (علیہ السّلام) آپ نے ہی مجھے کام

کے لیے بھیجا اور پھر مارا بھی۔

امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اس پر میرے پدر بزرگوار رونے لگے اور مجھ سے فرمایا، بیٹا! ذرا قبرِ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو اور خدا کی بارگاہ میں یہ عرض کرو کہ پالنے والے قیامت کے دن علیؑ ابن الحسینؑ کی خطا کو بخش دینا، پھر غلام سے فرمایا کہ جا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السّلام سے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں غلام کو آزاد کرنا اس کے مارنے کا کفّارہ ہے۔ امام علیہ السّلام خاموش رہے۔

(کتاب الزہد از حسین بن سعید اھوازی)

• ـــ عبداللہ بن عطا سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسینؑ علیہ السّلام کے غلام نے ایک ایسا جرم کیا جس کی سزا کا وہ مستحق تھا چنانچہ امام علیہ السّلام نے اسے سزا دینے کے لیے چابک اُٹھایا اور یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی " قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (الجاثیہ آیت ۱۴)

ترجمہ " اے رسولؐ! مومنوں سے کہہ دیجیے کہ جو لوگ خدا کے دنوں کی (جو جزا کے لیے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے اُن سے درگزر کریں۔"

غلام نے عرض کیا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ مجھے روزِ جزا کی اُمید نہ ہو۔ میں تو خدا کی رحمت کی اُمید اور اُس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یہ سُن کر امام علیہ السّلام نے چابک ہاتھ سے پھینک دیا اور فرمایا کہ تو غلامی سے آزاد ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۲۹۶)

• ـــ حسن بن علی راوی ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السّلام فرماتے تھے کہ حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو مارا پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور کوڑا نکالا اور اُسے صاف ستھرا کرکے غلام سے فرمایا کہ تم اس کے بدلے میں علیؑ ابن الحسینؑ کے کوڑا لگاؤ۔

یہ سُن کر اُس نے اِس سے انکار کیا، تو آپؑ نے اسے پچاس دینار عطا فرمائے۔

(کتاب الزہد از حسین بن سعید اھوازی)

• ـــ مروان نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھے دو باتوں سے سابقہ پڑا جن میں ایک دنیا کے لیے ہو اور دوسری آخرت کیلئے اور میں نے دنیا کے کام کو ترجیح دی تو شام سے قبل ہی اس کا بُرا انجام دیکھ لیا۔ (نفس المصدر)

• ـــــ مناقب ابن شہر آشوب میں مذکور ہے کہ نافع بن جبیر نے امام علی بن الحسین علیہ السلام سے عرض کیا کہ، کیا آپ ذلیل وحقیر لوگوں کی جماعتوں میں بیٹھتے ہیں ؟
آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اُن لوگوں کے پاس اُٹھتا بیٹھتا ہوں جن کی صحبت سے میں اپنے دین کو فائدہ پہونچاتا ہوں۔

• ـــــ عبداللہ بن مسکان حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ ہر مہینے اپنی کنیزوں کو بلاکر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں، لہٰذا تم میں سے جو نکاح کرنا چاہے میں اُس کا نکاح کیے دیتا ہوں یا بیع چاہے تو میں اسے فروخت کیے دیتا ہوں، یا آزادی چاہے تو میں اُسے آزاد کیے دیتا ہوں اب اگر اُن میں سے کوئی کہتی کہ نہیں۔ تو آپ اس طرح بارگاہِ الٰہی میں عرض پرداز ہوتے کہ بارالٰہا! تو گواہ رہنا کہ میں نے انھیں اختیار دے دیا اور ان الفاظ کو آپ تین بار ادا فرماتے تھے۔ اگر کوئی خادمہ خاموش رہتی تو امام علیہ السلام اپنی مخدرات سے فرماتے تھے کہ تم اس سے پوچھو کہ یہ کیا چاہتی ہے۔ ؟
پھر امام علیہ السلام اسی کی خواہش کے مطابق عمل کرتے تھے۔
(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

۳۴ ـــــ ہشام اور عظمتِ امامؑ کا اعتراف

صاحب مناقب نے تاریخ طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ واقدی کا بیان ہے کہ ہشام بن اسماعیل اپنے دورِ حکمرانی میں حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کو اذیت پہونچاتا تھا، جب وہ حکومت سے معزول ہوگیا تو ولید نے حکم دیا کہ اسے لوگوں کے سامنے لایا جائے، تاکہ ہر مظلوم اپنی شکایت بیان کر سکے۔
وہ (ہشام) کہنے لگا کہ مجھے سوائے حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام کے کسی کا خوف نہیں۔ چنانچہ جب آپؑ کا اُدھر سے گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ مروان کے پاس کھڑا ہے، اسے دیکھ امام علیہ السلام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اس بیچارگی کے عالم میں تم میں سے کوئی اس سے تعرض نہ کرے۔
جب امام علیہ السلام جانے لگے تو ہشام نے کہا، "اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَاتِہٖ" خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالتوں کو کہاں قرار دے۔
ابن فیاض نے اس روایت میں مزید یہ بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام

ہشام کی طرف بڑھے اور فرمایا کہ اگر تو مال کے کسی مواخذے میں پریشان ہے تو ہم تجھے اتنا مال دے سکتے ہیں جو تجھے کافی ہو۔ لہٰذا تو ہم سے اور ہماری اطاعت کرنے والوں سے اپنے دل کی کدورت اور میل کو دور کر دے۔
ہشام نے کہا کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَاتِہٖ
(تاریخ طبری جلد ۸ صفحہ ۶۱ ، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

۳۳ ـــــ امامؑ کی صداقت اور ایثار

عیسیٰ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن حضرت امام حسن علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اُن کے قرض خواہ آموجود ہوئے اور اُنھوں نے اپنے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو عبداللہ کہنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے کہ میں تمھیں دے سکوں۔ البتہ تم میرے چچازاد بھائی حضرت علیؑ ابن الحسینؑ اور عبداللہ ابن جعفرؑ میں سے کسی ایک کے بارے میں اطمینان رکھو کہ وہ ادا کر دیں گے۔
قرض خواہوں نے کہا کہ عبداللہ بن جعفرؑ تو لیت ولعل کرنے والے شخص ہیں، البتہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام معقول اور قابلِ وثوق اور سچے ہیں لیکن مالدار نہیں ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کی اطلاع جناب امام علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا کہ میں غلّے سے اس کی ادائیگی کا ضامن ہوں۔
حالانکہ آپ کے پاس غلّہ بالکل نہ تھا لیکن قرض خواہوں نے آپ کی بات پر اطمینان و اعتماد ظاہر کیا۔ اور آپ کی بات مان لی، امام علیہ السلام ادائیگی قرض کے ضامن ہو گئے۔ جب فصل آیا تو خدا نے اتنی برکت عطا فرمادی کہ آپ نے بخوبی قرض ادا فرما دیا۔
(الکافی جلد ۵ صفحہ ۹۷، مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

• ـــــ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو جسے عبداللہ بن جعفرؑ نے آپ کو دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار میں دیا تھا آزاد کر دیا۔
(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

• ـــــ صاحبِ حلیۃ الاولیاء نے امام زین العابدین علیہ السلام کے صبر کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام علیہ السلام اپنی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ نے گھر میں سے چیخنے کی آواز سُنی آپ گھر میں تشریف لے گئے اور پھر فوراً ہی مجلس میں واپس آگئے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا کسی کا انتقال ہو گیا ہے؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا' ہاں۔

اہلِ مجلس نے آپ سے تعزیت کی اور وہ آپ کے صبر و بلند ہمتی پر متعجب تھے

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہم اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں ہم اُس مالک و خالق کے احکام کی پوری پوری پابند کرتے ہیں اور اُس کی ہر تقسیم پر راضی ہیں اور ان معاملات میں ہم صبر کرتے ہیں اور صبر پر کامیابی کے بعد شکرِ خالق اور حمد و ثنا بجالاتے ہیں۔

(نفس المصدر جلد ۲ صـ ۱۳۸)

• ـــــ حلیۃ الاولیاء میں عتبی سے مروی ہے کہ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام نے جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت ہیں' اپنے فرزند کو کچھ نصیحتیں فرمائیں جن میں ارشاد فرمایا کہ بیٹا! مصائب پر صبر کرو اور حقوق کے درپے نہ ہو اور اپنے برادر سے اُس امر میں اتفاق نہ کرو جس کا نقصان تمھارے لیے اُسے نفع پہونچنے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو۔

(نفس المصدر جلد ۲ صـ ۱۳۸)

• ـــــ محاسن البرقی میں مذکور ہے کہ عبدالملک کو یہ خبر ملی کہ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کے پاس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار ہے۔ اُس نے کہلا کر بھیجا کہ وہ تلوار مجھے عنایت فرمادیں اور اُس کے عوض جو حکم ہو پیشِ خدمت کردیا جائے۔

امام علیہ السّلام نے انکار فرمادیا۔

عبدالملک نے آپ کو لکھا کہ بیت المال سے آپ کا وظیفہ بند کردیا جائے گا۔

امام علیہ السّلام نے جواباً تحریر فرمایا کہ خداوندِ عالم اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں کی تکالیف کا خود ذمّہ دار ہے اور وہی رزق تقسیم فرماتا ہے وہ جانتا ہے کہ کس کو کتنا رزق دیا جانا چاہیے اور وہ ایسی جگہ سے رزق کا انتظام فرمادیتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا' خدائے بزرگ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ ۝ (سورۂ الحج آیت ۳۸)

یعنی :۔(خدا کسی بد دیانت ناشکرے کو دوست نہیں رکھتا۔) اب تم خود ہی فیصلہ کرلو کہ ہم میں سے کون اس آیتِ مبارکہ کا مصداق ہے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۲ صـ ۳۰۲)

• ـــــ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی بُردباری اور انکساری کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے کہ امام علیہ السّلام کے ایک مخالف نے آپ کو سبّ و شتم کیا۔ آپ کے ایک غلام نے برانگیختہ ہو کر اُسے مارنے کا ارادہ کیا۔

آپؑ نے اُس غلام کو ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ ہمارے اندر ہم سے پوشیدہ بُرائیاں اس سے کہیں زیادہ ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ پھر اُس سے فرمایا کہ کوئی حاجت ہو تو بیان کرو

یہ سُن کر وہ شخص شرمندہ ہوا اور امام علیہ السّلام نے اُسے لباس عنایت فرمایا' اور ایک ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا' جب وہ شخص جانے لگا تو باوازِ بلند یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ آپ نبی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہیں جس کی میں گواہی دیتا ہوں۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صـ ۲۹۶)

• ـــــ مناقب ابنِ شہر آشوب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کو گالی دی (سبّ کیا) تو آپ خاموش رہے۔ اُس نے آپ کی خاموشی دیکھ کر کہا کہ میں نے آپ ہی کو گالی دی ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تیرا کام گالی دینا تھا' لہٰذا تو نے وہ کیا' میرا کام تجھ سے نظر بچا لینا تھا' لہٰذا میں نے تیری اس حرکت کو نظر انداز کیا۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۲ صـ ۲۹۶)

• ـــــ مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی ایک کنیز کے ہاتھ سے سالن وغیرہ کا پیالہ چھوٹ کر گر پڑا۔ خوف کے مارے اُس کا چہرہ زرد ہوگیا۔

امام علیہ السّلام نے جب اُس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا' جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۲ صـ ۲۹۶)

(۳۴) ـــــ امامؑ کا عدل وانصاف

مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے اپنے ایک غلام کو اپنی زمین کی ایک عمارت کی دیکھ بھال پر متعین فرمایا۔ جب وہ وہاں پہونچا تو اُس نے اُس عمارت کو نقصان پہونچایا جس سے امام علیہ السّلام نے اُس کو کوڑے کی ایک ضرب لگائی' اور پھر افسوس بھی کیا کہ میں نے کیوں اُسے ضرب لگائی۔ جب گھر تشریف لائے تو اُس غلام کو بلایا' اُس نے دیکھا کہ آپ قمیص اُتار کر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے سامنے کوڑا رکھا ہوا ہے۔ وہ یہ سمجھا کہ اب پھر پٹائی ہوگی۔ وہ خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا۔ امام علیہ السّلام نے اپنے ہاتھ میں کوڑا لیکر غلام کی طرف بڑھا اور فرمایا کہ میں نے کبھی تمھیں نہیں مارا تھا اور اب یہ مجھ سے ایک لغزش ہوئی ہے کہ تمھیں ضرب لگائی' لہٰذا تم یہ کوڑا لیکر اپنا بدلہ مجھ سے اُتار لو۔

غلام کہنے لگا' میرے آقا' خدا کی قسم! میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ مجھے پھر سزا دیں گے جس کا میں مستحق ہوں بھلا میں یہ بے ادبی کیسے کرسکتا ہوں کہ آپ سے اپنا بدلہ لوں۔

آپ نے کئی بار بدلہ لینے کے لیے اصرار کیا لیکن وہ راضی نہ ہوا اور اُس نے اللہ سے معافی مانگی۔ پھر امامؑ نے قصاص نہ لینے پر وہ عمارت اسی کو بخش دی۔

• ـــ مناقب ابنِ شہر آشوب میں حلیۃ ابی نعیم اور تاریخ نسائی کے حوالے سے منقول ہے کہ ابو حازم سفیان بن عینیہ اور زہری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہماری نظر میں کوئی ہاشمی، امام زین العابدین علیہ السلام سے زیادہ صاحبِ فضل و کمال اور عالم و فقیہ نہ تھا

(حلیۃ الاولیاء، جلد ۳ ص۱۴۱، مناقب ص۲۹۷)

• ـــ ارشادِ خداوندی ہے یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ ۚۖ وَ عِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ ۝ "اللہ جس چیز کو چاہتا مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔" کے سلسلے میں امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمھیں قیامت تک ہونے والی باتوں کی خبر دے دیتا۔

(مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص۲۹۸)

زہد و تقویٰ اور وعظ و نصیحت کی ایسی بہت کم کتابیں ہیں جن میں یہ الفاظ نہ آئے ہوں کہ حضرت علی ابن الحسین یا زین العابدین (علیہ السلام) نے یوں فرمایا ہے۔ آپ کے اقوال ان کتابوں میں ہر جگہ ملتے ہیں۔ (نفس المصدر جلد ۳ ص۲۹۹)

• ـــ بہت سے راویوں نے آپ کے اقوال نقل کیے ہیں جن میں طبری ابن بیع احمد ابن لبطہ ابو داؤد اور مؤلف حلیۃ الاولیاء شامل ہیں۔ کتاب الاغانی قوۃ القلوب شرف المصطفیٰ اسباب نزول القرآن، الفائق والترغیب والترہیب میں آپ سے منقولہ روایات مندرج ہیں اور زہری سفیان بن عینیہ نافع اوزاعی مقاتل واقدی اور محمد بن اسحٰق نے آپ سے روایات کو نقل کیا ہے۔ (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص۲۹۹)

• ـــ مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام یوں دعا کیا کرتے تھے کہ۔

"پروردگارا! میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو لوگوں کی نظر میں میرے ظاہر کو بہتر قرار دے اور میرا باطن تیرے نزدیک بُرا اور قبیح ہو۔ پالنے والے! جس طرح میں نے بُرائیاں کیں اور اس کے باوجود تو نے مجھ پر احسانات فرمائے اسی طرح میں آخرت میں جب تیرے دربار میں حاضر ہوں تو پھر میرے ساتھ یہی طریقہ اختیار فرمانا۔

(نفس المصدر جلد ۲ ص۲۶۲)

(۲۰۵) ــــ لوگوں کے نزدیک نیکی کا مفہوم

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا کہ ایک جوان کو دیکھا جو لوگوں سے علیحدہ پرانے اور بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس

تھے جن کے چہرے سے رعب و جلال نمایاں تھا۔ میں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ اُن لوگوں سے بھی اپنی خستہ حالت کی شکایت کرتے تو ضرور یہ لوگ آپ کی اس کیفیت کی کچھ نہ کچھ اصلاح کر دیتے تو اُنھوں نے یہ بات سن کر اشعار پڑھے۔

لباسی للدنیا التجلد والصبر ٭ ولبسی للاخری البشاشۃ والبشر

میرا دنیاوی لباس مصائبِ زمانہ پر صبر ہے اور میرا اُخروی لباس خوشی و مسرت ہے۔

اذا اعترنی امر لجأت الی العز ٭ لانی من القوم الذین لھم فخر

جب بھی مجھے کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے تو میں شرافت کا سہارا لیتا ہوں اِس لیے کہ میں اُس قوم کا فرد ہوں جسے بڑائی و فضیلت حاصل ہے۔

الم تر انّ العرف قد مات اھلہ ٭ وانّ الندی والجود ضمّھما قبر

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بھلائی اور بخشش والے موت کی آغوش میں چلے گئے اور کرم و سخاوت کرنے والے قبروں میں جا لیٹے۔

علی العرف والجود السلام فما بقی ٭ من العرف الّا الرسم فی الناس والذکر

بخشش اور بھلائی پر ہی سلامتی کا انحصار ہے اور اب تو نیکی اور بھلائی لوگوں میں ایک تذکرہ اور رسم کے طور پر باقی رہ گئی ہے۔

وقائلۃ لمّا رأتنی مسھدًا ٭ کانّ الحشا منّی یلذعھا الجمر

جب مجھے لوگ دیکھتے ہیں کہ میں بہت جاگا ہوا ہوں گویا میری انتڑیوں کو انگاروں نے جھلس دیا ہے تو کہتے ہیں کہ:

اباطن داء لو حوی منک ظاھرًا ٭ فقلت الذی بی ضاق عن وسعہ الصدر

کاش آپ کا کوئی باطنی مرض صاف ظاہر ہو جاتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ جس کی وسعت اور فراخی سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے۔

تغیر احوال وفقد احبّۃ ٭ وموت ذوی الافضال قالت کذا الدھر

وہ حالات کا انقلاب، دوستوں کا نہ ہونا اور صاحبانِ فضل و شرف کی موت ہے تو کہتے ہیں کہ زمانہ ایسا ہی ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے انھیں پہچان لیا کہ وہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں اور میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ یہ صاحبزادے تو اُسی خانوادہ کے ہیں (جس میں رسالت اور امامت، شرف و بزرگی، عزت و جاہ و جلال، علم و حلم نازل ہوئے ہیں۔)

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص۳۰۳)

• ـــ منقول ہے کہ جب کوئی سائل امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آتا تھا تو آپ فرماتے کہ مجھے اس شخص سے مل کر خوشی ہوئی جو آخرت کی طرف میرا زادِ راہ لے جارہا ہے

(نفس المصدر جلد ۲ صـ۲۶۲)

• ـــ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو یہ پسند نہ تھا کہ وضو وغیرہ کے لیے کسی کی مدد لی جائے۔ آپ وضو کے لیے خود پانی لاتے تھے اور سونے سے پہلے پانی کے برتن کو ڈھانپ دیا کرتے تھے۔ جب رات میں بستر سے اُٹھتے تو پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ آپ مسواک کرتے تھے اور اس کے بعد وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور دن کے باقی رہ جانے والے نوافل رات میں پورا کرتے تھے اور فرزند سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا! اگرچہ یہ نوافل تم پر واجب تو نہیں ہیں لیکن مجھے پسند ہے کہ تم میں سے ہر ایک نیکی بجالانے کا عادی بنے اور اس پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ چنانچہ جناب امام علیہ السلام سفر ہو یا حضر نمازِ شب پڑھنا ترک نہ کرتے تھے۔

(نفس المصدر جلد ۲ صـ۲۶۳)

• ـــ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے پاس کچھ مہمان بیٹھے تھے کہ آپ کا ایک خدمت گار تنور میں بُھنا ہوا گوشت لے کر جلدی میں آپ کے پاس جارہا تھا، کباب کی گرم گرم سیخ جناب امام علیہ السلام کے صاحبزادے کے سر پر گر پڑی جو زینہ کے نیچے تھے۔ اس کی ضرب اس قدر کاری تھی کہ بچہ جاں بحق ہو گیا۔ یہ دیکھ کر غلام پریشان اور بدحواس ہو گیا۔ جب امام علیہ السلام نے غلام کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ جا میری طرف سے تو آزاد ہے۔ تیرا یہ عمل دانستہ طور پر نہیں ہوا اور پھر امام علیہ السلام بچے کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ۲۷۳)

• ـــ عبداللہ بن امام علی بن الحسین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کی نمازِ شب میں مصروفیت کی زیادتی سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ اپنے بستر تک بمشکل پہونچ پاتے تھے۔

(نفس المصدر جلد ۲ صـ۲۸۷)

• ـــ یوسف بن اسباط نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ان کا بیان تھا کہ ایک مرتبہ میں مسجدِ کوفہ میں آیا تو ایک جوان کو دیکھا کہ سجدے میں اپنے رب سے اس طرح مناجات کر رہا ہے کہ "میرا خاک آلودہ چہرہ اپنے خالق کی بندگی میں جھکا ہوا ہے جو اسی کے لائق ہے کہ اُسے سجدہ کیا جائے۔"

میں جب اُس جوان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں

جب صبح ہونے لگی تو میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ:

فرزندِ رسولؐ! آپ خود کو کیوں اس قدر اذیت میں مبتلا کرتے ہیں آپ کو تو خدا نے ہر طرح سے فضیلت و شرف عطا فرما دیا ہے۔

یہ سُن کر جناب امام علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمانے لگے کہ عمرو بن عثمان نے اسامہ بن زید سے مروی آنحضرتؐ کا یہ ارشاد مجھ سے بیان کیا کہ قیامت کے دن چار آنکھوں کے علاوہ سب اشکبار ہوں گی اُن میں ایک وہ آنکھ ہے جو خوفِ خدا میں روئی ہو اور دوسری وہ جو راہِ خدا میں پھوٹ گئی ہو، تیسری وہ آنکھ جو محرّماتِ الٰہی کی طرف سے بند رہی ہو اور چوتھی وہ آنکھ ہے جو سجدہ کرنے میں جاگتی رہی ہو (رات کو عبادت الٰہی میں جاگتی رہتی ہو) جس پر خداوند عالم فخر و مباہات کرتے ہوئے فرشتوں سے یہ ارشاد فرماتا ہے کہ "ذرا میرے بندے کی طرف تو دیکھو کہ اس کی روح میرے پاس ہے اور بدن میری اطاعت میں مصروف ہے۔ اُس نے اپنے جسم کو بستر پر راحت و آرام پانے سے باز رکھا اور یہ میرے عذاب کے خوف اور میری رحمت کی اُمید سے دعا کرتا رہا۔ لہٰذا اے فرشتو! گواہ رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ۲۹۴)

(۳۶) ـــ بعدِ رحلت امامؑ کے حُسنِ سلوک کی یاد

منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے چچازاد بھائی کے پاس رات کے وقت بھیس بدل کر جایا کرتے تھے اور انھیں حسبِ ضرورت دینار وغیرہ دے دیتے تھے، مگر آپ کے برادرِ عم یہ کہتے پھرتے تھے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام، تو میرے ساتھ کوئی تعاون ہی نہیں کرتے۔ خدا انھیں کوئی جزائے خیر نہ دے۔ امام علیہ السلام ان کی اس بیہودہ گوئی کو صبر سے سنتے تھے اور ان پر اپنے حسنِ سلوک کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ لیکن جب امام علیہ السلام کی دنیا سے رحلت ہوئی اور ان کے پاس شب کے اندھیرے میں درہم و دینار دینے والا کوئی نہ آیا تب وہ سمجھ گئے کہ میرے ساتھ وہ حسنِ سلوک کرنے والے میرے برادر امام علی بن الحسین علیہ السلام ہی تھے چنانچہ وہ امام علیہ السلام کی قبرِ مبارک پر حاضر ہوئے اور خوب گریہ و بُکا کیا۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ۲۹۶)

• ـــــ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام اپنی دعا میں یوں عرض پرداز ہوتے تھے۔ "پروردگارا! میری حقیقت ہی کیا ہے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائے، تیری عزّت کی قسم میری نیکی تیری حکومت و سلطنت کو مزیّن نہیں کرسکتی اور نہ میری کوئی بُرائی اسے خراب کرسکتی ہے اور میری مالداری سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آسکتی اور نہ میری محتاجی و فقیری سے ان میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے۔"

• ـــــ ابنِ اعرابی کا بیان ہے کہ جب یزیدؔ بن معاویہؔ نے اہلِ مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اپنا لشکر بھیجا تو امام علی ابن الحسین علیہ السّلام نے چار سو افراد کو اپنے ساتھ رکھا اور اُن کی معاش کے اس وقت تک کفیل رہے جب تک مسلم بن عقبہ کے لشکر کا خاتمہ نہ ہوگیا۔ اسی طرح جناب امام علیہ السّلام کے بارے میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے ابنِ زبیر کے بنی اُمیہ کو ارضِ حجاز سے نکال دینے کے وقت بھی یہی عمل کیا تھا۔

(نفس المصدر جلد ۲ صـ۳۰۴)

• ـــــ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے کسی نے یہ عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب آپ سفر کرتے ہیں تو اپنے ہمراہیوں سے اپنا نسب چھپائے رہتے ہیں اور اپنی خاندانی حیثیت کو ظاہر نہیں فرماتے۔

امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اپنے جدّ امجد حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نسبت سے وہ چیز حاصل کروں جس کا میں حقدار نہیں۔"

ایک شخص نے اولادِ زبیر کے ایک آدمی کو گالیاں دیں تو زبیری نے کوئی توجہ نہ کی، پھر بات بڑھی تو زبیری نے امام زین العابدین علیہ السّلام کو نازیبا الفاظ کہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اُسے کوئی جواب نہ دیا۔

زبیری نے کہا کہ آپ میری گالیوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تجھے کون سا امر مانع تھا کہ تو نے اُس شخص کو کوئی جواب نہ دیا جس نے تجھے گالیاں دی تھیں۔

(۳۷) ـــــ راضی برضائے الٰہی

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے ایک فرزند نے دنیا سے رحلت کی لیکن آپ نے اس پر کسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ

غمزدہ ہوئے۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے فرزند کی موت پر اس قدر صبر و ضبط کا مظاہرہ فرمایا اس کی کیا وجہ ہے ؟

امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہ امرِ یقینی واقع ہوا ہے جس کی مجھے قبل از وقت توقع تھی۔ اب جبکہ وہ امر واقع ہوگیا تو پھر اس میں ناراضگی اور ناپسندیدگی کیسی۔ ؟

(نفس المصدر جلد ۲ صـ۳۰۵)

• ـــــ کشف الغمہ میں طاؤس سے منقول ہے کہ میں نے ایک شخص کو مسجد الحرام میں میزاب کے نیچے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جو دعا میں بید مصروف تھے اور روتے جاتے تھے۔ جب وہ نماز پڑھ چکے اور میں اُن کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ امام علی بن الحسین علیہ السّلام تھے۔ میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! میں نے آپ کو نماز میں اس قدر گریہ کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جو ہیں کرنا چاہیے۔ آپ کے لیے تو تین فضیلتیں ایسی ہیں جن سے اُمید ہے کہ وہ آپ کو ہر طرح بے خوف رکھ سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ ہی کے جدِّ امجد شفاعت کرنے والے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ خدا کی رحمت آپ کے شاملِ حال ہے۔

امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات کہ میں فرزندِ رسولؐ ہوں مجھے خدا سے بے خوف نہیں کرسکتی کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ٥ (سورۃ المومنون آیت ۱۰۱)

یعنی: "جب صور پھونکا جائے گا تو لوگوں میں نہ تو قرابت داریاں ہی رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔"

رہا جدِّ امجد کی شفاعت کا معاملہ تو وہ بھی مجھے بے خوف نہ کرسکے گا اس لیے کہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے۔ "وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (سورۃ الانبیاء آیت ۲۸)

یعنی: "اور یہ لوگ اُس شخص کے سوا جس سے خدا راضی ہو کسی کی شفاعت (سفارش) بھی نہیں کرسکتے۔"

اور جہاں تک اللہ کی رحمت کا تعلق ہے تو وہ خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

"اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔" (سورۃ اعراف آیت ۵۶)

یعنی: "نیکی کرنے والوں سے خدا کی رحمت یقیناً قریب ہے۔" اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نیک لوگوں میں سے ہوں یا نہیں۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ۳۰۵)

• ـــ معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں عملِ خیر کے لیے قدم بڑھاتا رہوں خواہ وہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔

(الکافی جلد ۲ صـ۸۳)

• ـــ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ ارشاد تھا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں اپنے رب کے حضور میں پہونچوں تو میرا عمل درست قرار پائے۔

(الکافی جلد ۲ صـ۸۳)

• ـــ ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مجھے سرخ اونٹوں کی قطار دے اور کہے کہ ذلتِ نفس قبول کر لو تو یہ مجھے پسند نہیں اور مجھے غصے کے اس گھونٹ کو پی جانے سے زیادہ کسی چیز کا پینا پسند نہیں کہ جس کے بعد میں غصہ دلانے والے سے کوئی تلافی نہ کرسکوں۔

(۳۸) ـــ امامؑ کی ملاقات کا ایک عجیب واقعہ

جناب سید مرتضیٰ سے منسوب کتاب "عیون المعجزات" میں ابوخالد کنکر کابلی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ یحییٰ بن ام الطویل سے میری ملاقات ہوئی جو امام زین العابدین علیہ السلام کی دایہ کے فرزند تھے، اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جناب امام علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام ایسے مکان میں تشریف فرما ہیں جس میں زرد رنگ کے توشک بچھے ہوئے ہیں، جس کی دیواروں پر استرکاری تھی اور خود بھی رنگین لباس سے آراستہ تھے۔ چنانچہ میں وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھا۔

جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل میرے پاس آنا میں وہاں سے اُٹھا اور یحییٰ کے ہمراہ واپس ہوا تو راستہ میں، میں نے یحییٰ سے کہا کہ تم مجھے ایسے شخص کے پاس لے آئے جو رنگین لباس پہنے ہوئے تھا۔ معاً میں نے اپنے دل میں یہ ارادہ بھی کر لیا کہ میں اب ان کے پاس نہ آؤں گا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ذہن میں پیدا ہوا کہ میرا ان کے پاس آنا جانا کوئی نقصان دہ بات بھی نہیں۔

چنانچہ میں دوسرے دن خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ خیال کیا کہ واپس چلا جاؤں کہ گھر میں سے مجھے بلانے کی آواز آئی۔ میں سمجھا کہ کسی اور کو بلایا جا رہا ہے۔ لیکن دوبارہ جب میں نے غور سے سُنا کہ کسی

نے کہا کہ کنکر اندر آجاؤ۔ یہ میرا وہ نام تھا جو میری والدہ ہی لیا کرتی تھیں اور اس نام کا علم سوائے میرے کسی کو نہ تھا۔

میں اندر پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام علیہ السلام مٹی کے بنے ہوئے کمرے میں تشریف فرما ہیں جس میں مٹی ہی کا پلاستر کیا گیا ہے اور خود کھجور کی چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور موٹے کھدر کے کپڑے کی قمیص زیبِ تن ہے یحییٰ بھی آپ کے پاس ہیں۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوخالد! تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ میں نے نکاح کیا تھا اور تم نے جو کچھ کل دیکھا تھا وہ میری زوجہ کی مرضی سے تھا اور میں اُس کی مخالفت کو اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ فرما کر آپ اُٹھے اور ہم دونوں کا ہاتھ پکڑ کر ایک نہر کی طرف لے گئے اور فرمایا کہ تم دونوں یہیں ٹھہرو۔ ہم وہیں کھڑے ہو گئے اور امام علیہ السلام کو دیکھتے رہے کہ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور پانی پر چلنے لگے۔ آپ کے پاؤں کی بالائی ہڈی پانی پر نظر آرہی تھی۔

ابوخالد کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر کی آواز بلند کی اور کہا کہ بے شک آپ کلمۂ کبریٰ اور حجتِ عظمیٰ ہیں۔ آپ پر خدا کی رحمت نازل ہو۔

پھر امام علیہ السلام ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تین آدمی ایسے ہیں جو روزِ قیامت خداوندِ عالم کی نظرِ رحمت سے محروم رہیں گے اور خدا اُنھیں بلندی عطا نہ کرے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو ہماری طرف اُس قول و عمل کو منسوب کرے گا جو ہمارا نہیں۔ اور دوسرا وہ ہے جو ان اُمور کو ہم سے نکال دے جو ہم سے متعلق ہیں اور تیسرا وہ ہے جو اس کا قائل ہو کہ ان دونوں اشخاص کا اسلام میں سے حصّہ ہے۔

(دلائل الامامۃ از ابنِ جریر طبری صـ۹۱)

• ـــ مؤلف علیہ الرحمۃ نے ابنِ ابی الحدید کی سفیان ثوری سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ابوالبختری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے آپ کی مدح و ثنا بیان کی، حالانکہ وہ آپ سے بغض رکھتا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ اپنی زبان سے تو نے میری تعریف بیان کی ہے، میں اُس سے کم ہوں اور جو کچھ تو اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے میں اس سے کہیں بلند مقام رکھتا ہوں۔

(۳۹) ـــ ماہِ صیام

محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو

فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب ماہِ رمضان آتا تھا تو امام علی ابن الحسین علیہ السلام اپنے کسی غلام اور کنیز کو کسی خطا پر زد و کوب نہ کرتے تھے اگر وہ کوئی خطا کرتے تھے تو اپنے پاس لکھ کر رکھ لیتے تھے کہ فلاں غلام یا کنیز نے فلاں دن ایسا کیا۔ اور آپ انھیں کوئی سزا نہ دیتے تھے اور آپ انھیں آداب سکھاتے تھے۔ جب ماہِ رمضان کی آخری رات آتی تھی تو انھیں بُلا کر اپنے پاس بٹھاتے اور انھیں وہ تحریر شدہ اُن کا اعمال نامہ دکھا کر فرماتے تھے کہ اے فلاں! تم نے یہ خطا کی تھی جس پر میں نے تمھاری کوئی سرزنش نہیں کی، کہو تمھیں کچھ یاد ہے؟

چنانچہ یہی جواب ملتا کہ فرزندِ رسولؐ! آپ کی تحریر بالکل صحیح ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اِس کے بعد امام علیہ السلام ہر خطا کار غلام یا کنیز سے بھی یہی فرماتے تھے اور فرداً فرداً ہر ایک سے اقرار لیتے تھے پھر اُن کے درمیان کھڑے ہو کر فرماتے تھے کہ ذرا اونچی آواز میں یہ تو کہو کہ اے علی ابن الحسین (علیہ السلام) آپ کے رب نے آپ کے ہر اُس عمل کو شمار کر رکھا ہے جو آپ نے کیا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ آپ نے ہماری غلطیاں اور خطائیں تحریر کی ہیں جو ہم نے کی ہیں اور اُس ذات کے پاس وہ کتاب ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتی ہے اور آپ کے ہر گناہِ صغیرہ و کبیرہ کو شمار کر رکھا ہے اور آپ اپنے ہر عمل کو اُس کے پاس موجود پائیں گے جیسا کہ ہم نے اپنے ہر عمل کو آپ کے پاس موجود پایا ہے۔ لہٰذا آپ ہمیں معاف فرمائیے اور ان خطاؤں کو اس طرح نظر انداز کیجیے جس طرح آپ بادشاہِ حقیقی سے معافی کی اُمید رکھتے ہیں اور جس طرح آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ مالک آپ کی خطاؤں کو معاف فرما دے۔ اسی طرح ہمیں بھی معاف کیجیے تو آپ اُس ذات کو بھی معاف کرنے والا اور اپنے اوپر رحم کرنے والا اور بخشنے والا پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ جس طرح اُس ذات کے پاس لکھا ہوا اعمال نامہ موجود ہے اسی طرح آپ کے پاس بھی کتاب ہے جو ہمارے بارے میں سب کچھ حق اور درست رکھتی ہے اور جس میں ہمارا کوئی گناہِ صغیرہ و کبیرہ ایسا نہیں ہے جس کا احاطہ و شمار نہ کر لیا گیا ہو۔

لہٰذا اے علی ابن الحسین علیہ السلام! آپ بھی اپنے مقام کی اُس ذلت کو ذہن میں رکھیے جو آپ کے اُس عادل اور منصف رب کے سامنے ہے جو رائی کے دانے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور جو بروزِ قیامت سارے اعمال سامنے لے آئے گا اور ذاتِ پروردگار ہی محاسبے اور گواہی کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا آپ بھی ہمیں معاف فرمائیں اور ہماری خطاؤں سے چشم پوشی کریں۔ مالکِ حقیقی آپ کو معاف فرمائے گا اور آپ کی خطاؤں سے صرفِ نظر کرے گا خود اُسی کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں اور کیا تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ خدا تمھیں معاف فرما دے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس گفتگو سے جناب امام علی بن الحسین علیہ السلام نے اپنی ذات کو آواز دی تھی اور ان غلاموں اور کنیزوں کو تلقین کرنا مقصود تھا اور یہ لوگ بھی آپ کے ساتھ اس آواز کے مطلوب تھے اور حالت یہ تھی کہ جناب امام علیہ السلام ان کے درمیان کھڑے ہوئے گریہ فرما رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض پرداز تھے کہ پروردگارا! یہ تیرا حکم ہے کہ ہم ان لوگوں کو معاف کریں جنھوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہم نے ایسے لوگوں کو تیرے حکم سے معاف کیا۔ لہٰذا اب تو بھی ہمیں معاف فرما۔ یقیناً تو ہم سے اور تمام مخلوقات سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ تو نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم حاجت مندوں کو اپنے دروازوں سے خالی نہ لوٹائیں۔ اب ہم تیرے پاس سوالی اور محتاج کی حیثیت میں آئے ہیں! اور تیری بارگاہ کے در پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تیری عطا اور بخشش و کرم کے طالب ہیں۔ لہٰذا ہم پر اپنا احسان فرما اور ہمیں ناامید نہ پھیر کیونکہ تو ہم سب سے اعلیٰ و بالا و افضل ہے۔

الٰہی! تو کریم ہے لہٰذا مجھ پر کرم فرما، اس لیے کہ میں تیرا بندۂ عاجز اور تجھ سے ہی سوال کر رہا ہوں، اے کریم تو مجھے اپنی عطا پانے والوں میں شامل فرما۔

اِس کے بعد جناب امام علیہ السلام ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمھیں معاف کیا، تو کیا تم مجھے بھی معاف کر دو گے اور ان باتوں سے درگذر کرو گے جو میری طرف سے تمھاری کسی بُری حرکت کی بنا پر تمھارے لیے صادر ہوئیں؟ میں ایک بُرا مالک اور ظالم ہوں اُس کے مقابلہ میں جو میرا مالک، سخی، کریم، عادل، منصف اور فضل و احسان کرنے والا ہے۔ اور میں اُسی کا بندہ و غلام ہوں۔

چنانچہ ان سب نے کہا کہ اے ہمارے آقا! ہم نے آپ کو معاف کیا اور آپ نے تو ہمارے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرو کہ پروردگارا! علی ابن الحسین کو اسی طرح معاف فرما دے جس طرح انھوں نے ہمیں معاف کیا ہے اور آتشِ جہنم سے آزاد کر دے جیسے انھوں نے طوقِ غلامی سے ہماری گردنیں آزاد کی ہیں۔

چنانچہ وہ سب اسی طرح دُعا کرتے تھے اور امام علیہ السلام اس پر آمین کہتے جاتے تھے۔ پھر فرماتے جاؤ میں نے تمھیں معاف کیا اور خدا سے اپنی معافی اور آتشِ جہنم سے اپنی آزادی کی اُمید میں تمھیں معافی دے دی۔ پھر آپ ان سب کو غلامی اور کنیزی سے آزاد کر دیتے۔

جب عید الفطر کا دن آتا تو امام علیہ السلام انھیں انعامات سے اس قدر نوازتے تھے کہ وہ بے نیاز ہو جاتے تھے۔ کوئی سال ایسا نہ گزرتا تھا کہ ماہِ رمضان کی آخری رات میں آپ بیس

سے کم یا زیادہ غلام وکنیزیں آزاد نہ کرتے ہوں اور فرمایا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ ماہِ رمضان کی ہر شب میں افطار کے وقت تک ستّر لاکھ اُن افراد کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرماتا ہے جو اُس سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ جب ماہِ رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو خداوندِ عالم اس شب میں اتنے افراد کو آزاد کر دیتا ہے جتنے کُل ماہِ رمضان میں آزاد کیے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے دیکھے کہ میں نے اس دنیا میں اپنے غلام اس اُمید پر آزاد کیے ہیں کہ وہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزادی عطا فرمائے۔

جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام ایک سال سے زیادہ کسی خادم سے خدمت نہیں لیتے تھے اور جب کسی کو سال کے شروع یا درمیانِ سال غلامی میں لیتے تھے تو جب شبِ عید آتی تھی تو اسے آزاد کر دیتے تھے۔ اور دوسرے سال ان کے بدلے میں دوسرے غلام لیتے اور انھیں آزاد کر دیا کرتے تھے۔ آپ کا یہ عمل مسلسل تاحیات جاری رہا۔

آپ جب حبشیوں کو خرید فرماتے اور پھر اُن کی ضرورت نہ رہتی تو انھیں عرفات میں لاتے تھے اور اُن کی پریشان حالی کو دور کرنے کے سامان مہیا فرماتے تھے اور جب یہ کام مکمل فرما لیتے تھے تو انھیں آزاد کر دینے اور مال عطا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (الاقبال ص۲۷۰)

(۴۲) عبدالملک کا اعتراض اور امامؑ کا جواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے عمِّ بزرگوار امام حسن علیہ السلام کی کنیز سے نکاح کیا جس کی خبر عبدالملک بن مروان کو پہونچی۔ تو اس نے جنابِ امام علیہ السلام کو لکھا کہ یہ آپ نے کیسا عمل کیا ہے کہ آپ کنیزوں کے شوہر بن گئے۔؟

امام علیہ السلام نے اسے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ خداوندِ عالم نے ان باتوں کو جو گھٹیا اور حقیر سمجھی جاتی تھیں انقلابِ اسلام کے ذریعے سے برتری عطا فرمائی اور اُن کے نقائص کو دور فرمایا اور جنھیں کمینہ و ذلیل خیال کیا جاتا تھا اسلام سے اُنھیں عزت بخشی مسلمان قابلِ ملامت نہیں، ملامت کے قابل دورِ جاہلیت کی باتیں ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام کا نکاح کرایا اور خود ایک کنیز سے شادی کی۔ تو مجھ پر کونسی اعتراض کی بات ہے۔

جب امام علیہ السلام کا یہ خط عبدالملک کے پاس پہونچا تو ان لوگوں سے جو اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے یوں کہنے لگا۔

مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کون شخص ہو سکتا ہے کہ جب وہ کسی مجمع میں آ جائے جہاں لوگ اُس کی رُسوائی کے لیے تیار ہوں۔ پھر بھی اس شخص کے فضل و شرف میں کمی تو کیا بلکہ مزید

اضافہ ہو جائے۔

حاضرین کہنے لگے کہ وہ تو صرف آپ ہی ہو سکتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس عظمت کا مالک نہیں۔

حاضرین نے کہا، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ آپ ہی ایسے فرد ہو سکتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا، بخدا، یہ امیر المومنین اس شرف کا اہل نہیں بلکہ درحقیقت اگر ایسی ذات ہے تو وہ صرف علی ابن الحسین علیہ السلام کی ذاتِ مقدس ہے۔

(۴۱) امامؑ کے ملبوسات

حلبی سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص سے صوف اور ریشم کے بُنے ہوئے کپڑے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام سردی کے موسم میں ریشم اور صوف کی چادر اوڑھا کرتے تھے اور جب گرمی کا موسم آتا تھا تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت راہِ خدا میں بطور صدقہ دیا کرتے تھے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اس کپڑے کی قیمت کو جسے پہن کر میں نے خدا کی عبادت کی ہے اپنے خورد و نوش میں لاؤں۔

(تہذیب الاحکام جلد ۲ ص۳۹۶)

• سلیمان بن راشد نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو آگے سے کھُلا ہوا سیاہ جُبّہ اور سبز و نیلگوں چادر پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

(الکافی جلد ۶ ص۴۴۹)

• حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام پچاس پچاس دینار کا صوف اور ریشم کا بُنا ہوا جُبّہ اور اسی کی منقّش چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (الکافی جلد ۶ ص۴۴۹)

• ایک دوسری روایت میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام سردی کے موسم میں صوف اور ریشم کا بُنا ہوا جُبّہ اور اسی کی نقشین چادر اور ٹوپی پہنتے تھے اور گرمی کے موسم میں نقشین چادر کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقے کے طور پر دے دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ " قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ " (سورۃ الاعراف آیت ۳۲)

(اے رسولؐ کہہ دو پوچھو تو کہ جو زینت کے سامان اور کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں خدا نے

اپنے بندوں کے لیے پیدا کیں، کس نے حرام کردیں)۔ اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ خدا کے جائز رزق کو کون حرام کرسکتا ہے۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۵۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس ایسے تکیے اور غالیچے تھے جن میں تصویریں بنی ہوئی تھیں اور آپ اُن پر بیٹھا کرتے تھے۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۷۷)

۴۲ ــــ عذابِ الٰہی سے خوف

محمد بن ابی حمزہ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو رات کے وقت صحنِ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے قیام کو اتنا طول دیا کہ کبھی اپنے داہنے پاؤں پر اور کبھی بائیں پاؤں پر جھک جاتے تھے۔ پھر میں نے حالتِ گریہ میں آپ کی مناجات کی یہ آواز سُنی کہ "اے میرے مولا و آقا! تو مجھے عذاب دے گا حالانکہ میرے دل میں تیری محبّت والفت ہے، تیری عزّت کی قسم اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تو مجھے اور اپنے دشمنوں کو ایک جگہ جمع کردے گا اور مجھے بھی اُن ہی میں شامل کردے گا۔

(الکافی جلد ۲ صفحہ ۵۷۹)

۴۳ ــــ امامؑ اور قرآن کی معیّت

زہری سے منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مشرق و مغرب کے درمیان رہنے والا ہر شخص مرجائے تو یہ یقین کرتے ہوئے کہ قرآن میرے ساتھ ہے کوئی تنہائی محسوس نہ کروں گا اور کیفیت یہ تھی کہ جب حضرت امام علیہ السلام قرآن مجید کی تلاوت میں مالك يوم الدين پر پہنچتے تو بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے اور یہ خیال ہونے لگتا تھا کہ آپ ابھی دنیا سے رحلت کرجائیں گے۔

(الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۰۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قتل ہونے اور موت آجانے میں خداوندِ عالم کا یہ ارشاد روکتا ہے کہ۔

" اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔ "

(سورہ الرعد آیت ۴۱)

یعنی: کیا اُن لوگوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ ہم زمین کو (فتوحاتِ اسلام سے) اس کے تمام اطراف سے (سواد کفر میں) گھٹاتے چلے آتے ہیں" اور وہ علماء کا نہ رہنا ہے۔

(الکافی جلد ۱ صفحہ ۳۸)

بحار الانوار

باب ۴

گریۂ امام اور تفویضِ امامت

① ـــــ اپنے پدرِ بزرگوار پر گریۂ امامؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام نے بیس سال اپنے پدرِ بزرگوار پر گریہ فرمایا جب بھی آپ کے سامنے کھانا یا پانی آتا تو رونے لگتے تھے۔

ایک دن آپ کے ایک غلام نے کہا کہ فرزندِ رسولؐ! میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ اس غم میں فوت نہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اپنی اس بیقراری اور رنج کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ جب بھی مجھے بنی فاطمہؑ کے مقتل کی یاد آتی ہے تو میری آواز گلوگیر ہو جاتی ہے اور گریہ شروع ہو جاتا ہے۔

• ـــــ دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ امام علیہ السلام سے کہنے والے نے کہا کہ آپ کا یہ رنج و غم کبھی ختم ہوگا یا نہیں۔؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، افسوس کہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک ہی اُن کی نظروں سے غائب ہو گئے تھے تو حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں روتے روتے سفید ہو گئی تھیں اور اس غم سے کمر خمیدہ ہو گئی تھی حالانکہ انھیں علم تھا کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور میں نے تو اپنے پدرِ بزرگوار، بھائی، چچا اور سترہ جوانانِ اہلِ بیتؑ کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ پھر بھلا میرا یہ غم کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔

• ـــــ حلیۃ الاولیاء میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ مزید یہ بھی کہا گیا ہے غم سید الشہداءؑ میں امام زین العابدین علیہ السلام کے رونے کی یہ حالت تھی کہ بینائی جاتے رہنے کا خوف ہو گیا تھا۔ جب آپ کے سامنے پانی کا برتن آتا تو اُسے دیکھ کر اس قدر روتے تھے کہ وہ برتن آنسوؤں سے بھر جاتا تھا۔

چنانچہ لوگوں نے کہا کہ اب زیادہ نہ روئیے۔

آپ فرماتے کہ کیسے نہ روؤں۔ وہ پانی جسے درند اور چرند سب پیتے تھے میرے بابا کو اس کا ایک قطرہ نہ دیا گیا اور اُن پر پانی بند کر دیا گیا۔

جناب امام علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ عمر بھر روئیں گے اگر آپ اپنی جان کو ختم بھی کر دیں

تو یہ کوئی زیادہ بات نہ ہوگی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اپنے نفس کو ہی ہلاک کر دیا ہے اور اسی پر میرا گریہ ہے (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۰۳)

• ـــــ ابو مخنف نے جلودی سے نقل کیا ہے کہ جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تو اُس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بخار کی وجہ سے عالمِ غشی میں تھے ایک شخص دشمنوں سے آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔ (مناقب جلد ۲ ص ۲۸۵)

② ـــــ پانچ مشہور گریہ کناں

امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بہت رونے والے پانچ حضرات گزرے ہیں۔ حضرت آدمؑ، حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ، حضرت فاطمہ زہرا بنت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام۔

① حضرت آدم علیہ السلام فراقِ جنت میں اس قدر روئے کہ روتے روتے آپ کے رخساروں پر سیلابِ اشک کی جگہ پر نشانات پیدا ہو گئے تھے۔

② حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جُدائی میں اتنا گریہ کیا کہ آنکھوں کی بصارت جاتی رہی، یہانتک کہ کہنے والوں نے کہا جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ (سورۂ یوسف آیت ۸۵)

ترجمہ: "کہنے لگے کہ آپ تو ہمیشہ یوسفؑ کو ہی یاد کرتے رہیے گا یہانتک کہ بیمار ہو جائیے گا یا جان ہی دے دیجیے گا۔"

③ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام پر اتنا روئے کہ قید خانے والوں کو ان کے رونے سے اذیت پہونچنے لگی تو وہ بولے کہ یا تو آپ دن کو روئیں اور رات میں خاموش رہا کریں۔ یا رات میں گریہ کریں اور دن میں خاموش رہیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں طریقوں میں سے ایک پر مصالحت کی۔

④ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی دنیا سے جدائی پر اس قدر گریہ فرمایا کہ اہلِ مدینہ کو اذیت پہونچی۔ بالآخر انھوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے کثرتِ گریہ سے بیحد پریشان ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا قبرِ رسولؐ پر

رونے کے بجائے مقابرِ شہداء میں جا کر جی بھر کے رویا کرتی تھیں پھر واپس تشریف لاتی تھیں۔

⑤ حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام بیس سال اور بروایتے چالیس سال تک اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسین مظلوم سید الشہداء ارواحنا لہ الفدا علیہ السلام پر روتے رہے اور جب آپ کے سامنے کھانا یا پانی لایا جاتا تو گریہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ایک غلام نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے ڈر ہے کہ کہیں روتے روتے آپ کی جان ہی نہ جاتی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی بیقراری اور رنج کی شکایت صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں اور جو کچھ میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے، جب بھی مجھے بنی فاطمہؑ کا مقتل یاد آتا ہے تو مجھے آوازِ گریہ گلوگیر ہو جاتی ہے۔ (امالی شیخ صدوق ص۱۴۰)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے سید الشہداء حضرت امام حسینؑ علیہ السلام پر بیس یا چالیس سال گریہ فرمایا۔[1]

(کامل الزیارۃ ابن قولویہ ص۱۰۷)

• ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام نماز کے لیے تیار ہوتے تھے تو صوف کا لباس پہنتے تھے اور آپ کے کپڑے کھدر کے ہوتے تھے اور پھر ایسی جگہ پر جاتے تھے جو سخت اور ناہموار ہوتی تھی وہاں نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن مدینہ کے ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور وہاں سخت اور گرم پتھر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ آپ نے سجدے میں اس قدر گریہ فرمایا کہ آنسوؤں کی زیادتی کے باعث آپ کا لباس وغیرہ بھی تر ہو گیا تھا۔

• ـــ اسماعیل بن منصور نے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے جن کا بیان ہے کہ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کے پاس آپ کا ایک غلام پہونچا جبکہ آپ چھت کے نیچے حالتِ سجدہ میں گریہ فرما رہے تھے۔ غلام نے کہا۔ اے علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کیا کوئی صورت ہے کہ آپ کی یہ بیقراری اور رنج ختم ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے سنا اور سر کو اٹھا کر فرمایا کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے

[1] اس موقع پر راوی سے غلطی ہوئی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے گریہ کی مدت کتنی بتائی تھی۔ یہ لکھنا کہ بیس یا چالیس سال گریہ کیا، امامؑ کے علمِ امامت سے بعید ہے جو امامؑ علمِ لدنی کا حامل ہو وہ ایک ہی بات بتلائے گا شک و شبہ والی بات ہرگز نہ بتائے گا یعنی امامؑ کو اپنے جد کے بارے میں اتنا بھی علم نہ تھا کہ آپ امام حسینؑ پر کتنا عرصہ گریہ فرماتے رہے۔ اس لیے یہ روایت شک و شبہ میں پڑ گئی۔ جعفر زیدی

خدا کی قسم حضرت یعقوبؑ نے ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں نے دیکھے بہت کم مصیبت برداشت کی۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے تکلیف کی شکایت کی اور کہا..... یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ "مجھے یوسف کے گم ہو جانے کا کتنا افسوس ہے"؛ جبکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں میں سے ایک ہی غائب ہوئے تھے۔ اور میں نے تو اپنے پدرِ بزرگوار اور اہلِ بیتؑ کی ایک جماعت کو اپنی نظروں کے سامنے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔

• ـــ امام علیہ السلام کے اسی غلام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اولادِ عقیلؑ کی طرف میلان رکھتے تھے تو ایک کہنے والے نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ آپ اولادِ جناب جعفر طیارؑ کی طرف کم رجحان رکھتے ہیں نسبتاً جناب عقیلؑ کی اولاد کے۔ ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اُن کا زمانہ یاد آ جاتا ہے اسی لیے اُن کے ساتھ زیادہ رحمدلی اور نرمی سے پیش آتا ہوں اور ان پر ترس کھاتا ہوں۔ (کامل الزیارۃ ص۱۰۷)

• ـــ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بعض اخبار و روایات حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق کے باب میں بیان کی جا چکی ہیں اور ان حضرات کے گریہ و بکا کے اسباب کی تحقیق کا ہم نے جناب یعقوب علیہ السلام کے واقعات میں ذکر کیا ہے اور جن کا اس جگہ ذکر فائدے سے خالی نہیں۔

③ امامؑ کی ضمانت و صداقت پر اعتماد

عیسیٰ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب عبد اللہ بن حسن کا وقتِ وفات قریب آیا تو اُن کے قرض خواہوں نے آ کر انھیں گھیر لیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ البتہ میرے چچازاد بھائی علی ابن الحسین علیہ السلام اور عبد اللہ ابن جعفرؑ ہیں ان دونوں میں سے جس کو تم پسند کرو اس کی ضمانت لے لو۔

اُنھوں نے کہا۔ عبد اللہ ابن جعفرؑ رقم دینے قدرے تاخیر سے کام لیتے اور علی ابن الحسین علیہ السلام اگرچہ وعدے کے سچے ہیں مگر اُن کے پاس مال ہی کہاں ہے کہ وہ تمہارا قرض ادا کریں۔

چنانچہ اُن کے پاس آدمی بھیجا گیا اور اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا، میں ضامن ہوتا ہوں۔ یہ قرض غلّہ کی فصل پر تمھیں ادا کر دونگا

- اُنھوں نے کہا، ہم اس پر راضی ہیں۔
- آپ نے فرمایا، ہم اس کے ضامن ہیں۔

جب غلّے کی فصل آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنا عطا فرمادیا کہ آپ نے سارا قرض ادا کردیا۔ (الکافی جلد ۵ صـ۶۷)

④ ـــــ تفویضِ امامت منجانب اللہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسّلام درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے تو جناب محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تنہائی میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے تمھیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد کے لیے اپنی نیابت اور عہدۂ امامت جناب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السّلام کے سپرد فرمایا تھا، پھر آپؑ کے بعد امام حسن علیہ السّلام اور امام حسینؑ کو یہ ذمّہ داری ملی اور آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسینؑ سید الشہداء علیہ السّلام قتل ہوئے تو اُنھوں نے اس بارے میں بظاہر کوئی وصیّت نہیں فرمائی چونکہ میں آپ کا چچا اور آپکے پدرِ بزرگوار کا بھائی ہوں اور میں سِن اور بزرگی کے لحاظ سے آپ کے مقابلہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کہ منصبِ امامت مجھے ملے۔ لہٰذا ایسی صورت میں آپ نیابت و امامت کے سلسلے میں مجھ سے نزاع نہ کریں اور میری مخالفت نہ کریں۔

امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا، چچا جان آپ اس امرِ امامت میں خدا سے خوف کریں اور اس کا دعویٰ نہ کریں جس امر کے آپ حقدار نہیں ہیں۔ میں تو آپ کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ آپ جاہلوں میں سے نہ ہوں کہ ایسے ظلم کا ارتکاب کر بیٹھیں۔

اے چچا جان! میرے پدرِ بزرگوار نے اِس منصب کی، اپنے سفرِ عراق سے پہلے ہی مجھے وصیّت فرمادی تھی اور اپنی شہادت سے قبل بھی اس بارے میں مجھے اپنا قول دیا اور یہ امانت میرے سپرد فرمائی تھی۔ دیکھ لیجیے، یہ آنحضرتؐ کے ہتھیار ہیں جو میرے ہی پاس ہیں۔ لہٰذا اس کی طلب نہ کیجیے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کی عمر کوتاہ نہ ہو جائے اور آپ کے حالات پراگندہ نہ ہو جائیں اور خداوندِ عالم نے طے فرمالیا ہے کہ سوائے نسلِ امام حسین علیہ السّلام کے کسی دوسری جگہ نیابت و امامت کو قرار نہیں دے گا۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں تو اپنے اطمینان کی خاطر حجرِ اسود کے پاس چلیے تاکہ ہم اُسے اِس معاملہ میں ثالث قرار دیں اور اس سے پوچھ لیں کہ امام کون ہے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان یہ گفتگو مکّہ میں ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات خانۂ کعبہ جا پہونچے اور حجرِ اسود کے پاس آئے۔ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام نے جناب محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ بسم اللہ بارگاہِ الٰہی میں عجز و انکساری کے ساتھ دعا کیجیے اور سوال کیجیے کہ وہ حجرِ اسود کو آپ کے لیے گویا کردے۔ آپ کے بعد میں سوال کروں گا۔

چنانچہ حضرت محمد بن حنفیہ نے گڑگڑا کر دعا کی اور حجرِ اسود سے مخاطب ہوئے لیکن حجرِ اسود نے آپ سے کوئی کلام نہ کیا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے چچا جان! اگر نیابت و امامت کا شرف آپ کو حاصل ہوتا، تو حجرِ اسود آپ کو ضرور جواب دیتا۔

جناب محمد بن حنفیہ نے کہا، اے بھتیجے! اب آپ بھی سوال کریں۔ چنانچہ امامؑ نے دعا کی اور فرمایا، اے حجرِ اسود! میں تجھے اُس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس نے تجھ میں انبیاء و اوصیاء اور لوگوں کے میثاق کو قرار دیا ہے کہ تو ہمیں واضح عربی زبان میں بتادے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام ابن حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہ السّلام کے بعد امام کون ہے۔؟

امام علیہ السّلام کا فرمانا تھا کہ حجرِ اسود میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوئی کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ پھر بحکمِ خدا گویا ہوا اور صاف عربی زبان میں یہ آواز آئی کہ امام حسین ابن علیؑ علیہ السّلام کے بعد نیابت و امامت کے حقدار امام علی ابن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہ السّلام ہیں جو جناب فاطمہ زہراؑ دخترِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرزند ہیں۔

یہ سُن جناب محمد بن حنفیہ واپس چلے گئے اور جناب امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کی ولایت و امامت کو تسلیم کرتے رہے۔ (الاحتجاج جناب طبرسی صـ۱۷۲۔ (الکافی جلد ۱ صـ۳۴۸)

- ـــــ مختصر بصائر الدرجات میں بھی بحوالہ زرارہ، امام محمد باقر علیہ السّلام سے اسی طرح مذکور ہے۔ (مختصر بصائر الدرجات از حسن بن سلیمان صـ۱۲ مطبوعہ نجف اشرف)

(بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۱۷)

(نیز اعلام الوریٰ صـ۲۵۳ مطبوعہ ایران) اور نوادر الحکمۃ میں بحوالہ جناب جابرؒ امام محمد باقر علیہ السّلام سے اسی طرح مذکور ہے۔

- ـــــ ابو خالد کابلی نے جناب محمد بن حنفیہ سے کہا کہ کیا آپ اپنے بھتیجے (حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام) سے اس طرح خطاب کرتے ہیں کہ وہ آپ سے اس طرح خطاب نہیں کرتے۔؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ مجھے حجرِ اسود کے پاس اس لیے لے گئے تھے تاکہ اُس کے

ذریعے سے امرِ امامت کا فیصلہ ہو جائے۔ چنانچہ حجرِ اسود کو میں نے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ امرِ امامت اپنے بھتیجے کے سپرد کیجیے اس لیے کہ وہ آپ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں۔

یہ سُن کر ابو خالد امامیہ گروہ میں شامل ہو گئے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۳ صـ ۲۸۸)

• ـــ مروی ہے کہ عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام سے آنحضرتؐ اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے صدقات کے بارے میں عبدالملک کے سامنے نزاع کیا اور کہا کہ اے امیر! میں ایک قابلِ اعتماد و یقین ہستی کا بیٹا ہوں اور یہ اُن کے پوتے ہیں میں ان کے مقابلے میں ان صدقات کا زیادہ حقدار ہوں۔

یہ سُن کر عبدالملک نے ابن ابی الحقیق کا یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

ترجمہ:۔ "باطل کو حق نہ بناؤ اور حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار نہ کرو"

اے علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کھڑے ہو جائیے، میں نے یہ صدقات آپ کے سپرد کیے۔

چنانچہ اس فیصلے کے بعد وہ دونوں وہاں سے جانے لگے تو عمر بن علیؑ نے امام علیہ السلام کی شان میں بیہودہ گوئی کر کے تکلیف پہونچائی۔ لیکن امام علیہ السلام خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد محمد بن عمرؑ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تسلیم بجالائے اور جھک کر آپ کی دست بوسی کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے ابنِ عم تمھارے والد کی مجھ سے بے تعلقی مجھے تمھارے ساتھ صلۂ رحمی سے نہیں روک سکتی۔ لہٰذا، میں نے اپنی بیٹی خدیجہ کی تم سے تزویج کر دی۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صـ ۳۰۸)

• ـــ مہج الدعوات میں منقول ہے کہ ولید بن عبدالملک نے اپنے حاکمِ مدینہ صالح بن عبداللہ مری کو لکھا کہ حسن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو جو اس کے قید خانے میں مقید تھے وہاں سے نکال کر مسجدِ نبوی میں پانچ سو کوڑے لگاؤ۔

چنانچہ صالح انھیں مسجد میں لایا، لوگ جمع ہوئے اور صالح منبر پر گیا اور سب کو ولید کا خط پڑھ کر سُنایا، جس میں حسن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو سزا کا حکم ملا تھا۔ جب وہ منبر سے نیچے آیا تو اُس نے اُنھیں کوڑے مارنے کا حکم نہ دیا۔

صالح جب ولید کا خط پڑھ رہا تھا امام زین العابدین علیہ السلام بھی مسجد میں تشریف لے آئے تمام لوگ آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور راستہ چھوڑ دیا اور آپ اپنے چچا زاد بھائی حسن کے پاس

پہونچے اور فرمایا۔

اے ابنِ عم! آپ بارگاہِ ایزدی میں دعاءِ کرب کے ذریعے سے التجا کیجیے اور اللہ کی پناہ حاصل کیجیے اس سے یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔

• حسن کہنے لگے کہ اے ابنِ عم! وہ کونسی دعا ہے؟

• امام علیہ السلام نے وہ دعا، انھیں تعلیم فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ جناب امام علیہ السلام تو چلے گئے اور حسن اس دعا، کو بار بار پڑھتے رہے۔ جب صالح، ولید کا خط پڑھ چکا اور منبر سے نیچے اُترا تو کہنے لگا کہ میں اس مظلوم شخص کی خصلت و عادت سے واقف ہوں یہ بے قصور ہے۔ لہٰذا ابھی اس کی سزا کے معاملے میں ٹھہر کر فیصلہ کیا جائے گا میں امیر سے اس کے بارے میں گفتگو کر لوں۔ چنانچہ اس نے ولید کے پاس خط بھیجا جس کے جواب میں اُس نے لکھا کہ حسن کو رہا کر دیا جائے۔ (مہج الدعوات صـ ۳۳)

مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس باب کے مناسب بعض اخبار و روایات جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے مکارم و معجزات کے باب میں بیان کی جا چکی ہیں اور بعض کا اولادِ جناب امیر المومنین سلام اللہ علیہ کے باب ذکر کیا گیا ہے۔



بحار الانوار

باب ۵

چند نیک بندگانِ خدا
ہمعصر حکمران وعلماء

① ـــــ کعبہ کی نئی تعمیر اور سانپ کا واقعہ

ابان بن تغلب ناقل ہیں کہ

جب حجاج نے کعبہ کو مسمار کیا تو بہت سے لوگ اس کی مٹی کو اُٹھا کر لے گئے جس کی وجہ سے حجاج اس کام کو مکمّل نہ کرسکا جب اس نے دوبارہ اس کی تعمیر کرنا چاہی تو ایک سانپ نکلا اُس نے لوگوں کو اس کی تعمیر سے روکا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور آ کر حجاج کو خبر دی۔ اس کی تعمیر رُک جانے کی وجہ سے وہ بھی ڈر گیا اور منبر پر جا کر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ خدا اس بندہ پر رحم فرمائے کہ جس کے پاس اس بات کا علم ہو، جو ہمارے ابتلاء و امتحان کا باعث بن گئی ہے وہ ہمیں اس معاملہ کی خبر دے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس کا علم اگر ہوگا تو اُن ہی کو جنھیں میں نے کعبہ میں آتے جاتے دیکھا ہے اُن ہی نے اسکی پیمائش بھی کی تھی اور وہ وہاں سے رُخصت ہو گئے تھے۔

حجاج نے پوچھا کہ وہ کون تھے؟

بوڑھے نے کہا کہ وہ جناب علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام تھے۔

حجاج کہنے لگا کہ یہی اس کی اصل اور منبع ہیں۔ ان ہی سے پوچھنا ضروری ہے۔

اُس نے کسی کو بھیج کر امام علی بن الحسین علیہ السّلام کو بلوایا۔ جب امام علیہ السّلام تشریف لائے تو آپؑ نے اُسے بتایا کہ کعبہ کی تعمیر رُک جانے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے جناب ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السّلام کی رکھی ہوئی بنیاد کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا اور اسے کھود کر راستہ بنا دیا گویا تو نے اس کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے کہ جو تو چاہے سو کرے۔ لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کر دے کہ جس کسی نے اس کی کوئی چیز بھی اُٹھائی ہے وہ اسے واپس لائے۔

چنانچہ اس نے یہی کیا اور ہر شخص اس کی مٹّی وغیرہ واپس لایا۔ جب ساری مٹّی وغیرہ اکٹھی ہو گئی تو امام تشریف لائے اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب اسے کھودیں۔ جب اُنھوں نے کھدائی شروع کی تو سانپ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ انھوں نے کھدائی جاری رکھی جب بنیاد تک کھدائی ہو گئی تو امام علیہ السّلام نے کھدائی سے روک دیا اور وہاں ہٹ جانے کے لیے فرمایا۔ جب وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے تو امام علیہ السّلام اُس جگہ کے قریب آئے اور اُس پر ایک کپڑا ڈال کر گریہ فرمانے لگے اس کے بعد آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اس بنیاد کو مٹّی میں چھپایا پھر کاریگروں کو بُلا کر فرمایا، اب تم اس کی تعمیر شروع کرو۔ جب دیواریں کچھ بلند ہو گئیں تو امام علیہ السّلام نے اس کے اندر مٹی ڈالنے کا حکم دیا یہی وجہ ہے کہ خانۂ کعبہ بلندی پر واقع ہوا ہے اور سیڑھی کے ذریعے سے اس تک (اس کے اندر) پہونچا جاتا ہے۔

(الکافی جلد ۴ ص ۲۲۲، علل الشرائع ص ۴۴۸، (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۱ مطبوعہ نجف اشرف)

② ـــــ جہاد کی حج سے افضلیت

منقول ہے کہ ایک مرتبہ عباد بصری کی امام علی ابن الحسین علیہ السّلام سے مکّہ کے راستہ میں ملاقات ہو گئی تو بصری کہنے لگے۔ اے علی ابن الحسین علیہ السّلام آپ نے جہاد اور اُس کی مشقّت کو چھوڑ دیا اور حج کو سہل اور آسان سمجھتے ہوئے اختیار کر لیا۔ حالانکہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ... سے ... وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ تک ...

(سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۱-۱۱۲) " خداوندِ عالم نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اس بات پر خرید لیے ہیں کہ (اُن کی قیمت) اُن کے لیے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (جنگ کرتے ہیں) تو (کفار کو) قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل ہو جاتے ہیں۔") امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر ہمیں ایسے لوگ مل جائیں جن کی یہ صفات ہوں جن کا ذکر اس آیت میں ہے تو اُن کے ساتھ رہ کر حق کی حمایت میں جہاد کرنا حج سے افضل ہے۔

(احتجاجِ طبرسی ص ۱۷۱)

• ـــــ مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جناب امام علیہ السّلام کی قبولیتِ دعا کے باب میں آپ کے زمانے کے خالص عبادت گزار لوگوں کے حالات کا بہت کچھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ اختصاص شیخ مفید رحمہ میں مذکور ہے کہ ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی نے چالیس سال تک اسی وضو سے صبح نماز پڑھی جو وہ رات کے پہلے حصّہ میں کر لیا کرتے تھے اور وہ ہر شب میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور اُن کے وقت میں نہ اُن سے زیادہ کوئی عبادت گزار تھا اور نہ خاص و عام کے نزدیک حدیث میں اُن سے زیادہ قابلِ اعتماد۔ یہ امام علی ابن الحسین علیہ السّلام کے معتمد لوگوں میں سے تھے۔ اُن کی ولادت اُس شب میں ہوئی تھی جس میں جناب امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ قتل کیے گئے۔ اُنھوں نے نوّے سال کی

عمر میں رحلت کی۔ یہ ہمدان کے رہنے والے تھے ان کا نام عمرو بن عبد اللہ بن علی بن ذی حمیر بن سبیع بن سبلع ہمدانی تھا۔ (الاختصاص شیخ مفید رح ص۸۲)

۳ ═══ نیک بندگانِ خدا کے واقعات

عامر بن حفص سے منقول ہے

کہ عروہ بن زبیر ولید بن عبد الملک کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے محمد بھی تھے ولید نے ان کے فرزند کو چوپائے خانے میں بند کرا دیا جہاں ایک جانور نے انھیں اتنا مارا کہ وہ مردہ ہو کر گر پڑے اور عروہ کے پاؤں میں عضو کو کھا جانے والا زخم پڑ گیا اور اسی شب میں وہ زخم ان پورے پیر پر چھا گیا۔ ولید نے کہا کہ اس پیر کو کاٹ دو تو عروہ نے انکار کیا لیکن جب اس زخم نے زیادہ زور کیا تو وہ اپنے پیر کے جدا کرانے پر راضی ہو گئے اور اسے آرے سے کاٹ دیا گیا۔ عروہ ایک بہت بوڑھے آدمی تھے جن کی کسی نے حفاظت نہ کی اور ولید کو اس عمل سے نہ روکا۔ وہ کہتے تھے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی سخت تکالیف سے سابقہ پڑا۔

اسی سال ولید کے پاس بنی عبس کے کچھ لوگ آ گئے جن میں ایک شخص ایسے تھے کہ جو جسمانی طور پر بہت پتلے دُبلے کمزور اور نابینا بھی تھے۔ ولید نے پوچھا کہ بینائی جاتے رہنے کا باعث کیا ہوا؟

انھوں نے جواب دیا کہ اے امیر میں نے وادی کے اندر ایک شب ایسی بھی گزاری کہ جس میں ہمیں سیلاب نے آگھیرا اور میرے خاندان کے تمام افراد، مال و اسباب اہل و عیال پانی میں بہہ گئے۔ ایک اونٹ اور ایک بچے کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اونٹ تو بدک کر بھاگ نکلا لیکن میں نے بچے کو چھوڑ کر اونٹ کا پیچھا کیا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بچے کے چیخنے چلّانے کی آواز سنی میں فوراً ہی واپس ہوا تو دیکھا کہ ایک بھیڑیا اُسے کھا رہا تھا۔ میں اونٹ کو پکڑ کر باندھ رہا تھا کہ اُس نے میرے منھ پر ایک لات اتنے زور سے ماری کہ جس سے میری آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ اب میری یہ صورتِ حال ہے کہ نہ مال ہی رہا نہ اولاد نہ بینائی ہی رہی سب کچھ کھو بیٹھا ہوں۔

ولید بولا کہ ذرا عروہ کے پاس جا کر اپنے حالات بیان کرو تاکہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ دنیا میں اُن سے زیادہ مصیبت زدہ لوگ بھی ہیں۔

مروی ہے کہ جب عروہ نے مدینہ کا سفر کیا تو اُن کے پاس قریش کے لوگ اور انصار آئے تو عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے اُن سے کہا کہ اے ابو عبد اللہ مبارک ہو کہ خداوندِ عالم نے

تمھیں بہت نوازا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ کیا ہی عمدہ بات خدا نے میرے ساتھ کی اور مجھے سات بیٹے عطا فرمائے اور اُس نے مجھے دیر تک ان سے فائدہ پہونچایا ان میں سے ایک لڑکے کو خدا نے اُٹھا لیا اور چھ رہ گئے۔ گویا خدا نے مجھے چار اعضاء و جوارح بخشے اور مجھے ان سے فائدہ اُٹھانے کا موقع عنایت کیا پھر ان میں سے ایک کو لے لیا اور پانچ رہ گئے جو دو ہاتھ پاؤں کان اور آنکھ تھے۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ بارِ الٰہا! اگر تو نے انھیں بھی لے لیا تب بھی تو ہی رحم فرمائے گا اور اگر تو نے مجھے امتحان میں ڈالا تو، تو ہی حفاظت کرے گا۔ (امالی شیخ طوسی ص۹۳)

۴ ═══ معاویہ بن یزیدؔ کا تخت نشینی سے انکار

تنبیہ الخواطر میں مروی ہے کہ:

جب قاتلِ امام حسینؑ و اعزاءؑ یزید لعین کے بیٹے معاویہ نے تخت نشینی سے دست برداری اختیار کی تو اُس نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگو! مجھے تم پر زبردستی حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں اور نہ مجھے تمھاری ناپسندیدگی کا اعتبار ہے بلکہ میں اور تم ایک دوسرے کے ساتھ ابتلاء و آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ میرے دادا معاویہ نے امرِ خلافت میں اُس ہستی کے ساتھ جھگڑا کیا جو اس معاملہ میں افضلیت اور سابق الایمان ہونے میں اُس سے اعلیٰ و ارفع تھے اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ میرا دادا جس راستہ پر چلا تمھیں معلوم ہے اور تم لوگ اس کے ساتھ جس راہ پر چلے اس کی بھی تمھیں خبر ہے۔ یہاں تک کہ وہ تو اپنے اعمال کا مواخذہ دار ٹھہرا اور اپنی قبر میں لیٹا ہوا ہے۔ خدا اُس سے درگزر کرے۔ پھر یہ امرِ خلافت میرے باپ کی طرف آیا اُس کے لیے مناسب یہ تھا کہ اپنے باپ کی سیرت پر نہ چلے، وہ خلافت کے لائق نہ تھا، وہ اپنے باپ کی غلطیوں کو اچھا سمجھ بیٹھا لہٰذا اس کی مدتِ زندگی کم ہو گئی، اس کے نشانات مٹ گئے اور اس کی آگ ٹھنڈی ہو گئی اور اسی رنج نے اس پر رنج کے اظہار کو ہم سے بھلا دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پھر آہستہ سے کہنے لگا کہ خدا اُس کے باپ پر رحم کرے۔

اس کے بعد بولا کہ میں لوگوں میں تیسرا آدمی ہوں مگر اپنے پاس آئی ہوئی چیز سے بے رغبت ہوں اور رغبت کرنے والے کے مقابلہ میں خلافت سے بہت زیادہ کنارہ کش ہوں۔

لوگو! میں تمھارے گناہوں کا متحمل نہیں ہو سکتا تمھارا معاملہ تمھارے ہاتھوں میں ہے جو چاہو اختیار کر لو اور جسے حاکم بنانا چاہو اسے بنا لو۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مروان بن حکم کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو لیلیٰ! حضرت عمر کی سنّت اختیار کرو۔ تو معاویہ نے کہا کہ

اے مروان! تو مجھے میرے دین میں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ ایسے لوگ جیسے کہ حضرت عمر کے آدمی تھے میں خلافت کے معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کر دوں گا۔ پھر کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر خلافت مالِ غنیمت تھا تو ہم اس سے فائدہ حاصل کر چکے اور اگر یہ ایک برائی اور شر ہے تو ابوسفیان کی اولاد کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو اسے مل گیا۔ یہ کہہ کر معاویہ بیٹھ گیا تو اس کی ماں نے کہا، کاش تو حیض کی اولاد ہوتا۔

معاویہ کہنے لگا، میں خود یہی چاہتا تھا اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ خدا اس شخص کو دوزخ کا عذاب دے گا جو اس کا نافرمان ہے اور جس نے دوسرے کا حق چھین لیا ہے۔

(تنبیہ الخواطر ص۵۰۸)

● مروی ہے کہ یزید ملعون کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور چار سال حکومت کر سکا۔ اور معاویہ بن یزید اکیس سال کا ہوا اور اس نے چالیس روز تک حکومت کی۔

(الاختصاص ص۱۳۱)

⑤ — ایک دشمنِ آلِ محمدؐ کی بیہودہ گوئی

ہشام بن کلبی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں قبیلۂ بنی اود کے لوگوں سے ملا جو اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت دیتے اور جنھوں نے اُن کے لیے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں بیہودہ گوئی کو حرام قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ اسی قبیلہ میں عبداللہ بن ادریس بن ہانی بھی تھا وہ ایک دن حجاج کے پاس گیا اور اس سے کچھ گفتگو کرنے لگا جس کے دوران حجاج نے اسے جواب میں سخت سُست کہا، تو وہ کہنے لگا کہ اے امیر! اس طرح نہ کہو قریش اور بنی ثقیف کے پاس جو جو فضائل و مناقب ہیں وہی ہم لوگوں کے پاس بھی ہیں اور ان کو ہم پیش کر سکتے ہیں۔

حجاج کہنے لگا کہ تمھارے مناقب و فضائل کیا ہیں؟

اس شخص نے جواب دیا کہ ہم میں کبھی کوئی خارجی نظر نہیں آتا۔

حجاج بولا کہ اور کوئی تعریف؟

وہ شخص کہنے لگا کہ ہم میں سوائے ایک شخص کے کوئی ابوترابی نہیں ہوا اور اس آدمی کو ہم نے ذلیل کر ڈالا اور گمنام کر دیا کہ ہمارے اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ رہی۔

حجاج کہنے لگا، اور کوئی تعریف کی بات؟

وہ شخص بولا کہ ہم میں کسی شخص نے کسی عورت سے شادی کرنا نہیں چاہا لیکن

اس نے پہلے یہ سوال کیا کہ آیا تجھے ابوتراب سے محبت تو نہیں، یا تو اس کا ذکرِ خیر تو نہیں کرتی؟ اگر یہ جواب ملا کہ وہ ایسا کرتی ہے تو وہ شخص اس سے پرہیز کر لیتا ہے اور نکاح نہیں کرتا۔

یہ سُن کر حجاج بولا کہ اور کوئی فضیلت ہے؟

وہ شخص کہنے لگا کہ ہم میں کسی بچے کا نام علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ نہیں رکھا جاتا اور کسی لڑکی کا نام فاطمہؑ نہیں ہوتا۔

پھر حجاج بولا کہ اور کوئی تعریف ہو تو بتاؤ۔

وہ شخص کہنے لگا کہ ہم میں سے ایک عورت نے امام حسین (علیہ السلام) کے سفرِ عراق کے وقت یہ منت مانی تھی کہ اگر خدائے تعالیٰ امام حسین (علیہ السلام) کو قتل کر دے تو وہ دس جانور ذبح کر کے نذر کو پورا کرے گی۔ جب امام حسین (علیہ السلام) قتل ہو گئے تو اس عورت نے اپنی منت کو پورا کر دیا۔

حجاج نے سُنا اور کہا کہ کوئی اور فضیلت ہو تو بتاؤ۔؟

وہ کہنے لگا کہ ہم میں ہر شخص (امیر المومنین) علی ابن ابی طالبؑ (علیہ السلام) سے بیزاری اور برأت کا دعوے دار ہے، بلکہ ان پر (معاذ اللہ) لعنت بھیجتا ہے۔

حجاج کہنے لگا کہ اچھا تو اس برأت میں حسنؑ و حسینؑ کو میں زیادہ کیے دیتا ہوں اب اور کوئی فضیلت ہو تو کہو۔؟ جس پر......

وہ شخص کہنے لگا کہ امیر عبدالملک نے ہم سے کہا ہے کہ تمھاری حیثیت تو اس لباس جیسی ہے جو جسم سے چمٹا ہوا ہو، نہ کہ اس سے علیحدہ۔ تم تو انصار کے بعد انصار ہو۔ جس پر......

حجاج نے کہا کہ اور کوئی قابلِ تعریف بات ہے؟

وہ شخص کہنے لگا کہ کوفہ میں اگر ملاحت و حسن ہے تو بنی اود کا ہے۔

یہ سُن کر حجاج ہنس پڑا۔

ہشام بن کلبی کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ آگے چل کر خدا نے ان کی ملاحت اور حُسن کو چھین لیا۔

(فرحۃ الغری ص۳۰ مطبوعہ ایران ۱۳۱۲ھ)

⑥ — اولیاء اللہ کا درجہ و مقام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ عبدالملک خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور امام زین العابدین علیہ السلام

بھی طواف میں مشغول تھے۔ اور آپ نے عبدالملک کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا اور عبدالملک بھی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔

وہ پوچھنے لگا کہ یہ کون ہیں جو ہمارے سامنے طواف کر رہے ہیں اور ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتے تو بتایا گیا کہ یہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔

یہ سن کر وہ اپنی جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ ذرا انھیں میرے آگے پیش کرو چنانچہ امامؑ کو اُس کے سامنے لایا گیا۔

کہنے لگا کہ، اے علی ابن الحسینؑ (علیہ السلام)! میں آپ کے پدرِ بزرگوار کا قاتل تو نہیں ہوں، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ میرے پاس تشریف نہیں لاتے۔

امامؑ نے جواب دیا کہ میرے پدرِ بزرگوار کے قاتل نے اپنے عمل سے اپنی دنیا کو تباہ کر لیا اور میرے پدرِ بزرگوار نے اُس کے عمل سے اُس کی آخرت کو برباد کر دیا۔ اگر تو اُس جیسا ہونا پسند کرتا ہے تو ویسا ہی ہو جا جس پر.......

وہ کہنے لگا کہ ہرگز نہیں، میں تو ایسا نہیں چاہتا لیکن آپ ہمارے پاس تشریف تو لایا کریں تاکہ ہماری دنیا میں سے کچھ آپ کو بھی مل سکے اور آپ عطیہ سے نوازے جائیں۔

یہ سن کر جناب امام علیہ السلام وہیں تشریف فرما ہو گئے اور اپنی ردا کو پھیلا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگارا! اسے وہ عزت و حرمت دکھا دے جو تیرے نزدیک تیرے اولیا کو حاصل ہے۔

عبدالملک بیان کرتا ہے کہ اُسی وقت آپ کی چادر موتیوں سے بھر گئی کہ جن کی چمک دمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا وہ کون ہے کہ خدا کے یہاں جس کی ایسی عزت و حرمت ہو اور وہ تیری دنیا کا محتاج ہو۔ پھر عبدالملک سے فرمایا کہ تو یہ ان موتیوں کو لے لے ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۴)

⑦ ــــ حق بہ حقدار رسید

الارشاد میں منقول ہے کہ عبدالملک بن عبدالعزیز نے بیان کیا کہ جب عبدالملک بن مروان تختِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین علی علیہ السلام کے صدقات جو ایک جگہ اکٹھے تھے امام زین العابدین علیہ السلام کو واپس کیے جس پر عمر بن علی بن ابی طالبؑ عبدالملک کے پاس آئے

اور اپنے بھتیجے کی جانب سے ظلم کی شکایت کرنے لگے کہ امام زین العابدین (علیہ السلام) کے مقابلہ میں مجھ پر ظلم ہوا ہے کہ یہ صدقات انھیں مل گئے۔

عبدالملک نے جواب دیا کہ میں تو وہ بات کہوں گا جو ابن الحقیق شاعر نے کہی ہے۔ چنانچہ اس نے اس شاعر کے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"جب نفس کی خواہشوں کی اغراض کسی کو جھکا دیں اور سننے والا کہنے والے کی بات کو خاموشی سے سن لے اور لوگ اپنی عقلوں سے کشتی لڑنے لگیں اور عقل کا راستہ اختیار نہ کریں تو ہم عدل و انصاف سے فیصلہ دیتے ہیں اور ناحق کو حق نہیں بناتے اور حق کو چھوڑ کر باطل کو نہیں اپناتے۔ ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ ہماری عقلیں بیکار ہو جائیں اور ہمارا تذکرہ گمنامی میں پڑ جائے اور ہم اپنی شہرت کو خراب کریں۔" (الارشاد شیخ مفید ص ۲۷۶)

⑧ ــــ دُعا ذریعۂ کامیابی ہے

الارشاد میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دعاء کے مانند کوئی مفید عمل نہیں دیکھا یہ ضرور ہے کہ بندہ کی بارگاہِ الٰہی میں دُعاء ہر وقت قبول نہیں ہوتی۔ اس کے لیے بھی کچھ اوقات مقرر ہیں۔ ان میں سے آپ کی اس وقت کی ایک وہ دُعاء ہے جب آپ کو ابنِ عقبہ کے یزید کی طرف سے لشکر مدینہ کی سرکردگی کی اطلاع ملی جو اپنی خونریزی میں شہرت کی وجہ سے مسرف بن عقبہ کہا جاتا تھا۔ تو امام علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یوں دُعاء کی۔

"پروردگارا! تو نے مجھے کتنی نعمتوں سے نوازا جن کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے اور کتنی ایسی مصیبتیں آئیں جن سے تو نے مجھے آزمایا لیکن مجھ میں صبر کی طاقت کم ہی رہی۔ اے وہ ذات کہ جس کی نعمت کے مقابلہ میں میری طاقتِ صبر قلیل رہی لیکن اُس نے میری مدد کو نہ چھوڑا۔ اے وہ احسان والے! جس کے احسان ختم نہیں ہوتے اور اے وہ نعمتوں والے! جن کا شمار ممکن نہیں، محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما، اور مجھ سے اس دشمن کے شر کو دور کر دے میں تیرے ہی ذریعے سے اس کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں اور دشمن کے شر سے تجھے ہی ایک پناہ گاہ سمجھتا ہوں۔"

چنانچہ مسرف بن عقبہ مدینہ پہونچ گیا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ صرف اُس کی نظر

میں امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہی ہیں اور وہ آپ ہی کو اپنے ظلم کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ لیکن جب وہ آیا تو اُس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا تحفے تحائف دیئے اور آپ سے قربت اختیار کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب مسرف بن عقبہ مدینہ میں آیا تو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بُلا بھیجا۔ جب امامؑ تشریف لائے تو وہ آپ کے ساتھ اکرام و احترام سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ مجھے امیر نے حکم دیا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں آپ سے امتیازی سلوک کروں اور آپ کو ایک بہتر مقام دوں۔

چنانچہ وہ امام علیہ السلام کے ساتھ نیکی سے پیش آیا اور خادموں سے کہنے لگا کہ آپ کی سواری کے لیے میرا خچر تیار کرو تاکہ امام (علیہ السلام) اس پر تشریف لے جائیں اور امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنے اہلِ بیت کی طرف لوٹ جائیے میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کے اہلِ بیت کو آپ کی طرف سے پریشان اور فکرمند کر دیا اور آپ کے ہمارے پاس چل کر آنے سے ہم نے آپ کو زحمت میں ڈال دیا اگر میرے ہاتھ میں ہوتا کہ میں آپ کے حق کے بقدر آپ کو انعامات سے نوازوں تو میں ضرور ایسا کرتا جس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ امیر نے میرے بارے میں اس قدر عذر سے کام لیا۔

بالآخر جناب امام علیہ السلام اپنے اہلِ بیت کے پاس روانہ ہو گئے تو مسرف بن عقبہ اپنے ہم نشینوں سے کہنے لگا کہ یہ وہ نیک انسان ہیں کہ جن میں بُرائی کا شائبہ تک نہیں جس کی وجہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت و تعلق ہے جو اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے۔ (الارشاد صفحہ ۲۷۷)

(۹) قدرتِ امامؑ

صاحبِ مناقب نے حلیۃ الاولیاء، وسیلۃ الملا و فضائل ابی السعادت سے نقل کرتے ہوئے ابنِ شہاب زہری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ جس دن عبد الملک بن مروان نے امام زین العابدین علیہ السلام کو مدینہ سے شام کی طرف طلب کیا تو میں خدمتِ امام علیہ السلام میں موجود تھا اور صورت یہ تھی کہ آپ کو لوہے میں جکڑ دیا گیا تھا اور ایک مسلح محافظ دستہ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے اس کی اجازت چاہی کہ میں جناب امام علیہ السلام سے مل کر انھیں سلام کر لوں اور الوداع کہہ لوں۔ چنانچہ ان محافظوں نے اس کی اجازت دے دی اور میں امام علیہ السلام کے

پاس آیا تو دیکھا کہ آپ کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ کاش میں آپ کی جگہ قید میں ہوتا اور آپ صحیح و سالم رہتے۔

امام علیہ السلام نے سُنا اور ارشاد فرمایا کہ اے زہری! کیا تم میری یہ حالت دیکھ کر کہ میری گردن میں طوق ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں، یہ خیال کرتے ہو کہ مجھے اس قید سے تکلیف اور بے چینی ہے اگر میں چاہوں تو میں اس چھوٹ سکتا ہوں۔ چنانچہ میری جس حالت کی وجہ سے تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو رنج و غم پہونچا ہے وہ مجھے خدا کے عذاب کی یاد دلاتا ہے۔ یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھ پاؤں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے نکال لیے اور فرمایا کہ زہری میں ان محافظوں کے ساتھ ہوتے ہوئے مدینہ سے دو منزلوں پر علیحدہ ہو جاؤں گا۔

زہری کہتے ہیں کہ ابھی ہم نے چار راتیں نہ گزاری تھیں کہ امام علیہ السلام پر حکومت کے نگراں مدینہ میں آپ کی تلاش میں پہونچ گئے اور انھیں امام علیہ السلام کا کوئی پتہ نہ ملا میں بھی اُن لوگوں میں سے تھا جو امام علیہ السلام کے بارے میں دریافت کر رہے تھے کہ امام کہاں تشریف لے گئے بعض محافظوں نے کہا کہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ اُن کے پیچھے لوگ جا رہے تھے اور وہ بھی چل رہے تھے ہم نے تو اُن کے گرد رات جاگ کر کاٹی اور ان کی نگہبانی کرتے رہے جب صبح ہوئی تو ہم نے ہودج میں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا اور امام علیہ السلام موجود نہ تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں عبد الملک کے پاس پہونچا تو اُس نے امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اُس سے ساری بات کہہ دی جس پر وہ بولا کہ وہ تو میرے پاس اُسی دن تشریف لائے تھے جب وہ میرے خادموں سے جُدا ہو گئے، تو وہ یہاں آ کر مجھ سے کہنے لگے کہ میرے اور تیرے درمیان کیا دشمنی ہے جو تو میرے درپے ہو گیا۔؟

میں نے کہا کہ میرے پاس ٹھہریئے تو انکار فرمایا اور چلے گئے۔ خدا کی قسم مجھے اُن سے ایسا ڈر لگا کہ میرا سارا جسم خوف سے بھر گیا۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الملک سے کہا کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ایسے نہیں ہیں جیسا کہ تو خیال کرتا ہے وہ تو عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنے والے انسان ہیں اور انھیں تو ہر وقت اسی کی فکر رہتی ہے جس پر عبد الملک نے کہا کہ ان کا یہ کیا ہی بہترین

مشغلہ ہے۔
(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)

• ...... کشف الغمہ میں بھی زہری سے اسی طرح منقول ہے
(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

وضاحت : مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں امام علیہ السلام کا زہری سے یہ ارشاد کہ اگر تم چاہو کہ مجھے اس حالت میں نہ دیکھو کہ طوق و زنجیر میں گرفتار ہوں تو ہو سکتا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہو کہ میرے لیے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کوئی چیز نہیں جس سے تمھیں صدمہ اور تکلیف پہونچی۔ درحقیقت اس سے مجھے خدائے تعالے کے عذاب کی یاد آجاتی ہے کہ وہ عذاب کیسا دردناک ہوگا اور مجھے یہ بات اسی لیے پسند ہے تاکہ میں اسے یاد کرتا رہوں۔

• ...... صاحب کشف الغمہ نے اس روایت میں امام علیہ السلام کے نگرانوں کے اس قول کی وضاحت کی ہے جو انھوں نے کہا کہ ہم نے امام علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے پیچھے کچھ لوگ چلے جا رہے تھے تو اس کا مقصود یہ ہے کہ ان کے پیچھے جنات چل رہے تھے جو ان کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اور اطاعت کر رہے تھے۔

(۱۰) ـــــ مدح امامؑ میں فرزدق کا قصیدہ

الارشاد اور ابن شہر آشوب نے حلیۃ الاولیاء اور اغانی نیز دوسری معتمد کتابوں کے حوالوں سے نقل کیا ہے جن میں متقدمین و متاخرین علماء اور امت مسلمہ کے دیگر اہل علم کی کتب شامل ہیں جن میں فرزدق کے اس قصیدے کا ذکر موجود ہے جن کی تفصیل آگے چل کر پیش کی جائے گی۔

چنانچہ صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے گیا اور لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا۔ چنانچہ اس کے لیے منبر رکھا گیا جس پر وہ بیٹھا اور اس کے اردگرد شامی جمع ہوئے کہ اسی اثناء میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے کہ آپ ازار اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور چہرۂ اقدس روشن و تاباں تھا اور دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی منور پر ایک ایسا نشانِ سجدہ تھا جیسے مینڈھے کا گھٹنا ہوتا ہے آپ نے طواف شروع کیا۔ جب حجر اسود کے قریب پہونچے تو آپ کے رعب سے مجمع ہٹ گیا اور اس نے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا تو ایک شامی کہنے لگا کہ اے امیر! یہ کون ہیں ۔۔؟ یہ سمجھ کر کہ کہیں شامی آپ کے گرویدہ نہ ہو جائیں، اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں

فرزدق شاعر وہاں موجود تھے، کہنے لگے کہ اگر امیر نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا تو کیا ہوا میں انھیں پہچانتا ہوں جس پر شامی نے کہا کہ اے ابو فراس یہ کون ہیں۔ تو انھوں نے فی البدیہہ مدح امامؑ میں یہ قصیدہ پڑھا جس کے بعض بعض حصوں کا ذکر حلیۃ اغانی اور حماسہ میں موجود ہے اور یہاں قصیدے کے اکتالیس اشعار کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

• اے جود و کرم کا مقام پوچھنے والے، آ میں تجھے بتاتا ہوں کہ کرم و سخاوت کہاں ہیں یہی تو ہیں کہ جن کے قدم کی جگہ کو مکہ پہچانتا ہے اور خانۂ کعبہ اور حل و حرم اچھی طرح جانتے ہیں۔

• یہ خدا کے بندوں میں افضل ہستی کے فرزند ہیں، یہ پرہیزگار پاک و پاکیزہ اور سردار ہیں۔ یہ وہ ذات ہیں کہ حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے پدر بزرگوار ہیں اور جن پر روز ازل سے خداوند عالم درود و سلام بھیجتا ہے۔

• اگر رکن کعبہ اس آنے والے کو جان لے جو اس کا بوسہ لے رہا ہے تو وہ اس کے نشانِ قدم کا بوسہ لیتا ہوا گر جائے۔

• یہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں کہ جن کے پدر بزرگوار حضور ختمی مرتبتؐ ہیں کہ جن کے نور ہدایت سے امتوں نے ہدایت پائی۔

• جن کے چچا جناب جعفر طیارؓ اور جناب حمزہؓ شہید ہیں جو رزمگاہ کے شیر ہیں کہ جن کی محبت کی قسم کھائی جاتی ہے۔

• یہ وہ ہستی ہیں جو عالمین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور ان مرد میدان وصیٔ رسولؐ کے لخت جگر ہیں کہ جن کی شمشیر میں دشمنانِ اسلام کے لیے عذاب ہے۔

• جب انھیں قریش دیکھتے ہیں تو ان میں کا کہنے والا بول اٹھتا ہے کہ ان کی جوانمردی پر کرم کا خاتمہ ہوا ہے۔

• قریب ہے کہ دیوار کعبہ کا رکن حجر اسود ان کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑ لے جبکہ وہ اسے چومنے کے لیے آئیں۔

• تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں انھیں ضرر رساں نہیں، سارا عرب و عجم جانتا ہے کہ تو نے کس شخص کی عظمت کا انکار کیا ہے۔

• یہ ہستی عزت کی بلندی پر اس طرح چڑھی ہے کہ اس کے حاصل کرنے سے عرب اور عجم کے مسلمان قاصر ہوگئے۔

• وہ حیا سے نگاہ کو نیچا رکھتے ہیں اور ان کے سامنے ہیبت سے لوگوں

کی نگاہ نیچی رہتی ہے، ان کے ساتھ بات نہیں کی جاتی مگر جبکہ وہ خود مسکراتے ہوں۔

- ان کی پیشانی کے نور سے اندھیرے میں اُجالا آجاتا ہے جس طرح سورج کی روشنی سے رات کی تاریکی پھٹ جاتی ہے۔
- ان کے ہاتھ میں بید مشک ہے جس کی خوشبو ہر سمت پھیلی ہوئی ہے اور اس خوش جمال کے ہاتھ میں ہے کہ جس کی ناک اونچی ہے۔
- انھوں نے سوائے تشہد کے لا کبھی نہیں کہا اگر لا اِلٰہ الا اللہ میں لا نہ ہوتا تو ان کا لا، نعم بن جاتا۔
- ان کے وجود کی کونپل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درخت کے وجود سے ہوئی ہے ان کے جسمانی عناصر اور عادت وخصلت پاک وپاکیزہ ہیں۔
- یہ قوموں کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں جبکہ وہ قرض کے بوجھ تلے دب جاتی ہیں۔ وہ شیریں عادات رکھنے والے ہیں۔
- ان کے پاس ساری نعمتیں شیریں ہی ہوتی ہیں یہ جو کچھ کہتے ہیں وہی تو تمام لوگ کہتے ہیں اور جب یہ کلام کرتے ہیں تو ان کے کلمات انھیں زینت بخشتے ہیں۔
- اگر تو نہیں جانتا تو سُن! کہ یہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے بیٹے ہیں اور انہی کے جدِ بزرگوار پر نبوت کا اختتام ہوا ہے
- خدا نے ازل سے انھیں فضیلت دی ہے ان کے شرف وبزرگی کے لیے قلم کو لوح پر چلایا ہے۔
- ان کے جدِ بزرگوار وہ ہستی ہیں کہ سارے انبیا کی فضیلتیں انہی کیلئے ہیں اور ان کی امت کی وہ فضیلت ہے کہ تمام اُمتیں جس سے واقف ہیں۔
- انھوں نے احسان سے تمام مخلوق کو گھیر لیا ہے جس کی وجہ سے مخلوق سے رنج وغم محتاجی وافلاس جاتا رہا۔
- ان کے دونوں ہاتھ مخلوق کے فریادرس ہیں کہ جن کا نفع اور احسان عام ہے اور جو اپنے فیوض کو جاری کرنا چاہتے ہیں جن پر افلاس اور محتاجی نہیں آتی۔
- یہ نہایت نرم عادت والے ہیں ان کے جلدی کے کاموں سے کوئی خوف نہیں آتا، ان کی دو خصلتوں 'بُردباری اور کرم' نے انھیں آراستہ ومزین کر دیا ہے۔
- یہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔ یہ تو مبارک خیالات والے ہیں ان کا صحن وسیع ہے اور جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو یہ دانا اور عقلمند نظر آتے ہیں۔

- یہ اُس گروہ میں سے ہیں کہ جن کی محبت دین وایمان ہے اور جن سے عداوت رکھنا کفر ہے اور جن سے قربت رکھنا نجات کا باعث ہے
- انہی سے محبت کی بدولت سخت سے سخت مشکلات اور سختیاں دور ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے نیکیوں میں زیادتی ہوتی ہے۔
- خدا کے ذکر کے بعد فریضہ میں انہی کے ذکر کا درجہ ہے اور انہی کے ذکر پر ختتام ہے۔
- اگر متقیوں کو شمار کیا جائے تو یہ اُن کے امام ہیں اور اگر یہ پوچھا جائے کہ روئے زمین پر بہتر کون ہیں تو وہ یہی نظر آتے ہیں۔
- جہاں یہ پہونچے ہیں وہاں کسی جواں مرد کے پہونچنے کی طاقت نہیں۔ کوئی قوم ان کی برابری نہیں کرسکتی خواہ وہ سخاوت والے ہی کیوں نہ ہوں۔
- جب قحط کی تکلیف لوگوں کو بگاڑ دیتی ہے تو یہ بارانِ رحمت ہو کر برستے ہیں، جب جنگ کا معرکہ گرم ہو جائے تو یہ کوہِ سلمیٰ کے شیروں کے بیشے کے شیر ہیں۔
- مذمت ان کے صحن میں اترنے سے انکار کرتی ہے اور ان کے ہاتھ عطا وبخشش میں بڑھے ہوئے ہیں؛
- تنگی ان کے ہاتھوں کی فراخی کو روک نہیں سکتی، ان کے سامنے دولوں ہی برابر ہیں خواہ مالدار ہوں یا نہ ہوں۔
- وہ کون سے قبائل ہیں جو ان کی اس افضلیت کی وجہ سے کہ جس کا آغاز ہی فضل واکرام ہے ان کے غلام نہیں ہیں۔
- جو خدا کو پہچانتا ہے وہ ان کی فضیلت کو بھی خوب جانتا ہے اور اُمتوں نے دین کو انہی کے گھر سے پایا ہے۔
- ان کے گھر قریش میں ہیں کہ جن سے آفتوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اور فیصلہ کے وقت یہی ہیں جو فیصلہ کرتے ہیں۔
- ان کے جدِ بزرگوار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی الاصل ہیں اور آپ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سید وسردار ہیں۔
- جن کی شجاعت کی بدر گواہ ہے اور اُحد کی گھاٹیاں شاہد ہیں اور خیبر وخندق، نیز فتح کے دن جنھیں اچھی طرح جانتے ہیں۔
- معرکۂ خیبر وحُنین ان کی شجاعت کی گواہی دیتے ہیں اور قریظہ میں وہ دن

گواہ ہے جو سخت تھا اور جنگ کا غبار اُڑا رہا تھا

- اور بہت سے وہ مواقع گواہی دیتے ہیں جو صحابہ پر مصیبتیں لائے میں ان کو نہیں چھپا سکتا جیسے کہ دوسرے لوگوں نے ان واقعات پر پردہ ڈال دیا۔

اس قصیدے کو سُن کر ہشام غصہ میں آگیا اور اس نے قصیدے کے اشعار کی نشر و اشاعت کو روک دیا اور کہنے لگا کہ کیا تو ہمارے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتا ؟

فرزدق نے جواب دیا کہ ان کے جد اور ماں باپ جیسا تو کسی کو لے آ تو میں اس جیسی مدح کرنے کو تیار ہوں۔

نتیجہ یہ کہ ہشام نے مکّہ و مدینہ کے درمیان مقامِ عسفان میں فرزدق کو قید کر دیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو دینے کا حکم فرما کر کہلا بھیجا کہ اے ابو فراس ہماری جانب سے عذر قبول کرو اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو ہم اور زیادہ صلہ بھیجتے۔

فرزدق نے یہ کہہ کر واپس کیے کہ فرزندِ رسولؐ ! میں نے جو کچھ کہا ہے خدا اور اُس کے رسولؐ کے غضب سے نجات پانے کے لیے کہا ہے اور میں اس کے عوض میں کچھ بھی نہ لوں گا۔

امام علیہ السلام نے وہ درہم فرزدق ہی کو واپس کیے اور اپنے حق کی قسم دے کر فرمایا کہ انھیں قبول کرو۔

چنانچہ فرزدق نے قبول کر لیے پھر فرزدق نے قید کی حالت میں ہشام کی ہجو لکھ ڈالی۔ جس کے دو شعروں کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

- کیا اس نے مجھے مدینہ اور اس جگہ کے درمیان قید کر دیا کہ جس کی طرف لوگوں کے دل معافی مانگتے اور توبہ کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ وہ سر کو پلٹتا رہتا ہے جو کسی سردار کا سر نہیں ہے اور آنکھوں کو گردش دیتا رہتا ہے جو بھینگی ہیں کہ جن کے عیب ظاہر ہیں۔

(از دیوانِ فرزدق جلد ۱ ص۵۱)

ہشام کو اس ہجو کی خبر ہوئی تو اس نے فرزدق کو رہا کر دیا۔ ابوبکر علاف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ ہشام نے انھیں بصرہ کی طرف نکال دیا۔ (المناقب جلد ۳ ص۲۰۶)

معرفۃ اخبار الرجال کشی میں بھی عبید اللہ بن محمد بن عائشہ سے اسی طرح مذکور ہے

(معرفۃ اخبار الرجال الکشی ص۸۶)

فرزدق کے اس قصیدہ کا ذکر جو انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں ہشام کے روبرو پیش کیا، علمائے متقدمین و متاخرین کی مندرجہ ذیل کتابوں میں اس واقعہ اور قصیدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(الاختصاص شیخ مفید ص۱۹۱) کشف الغمہ اربلی جلد ۲ ص۲۶۷، الخرائج والجرائح راوندی ص۱۹۵

امالی سید مرتضیٰ جلد ۱ ص۶۷ - ۶۹ - عیون المعجزات ص۶۳)

علمائے متاخرین کے حوالوں کی اتنی کثرت ہے کہ سب کا بیان کرنا باعثِ طوالت ہے اگرچہ عام اہلِ اسلام کے علماء نے بھی کثرت کے ساتھ اس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے لیکن طوالت کے خوف سے بعض حضرات کے حوالے قلمبند کیے جاتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

صفۃ الصفوۃ ابوالفرج ابن جوزی جلد ۲ ص۵۴ ، طبقات ابن عساکر الشافعیہ سبکی جلد ۱ ص۱۵۳ شذرات الذہب ابن عماد حنبلی جلد ۱ ص۱۴۲ ، مرأۃ الجنان یافعی جلد ۱ ص۲۳۹ ، تاریخ ابن عساکر در حالات امام زین العابدین سلام اللہ علیہ وفیات الاعیان ابن خلکان، مطالب السؤول ابن طلحہ شافعی ص۷۹ مطبوعہ ایران ، فصول مہمہ ابن صباغ مالکی ص۱۹۲ مطبوعہ نجف تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص۱۸۵ مطبوعہ ایران، حیوٰۃ الحیوان دمیری ، شواہد المغنی ص۲۴۹ مطبوعہ نجف اشرف ، شرح دیوان حماسہ خطیب تبریزی جلد ۲ ص۲۸ ، شرح شواہد الکبریٰ عینی جلد ۲ ص۵۱۷ ، زہر الآداب قیروانی جلد ۱ ص۶۵ ، شرح رسالہ ابن زیدون ابن نباتہ مصری جلد ۱ ص۱۶۳ ، البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر شامی جلد ۹ ص۱۰۸ ، صواعق محرقہ ابن حجر ص۱۹۸ مطبوعہ مصر، نور الابصار شبلنجی ص۱۲۹ ، دیوانِ فرزدق صاوی جلد ۲ ص۸۴۸)

اس مقام کی مناسبت سے ایک عجیب بات نقل کی گئی ہے کہ زمخشری نے کتاب الفائق میں فرزدق کی امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرزدق کے مدحیہ اشعار میں ایک شعر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "امام کے ہاتھ میں خیزران (بید مشک) ہے تو قتیبی کہتے ہیں کہ فرزدق کے شعر میں "جنہی" خیزران کا لفظ آیا ہے جسے معلوم کر کے مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا لفظ ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ مجھ سے بعض احباب نے اس لفظ "جنہی" کے بارے میں دریافت کیا لیکن اس کا مجھے کوئی علم نہ تھا تو میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں جب میں رات کو بستر پر سو گیا تو ایک شخص خواب میں آیا اور کہنے لگا کہ "جنہی" کے بارے میں تمھیں بتاتا ہوں :

میں نے کہا کہ میں تو اس لفظ کو جانتا ہی نہیں۔

وہ شخص کہنے لگا کہ خیزران کو کہتے ہیں۔

میں نے اس سے اِس کی مثال چاہی تو اُس نے مجھے اس کی مثال دی اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں بہت تعجب میں رہا۔ ابھی کچھ وقت نہ گزرنے پایا تھا کہ میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ " اس کے ہاتھ میں جنہی ہے "۔ اور میں یہ جانتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں خیزران ہے (بیدمشک) اب معلوم ہوا کہ جنہی، بیدمشک کو کہتے ہیں۔

(الفائق زمخشری جلد ا صـ ۲۱۹ مطبوعہ مصر)

(۱۱) ـــــ قصیدہ کا واقعہ فرزدق کی زبانی

فرعان جو فرزدق شاعر کے راویوں میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے ساتھ میں حج میں تھا تو اُس نے حقارت آمیز نظر ڈالتے ہوئے امام زین العابدین علیہ السّلام کے لیے کہا کہ یہ کون ہیں ؟

فرزدق کہتے ہیں کہ میں نے مدح امامؑ میں فی البدیہہ اپنا پورا قصیدہ پڑھا۔ اور یہ عبدالملک وہی ہے جو انھیں ہر سال ایکہزار دینار وظیفہ کے طور پر دیا کرتا تھا لیکن یہ قصیدہ سُن کر اُس نے یہ وظیفہ بند کر دیا۔ فرزدق نے اُس کی شکایت جناب امام علیہ السّلام سے کی اور اُس کی درخواست کی کہ آپ اُس کے بارے میں عبدالملک سے بات چیت کریں تو امامؑ نے فرمایا کوئی بات نہیں اپنے مال سے تمھیں وہی سب کچھ دوں گا جو تمھیں عبدالملک کی طرف سے ملتا تھا۔ اس بات سے فرزدق نے کچھ ناک بھوں چڑھائی اور عرض کیا کہ فرزند رسولؐ! میں نے مال لینے کے لیے تو یہ کام نہیں کیا تھا، یہ تو محض حصولِ ثواب کے لیے تھا۔ مجھے خدا کی طرف سے آخرت کا ثواب اُس دنیا کے ثواب سے زیادہ محبوب ہے جو فوری طور پر مل جائے اُس کا صلہ تو مجھے خداوندِ عالم عنایت فرمائے گا۔

فرزدق کہتے ہیں کہ میرا معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ربط ضبط قائم ہوا جو بنی ہاشم کے دولت مندوں میں صاحبِ فضل و شرف تھے۔ ادیبوں میں ان کا شمار تھا اور ایک عظیم الشان حیثیت کے مالک تھے۔ وہ فرزدق سے پوچھنے لگے کہ تمھارا کیا اندازہ ہے کہ کتنی عمر تمھاری باقی رہ گئی ہوگی ؟

اُنھوں نے کہا کہ میرا بیس سال کا اندازہ ہے۔

معاویہ بن عبداللہ کہنے لگے کہ میں یہ بیس ہزار دینار اپنے مال سے تمھیں دے رہا

ہوں تم جناب ابو محمدؑ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کو معاف رکھو اور انھیں زحمت نہ دو۔ خدا نے انھیں عزت بخشی ہے بھلا وہ اور تمھارے بارے میں کسی سے گفتگو کریں اور کچھ سوال کریں۔

فرزدق نے انھیں بتایا کہ میں جناب ابو محمدؑ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اُنھوں نے اپنی طرف سے مجھے رقم پیش کی تھی میں نے یہی عرض کیا تھا کہ میں نے تو اس قصیدہ کے صلہ کو آخرت کے بدلہ پر موخر کر دیا ہے۔ دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں خدا مجھے اس کا اجر دے گا۔ (الاختصاص صـ ۱۹۱)

(۱۲) ـــــ فرشتے اور روضۂ رسولؐ کی حفاظت

صاحب مناقب تحریر کرتے ہیں کہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیّب سے مدینہ کی لوٹ مار اور جنگِ حرّہ کے واقعات دریافت کیے کہ وہاں کیا کچھ ہوا ؟

وہ کہنے لگے کہ کیا پوچھتے ہو، یزیدی لشکر نے وہاں مسجد کے ستونوں سے گھوڑے باندھے اور میں نے خود دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قبرِ مبارک کے گرد گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تین دن تک مدینہ کو لوٹا گیا اور میں اور امام زین العابدین علیہ السّلام آنحضورؐ کی قبرِ انور پر آتے رہے اور امام علیہ السّلام نے وہاں کچھ ایسے الفاظ زبان پر جاری کیے جو میری سمجھ میں نہیں آئے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا ہم نے نماز ادا کی، ہم تو لوگوں کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ ہمیں نہیں دیکھتے تھے۔ ہم نے ایک سبز پوش شخص کو کھڑا ہوا دیکھا جو سفید رنگ، سیاہی مائل دم کے گھوڑے پر سوار تھا اور جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور وہ امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کے ساتھ کھڑا تھا جب کوئی حرمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف آنا چاہتا تو وہ سوار اُس کی طرف نیزہ کو بڑھاتا تھا اور اُس کے لگنے سے پہلے ہی وہ شخص مر جاتا تھا۔

(۱۳) ـــــ امامؑ اور حسن بصری کا مکالمہ

مناقب میں مذکور ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام نے حسن بصری کو حجرِ اسود کے پاس کھڑا ہوا دیکھا کہ کوئی قصہ بیان کر رہے ہیں۔

امام علیہ السّلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے آپ کو موت پر راضی کر لیا ہے ؟

اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے آپ کو حساب کے لیے تیار کرلیا ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے دار العمل کی تیاری کی ہے۔؟

اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔

امام علیہ السلام نے پھر فرمایا، کیا اس گھر کے سوا کوئی اور گھر جائے پناہ ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، پھر تم لوگوں سے باتیں کرکے انھیں طواف سے کیوں روک رہے ہو؟

یہ فرما کر امام علیہ السلام تشریف لے گئے اور حسن بصری کہنے لگے کہ میں نے کسی سے ایسے کلمات نہیں سُنے، تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟

لوگوں نے کہا کہ یہ امام زین العابدین علی ابن الحسینؑ علیہ السلام ہیں۔

حسن بصری بول اُٹھے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پ۳ آیت ۳۴) بعض کی اولاد کو بعض سے خدا نے برگزیدہ کیا ہے اور خدا سب کی سُنتا اور سب کو جانتا ہے)۔

(المناقب جلد ۳ ص ۲۹۷) (احتجاج طبرسی ص ۱۷۱)

۱۴ ــــ زہری اور عقیدتِ جناب امامؑ

کہا جاتا ہے کہ زہری بنی اُمیہ کے کارندے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص کو انھوں نے سزا دی اور وہ شخص اس میں مرگیا۔ چنانچہ یہ دیکھ کر زہری حیران و پریشان وہاں سے چل دیے۔ وہ گھبرائے ہوئے تو تھے ہی ایک غار میں پناہ لی اور نو سال تک اس میں رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام زین العابدین علیہ السلام حج کے لیے تشریف لے گئے تو زہری خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ جناب امامؑ نے ان سے فرمایا کہ میں تمھاری نااُمیدی اور مایوسی سے اتنا خائف ہوں کہ تمھاری غلطی اور گناہ سے مجھے اتنا خوف نہیں ہے۔ لہٰذا اُس شخص کے قتل کی دیت اُس کے گھر والوں کو دو۔

اور اپنے اہلِ خانہ کے پاس جاؤ اور اپنے دینی اُمور میں مصروف ہوجاؤ۔

زہری کہنے لگے کہ حضور! آپ نے تو میری مشکل حل فرمادی، واقعی بات یہی ہے کہ خدا زیادہ عالم ہے کہ اپنی رسالتیں کہاں قرار دے۔

چنانچہ زہری اپنے گھر چلے گئے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے وابستہ رہے اور آپ نے بھی انھیں اپنے اصحاب میں شمار کرلیا۔ نتیجہ یہ کہ بنی مروان میں سے بعض لوگوں نے یہ طنز شروع کردیا کہ زہری صحابۂ نبی یعنی امام علی بن الحسینؑ کا کیا حال ہے۔ (المصدر السابق جلد ۳ ص ۲۹۸)

۱۵ ــــ کلام الامام امام الکلام

العقد الفرید میں مذکور ہے کہ شاہِ روم نے عبد الملک کو خط میں لکھا کہ تو نے اس اونٹ کا گوشت کھایا ہے جس پر تیرا باپ بیٹھ کر مدینہ سے بھاگا تھا۔ اب میں تجھ پر تین لاکھ فوج سے حملہ کروں گا۔

عبد الملک نے حجاج کو لکھا کہ امام زین العابدین (علیہ السلام) کو اس کی اطلاع دے اور جو کچھ وہ فرمائیں اس سے مجھے مطلع کرے۔

چنانچہ اُس نے امام علیہ السلام کو ساری بات لکھ دی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی ایک لوحِ محفوظ ہے جسے وہ روزانہ تین سو بار دیکھتا ہے اور ان میں سے ہر لحظہ وہ ہے جس میں وہ زندگی عطا کرتا ہے اور موت بھی۔ عزت بھی دیتا ہے اور ذلت بھی۔ اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ ان میں سے ایک لحظہ ہی تیرے لیے کافی ہوگا۔

چنانچہ اس مضمون کو حجاج نے عبد الملک کے پاس لکھ کر بھیج دیا۔ اور عبد الملک نے یہی شاہِ روم کو لکھ دیا۔ جب اُس نے اس مضمون کو پڑھا تو کہنے لگا کہ یہ تو نبوت کا کلام معلوم ہوتا ہے کسی اور کا نہیں۔

(العقد الفرید جلد ۲ ص ۲۰۳ ـ المناقب جلد ۳ ص ۲۹۹)

۱۶ ــــ زمانۂ امامؑ کے علماء اور راوی

صاحب مناقب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مخصوص اصحاب اور علماء و رواۃ کی تفصیل پیش کی ہے جن میں سے

چنانچہ حضرتِ آدمؑ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ " وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۔" (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۱) ۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو (راہِ صواب سے) بے راہ ہوگئے اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا " وَكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا " (سورۂ دھر آیت ۲۲) "اور تمھاری کوشش قابلِ شکر گزاری ہے۔"

- حجاج کہنے لگا کہ اے حرّہ کیا خوب کہا۔ اب یہ بتاؤ کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ پر انھیں کس طرح فضیلت حاصل ہے ۔؟

- حرہ نے جواب دیا کہ خداوندِ عالم نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کو ان دونوں حضرات پر یہ فرماتے ہوئے فضیلت دی ہے کہ " ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (سورۂ تحریم آیت ۱۰) " خدا نے کافروں کی عبرت کے واسطے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثل بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے (۲) بندوں کے تصرف میں تھیں تو دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی تو ان کے شوہر خدا کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ ۔"
اور حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کی بنیاد تو سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے ہے ان کی زوجہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ہیں کہ جس سے وہ راضی ہیں خدا بھی اس سے راضی اور جس سے وہ ناخوش ہیں خدا بھی اس سے ناخوش ہے۔

- حجاج نے سن کر کہا کہ اے حرہ ! تم نے کیا خوب بات کہی۔ اچھا، اب یہ بتاؤ کہ تم جناب علی مرتضیٰ (علیہ السلام) کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر کس دلیل سے فضیلت دیتی ہو ؟

- حرہ کہنے لگیں کہ خداوند عالم نے یہ فرما کر فضیلت دی کہ " وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۰) (اور جب ابراہیم نے خدا سے درخواست کی کہ اے میرے پروردگار ! تو مجھے بھی دکھا دے کہ تو مردہ کو کیونکر زندہ کرتا ہے ۔ خدا نے فرمایا کہ کیا تمھیں یقین نہیں ؟ تو ابراہیم نے عرض کیا، یقین تو ہے ۔ یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے۔)
اور میرے مولا و آقا امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کا مشہور قول ہے جس سے کسی مسلمان نے اختلاف نہیں کیا کہ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا ۔ (اگر پردے بھی اٹھ جائیں تو میرے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی) اور یہ وہ کلمہ ہے جو امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام سے پہلے

اور اُن کے بعد کسی نے نہیں کہا۔

- حجاج نے سُنا اور کہنے لگا کہ تم نے کیا خوب دلیل پیش کی۔ اب یہ بتاؤ کہ کہ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ پر انھیں کس طرح فضیلت حاصل ہے ؟

- حرہ نے کہا کہ اس دلیل سے کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ (سورۃ القصص آیت ۲۱) "(غرض موسیٰ وہاں سے امید و بیم کی حالت میں نکل کھڑے ہوئے") اور امیرالمومنین علی مرتضیٰ صلوات اللہ علیہ بسترِ رسولؐ پر سوئے اور ذرا سا خوف طاری نہ ہوا یہاں تک کہ خداوندعالم نے ان کے حق میں یہ آیۂ مبارکہ نازل فرمائی " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۷) " لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں۔"

- حجاج کہنے لگا کہ اے حرہ ! بہت خوب، اب یہ کہو تم حضرت علی ابن ابی طالبؑ (علیہ السلام) کو جناب داؤدؑ و جناب سلیمانؑ علیہما السّلام پر کس لحاظ سے فضیلت دیتی ہو ؟

- حرہ نے کہا کہ خدا نے انھیں ان دونوں حضرات پر فضیلت دی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا " یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " (سورۂ صٓ آیت ۲۶) "(اے داؤد ! ہم نے تمھیں زمین میں (اپنا) نائب قرار دیا، تو تم لوگوں کے درمیان بالکل ٹھیک فیصلہ کیا کرو اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ پیروی تمھیں خدا کی راہ سے بہکا دے گی ۔)"

- حجاج کہنے لگا کہ یہ بتاؤ کہ حضرت داؤدؑ نے کس معاملہ میں فیصلہ دیا تھا

- حرہ کہنے لگیں کہ انہوں نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ دیا تھا جن میں ایک کا باغ تھا اور دوسرے کی بکری تھی اور بکری نے اس دوسرے شخص کے باغ میں چر لیا۔ وہ اس کے بارے میں فیصلہ کے لیے حضرت داؤدؑ کے پاس پہونچے ۔ آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ بکری فروخت کر کے اس سے جو قیمت حاصل ہو وہ باغ پر خرچ کی جائے تاکہ وہ اس سے اپنی اصلی حالت پر آجائے ۔ چنانچہ آپ کے فرزند نے کہا کہ بابا جان ! اگر فیصلہ دوسرا ہوتا تو اچھا تھا تو خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا " فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ (سورۂ انبیاء آیۃ ۷۹) " ہم نے سلیمانؑ کو اس کا صحیح فیصلہ سمجھایا ۔" کہ جب تک باغ کا مالک باغ کی خدمت

کرے، اس وقت تک بکری کے دودھ اور اون سے نفع اٹھائے اور امیرالمومنین علی مرتضیٰؑ وہ صاحبِ علم شخصیت ہیں جنھوں نے فرمایا " سلونی عما فوق العرش سلونی عما تحت العرش سلونی قبل ان تفقدونی " (مجھ سے عرش کے اوپر اور نیچے کی ہر بات اس سے پہلے پوچھ لو کہ تم مجھے نہ پاسکو۔) فتح خیبر کے دن جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام خدمتِ پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے تو آنحضورؐ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ فضیلت والے اور فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔

• حجاج نے سنا اور کہنے لگا کہ تم نے کیسی عمدہ دلیل دی۔ اب یہ کہو کہ تم حضرت علی علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر کس لحاظ سے فضیلت دیتی ہو؟

• حرہ نے جواب دیا کہ خداوند عالم نے انھیں حضرت سلیمانؑ پر فضیلت دی ہے جیساکہ ارشادِ خداوندی ہے۔ " وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ (سورۂ ص آیت ۲۵) " اور مجھے وہ ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے شایاں نہ ہو اس میں تو شک نہیں کہ تو بڑا بخشنے والا ہے" اور حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے استغنا کی یہ حالت تھی کہ آپ نے فرمایا کہ اے دنیا چلی جا، میں نے تجھے تین بار طلاق دی، مجھے تیری ضرورت نہیں"۔ اور آپ کے بارے میں خداوند عالم نے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرمائی " تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (سورۃ القصص آیت ۸۳) " یہ آخرت کا گھر تو ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کریں گے جو روئے زمین میں نہ سرکشی کرنا چاہتے ہیں اور نہ فساد پھر انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے"۔ یہ سن کر

• حجاج کہنے لگا کہ بے شک تم نے درست کہا، اب یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم پر ان کی فضیلت کی کیا وجہ ہے لو؟ تو......

• حرہ کہنے لگیں کہ خداوندِ عالم نے یہ ارشاد فرماکر انھیں فضیلت دی ہے کہ " وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ (سورۃ المائدۃ آیت ۱۱۶-۱۱۷)

" جب خدا فرمائے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ کہدیا تھا کہ خدا کو چھوڑ

کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو تو عیسیٰؑ عرض کریں گے سبحان اللہ (پاک ہے اللہ) میری تو یہ مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھے ضرور معلوم ہی ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے۔ ہاں البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا، اس میں تو شک ہی نہیں کہ تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے تو نے مجھے جو کچھ حکم دیا اس کے سوا تو میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔"

تو ان کی حکومت قیامت تک کے لیے ٹال دی گئی۔ لیکن امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو دیکھو کہ جب نصیری فرقے نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا اور انھیں خدا سمجھ لیا گیا، تو آپ نے انھیں قتل کیا لیکن ان کی حکومت کو نہیں روکا گیا۔

یہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے فضائل ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئے جس پر حجاج بولا کہ اے حرہ تم نے اچھی دلیلیں دیں جن کے جوابات سے میں قاصر ہوں۔ اگر تم اس کی دلیلیں نہ دیتیں تو وہی ہوتا جو میں نے سوچ لیا تھا کہ قتل کر دوں گا۔

چنانچہ حجاج نے ان معظّمہ کو عطیات سے نوازا اور دوسری سہولتیں دیں۔ خدا ان خاتون پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (فضائل ابن شاذان ص ۱۲۲ مطبوعہ بمبئی ۱۳۴۲ھ)

(۱۹) محبتِ اہل بیتؑ میں سعید بن جبیر کی شہادت

روضۃ الواعظین میں منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سعید بن جبیر امام زین العابدینؑ علی ابن الحسین علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے اور خود جناب امام علیہ السلام بھی ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہی وہ سبب تھا کہ حجاج نے انھیں قتل کر دیا۔ یہ ایک اعتدال پسند اور صاف گو انسان تھے جن کے قتل کے واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب سعید بن جبیر حجاج بن یوسف کے پاس لائے گئے تو وہ کہنے لگا کہ کیا تم شقی بن کسیر ہو؟

• سعید نے جواب دیا کہ میری والدہ مجھ سے بہتر جانتی ہیں انھوں نے تو میرا نام سعید بن جبیر رکھا تھا۔

• حجاج کہنے لگا کہ جناب ابوبکر و عمر کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے کہ وہ جنّت کے حقدار ہیں یا جہنم کے؟

• سعید نے کہا کہ اگر میں جنّت میں داخل ہوا تو اہلِ جنّت کو دیکھ کر بتاؤں گا کہ اس میں کون کون ہے اور اگر میں دوزخ میں داخل کیا گیا اور میں نے اس میں آنے والوں کو دیکھا تو بتاؤں گا کہ کون کون لوگ اس میں داخل ہوئے۔ جس پر ......

• حجاج کہنے لگا کہ خلفاء کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ ؟

• سعید نے جواب دیا کہ میں ان کا وکیل تو نہیں ہوں۔

• حجاج نے پھر کہا کہ تمھیں ان خلفاء میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟

• سعید نے کہا کہ مجھے تو وہ پسند ہیں جو میرے خالق کو پسند ہیں۔ جس پر.....

• حجاج بولا کہ خالق کے پسندیدہ کون ہیں ؟

• سعید نے کہا کہ اس کا علم تو اسی ہستی کے پاس ہے جو ان کے ظاہر و باطن کو جانتی ہے۔

• حجاج کہنے لگا کہ تم نہیں چاہتے کہ میری تصدیق کرو اور مجھے سچّا سمجھو۔

• سعید نے جواب دیا، بلکہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ تجھے جھٹلاؤں۔

(روضۃ الواعظین ص ۲۴۸ ، رجال الکشی ص ۹)

• ـــــ الاختصاص میں بھی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ (الاختصاص ص ۲۰۵)

(۲۰) ــــ امامؑ اور محمّد بن اسامہ کے قرض کی ادائیگی

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب محمد بن اسامہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس بنی ہاشم کے لوگ آئے۔ ابن اسامہ نے ان سے کہا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو جو قرابت و تعلق مجھے تم سے حاصل ہے۔ مجھ پر کچھ قرض ہے جو میں ادا نہیں کر سکا۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ لوگ میرے قرض کی ادائیگی کی ذمّہ داری قبول کر لیں۔

امام زین العابدین علیہ السّلام نے ابنِ اسامہ کے یہ الفاظ سُنے تو فرمایا کہ تمھارے قرض کے ایک تہائی حصّہ کی ذمّہ داری میں لیتا ہوں۔ یہ الفاظ فرما کر امامؑ خاموش ہو گئے۔ اور دوسرے لوگوں میں بھی خاموشی چھا گئی اور بقیہ قرض کی ادائیگی کے بارے میں کوئی کچھ نہ بولا۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ کل قرض کی ادائیگی میرے ذمّہ ہے میں پہلی بار میں یہ کہہ دیتا کہ پورے قرض کی ادائیگی کی ذمّہ داری میں لیتا ہوں مگر مجھے یہ پسند نہ آیا کہ آپ سب

لوگ یہ کہیں کہ میں نے اوّل ہی سے یہ کہہ دیا، ورنہ ہم بھی ادائیگی میں شرکت کرتے۔

(الکافی جلد ۸ ص ۳۳۲)

(۲۱) ــــ یزید کی بیعت کا انداز

برید بن معاویہ ناقل ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ یزید بن معاویہ مدینہ آیا اور اس کا حج کا ارادہ تھا، تو اس نے قریش کے ایک شخص کو بُلا کر کہا کہ کیا تم میرا غلام بننا پسند کرو گے خواہ میں تمھیں فروخت کر دوں یا اپنی ملکیت ہی میں رکھوں۔

• اُس قریشی نے کہا کہ اے یزید ! تو خاندانی شرافت کے لحاظ سے قریش میں مجھ سے بہتر نہیں اور نہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا اور نہ تو دین میں مجھ سے بہتر ہے اور نہ کسی دوسری بھلائی میں مجھ سے فوقیت رکھتا ہے تو پھر میں تیری اس بات کو کیسے مان سکتا ہوں، جو تو نے کہی۔ جس پر ......

• یزید نے کہا کہ اگر تو میرا کہنا نہ مانے گا تو خدا کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا، تو

• قریشی نے کہا کہ تیرا مجھے قتل کر دینا فرزندِ رسولؐ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قتل سے بڑھ کر تو نہیں۔ یہ سُن کر ....

• یزید ملعون نے اس قریشی کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ قتل کر دیے گئے

• پھر یزید لعنۃ اللہ علیہ نے حضرت امام علی ابن الحسینؑ سلام اللہ علیہ کو بُلا کر وہی سب کچھ کہا، جو اُس مردِ قریشی سے کہا تھا۔

• امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں تیری بات نہ مانوں تو تو مجھے اس طرح قتل نہ کر دے گا جیسے کہ تو نے مردِ قریشی کو کل قتل کر ڈالا۔ اس پر.....

• یزید ملعون کہنے لگا کہ ہاں ایسا ہی ہوگا اور تم اسی طرح قتل کیے جاؤ گے۔

اس خبر میں اشکال بھی ہے اس لیے کہ کتب تاریخ میں یہ وارد ہے کہ یزید ملعون خلافت ملنے کے بعد مدینہ آیا ہی نہیں بلکہ شام سے باہر ہی نہیں گیا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔ لہٰذا ہم تاریخ پر اعتماد نہ کرتے ہوئے یہی کہیں گے کہ اس خبر میں معارضہ اور تضاد ہے جس سے بعض راوی شُبہ میں پڑ گئے اور وہ اشتباہ یزید اور مسلم بن عقبہ کے درمیان ہوا ہے جسے یزید ملعون نے اپنی بیعت لینے کے لیے بھیجا تھا۔

چنانچہ ابن اثیر نے کامل میں بیان کیا ہے کہ جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو

روانہ کیا تو اسے ہدایت کی تھی کہ جب تو اہلِ مدینہ پر غالب آجائے تو تین دن تک وہاں کی ہر شے مال، جانور اور ہتھیار وغیرہ کو اپنے لیے مباح سمجھنا اور جب تین دن گزر جائیں تو پھر لوگوں سے ہاتھ روک لینا اور امام علی ابن الحسین علیہ السلام کا لحاظ کرنا اور اُن سے کوئی تعرض نہ کرنا اور بھلائی کے ساتھ برتاؤ رکھنا، اِس لیے کہ وہ ان مخالفوں میں شامل نہیں ہوئے۔ اس ہنگامہ میں مروان بن الحکم نے ابن عمر سے اس بارے میں گفتگو کی کہ وہ اس کے گھر والوں کو اپنے پاس چھپالیں لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ بالآخر اُس نے امام زین العابدین علیہ السلام سے یہی درخواست کی۔ امام علیہ السلام نے قبول کرلیا اور اس نے اپنی بیوی عائشہ دختر جناب عثمان بن عفان وغیرہا کو امام علیہ السلام کے اہلِ خانہ میں بھیج دیا اور جناب امام علیہ السلام اپنی اور اس کی عورتوں کو ساتھ لے کر ینبع روانہ ہوگئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام علیہ السلام نے مروان کے اہل وعیال کے ہمراہ اپنے فرزند عبداللہ کو طائف کی طرف بھیج دیا۔

جب مسلم بن عقبہ کو مدینہ میں کامیابی حاصل ہوئی اور وہ اہلِ مدینہ کی بیخ کنی کرچکا تو اُس نے لوگوں کو یزید کی بیعت کی طرف بُلایا جو اس صورت میں تھی کہ لوگ اس کی غلامی اختیار کرلیں اور حاکم کو ان کے ہر شے میں تصرف کا حق حاصل ہو اور جو اس سے انکار کرے اُسے قتل کردیا جائے۔ چنانچہ اس نے لوگوں کی ایک جماعت کو قتل کرڈالا لیکن مسلم بن عقبہ نے امام زین العابدین علیہ السلام کا لحاظ کیا اور کہا کہ میرے پاس آپ بالکل بے خوف رہیں، امیر نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے۔ پھر اُس نے اپنے ساتھ امام علیہ السلام کو تخت پر جگہ دی اور کہنے لگا کہ شاید آپ کے اہل وعیال کو تکلیف پہونچی ہو اور وہ پریشان ہوئے ہوں۔ لہٰذا آپ اُن کے پاس تشریف لے جائیں۔ مسلم نے اپنی سواری پر جناب امام علیہ السلام کو روانہ کیا اور یزید کی بیعت پر مجبور نہیں کیا جیسا کہ اہلِ مدینہ کے لیے بیعت کرنا لازم ہوچکا تھا۔

(الکامل ابن اثیر جلد ۴ صـ۵۱)

• ـــــ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں امام علی بن الحسین، زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اُس وقت حاضر ہوا جب آپ نمازِ صبح سے فارغ ہوچکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک سائل دروازے پر کھڑا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سائل کو کچھ ضرور دو اور خالی ہاتھ نہ لوٹایا کرو۔

(الکافی جلد ۴ صـ۱۵)

• ـــــ صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ عامر بن عبداللہ بن زبیر نے جن کا قریش کے دانشوروں میں شمار تھا اپنے بیٹے کے بارے میں سُنا کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے اور آپ کی عظمت کو گھٹاتا ہے۔ تو انھوں نے بیٹے کو سمجھایا کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی شان میں بدگوئی اور ان کی عیب گیری نہ کیا کرو اور یاد رکھو کہ دین نے جس چیز کی بنیاد رکھی دنیا نے حسب استطاعت اس کے ڈھانے کی کوشش کی اور دنیا نے کسی شے کی بنیاد نہیں رکھی لیکن دین نے اسے ڈھا دیا اور اس کی بیخ کنی کردی۔

بیٹا! بنی اُمیّہ کی تو یہ عادت تھی کہ وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنی مجلسوں میں بُرا کہتے تھے اور اپنے منبروں پر (معاذ اللہ) آپ پر تبرا کرتے تھے۔ خدا کی قسم ایسا لگتا تھا کہ وہ آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر آسمان کی طرف گھسیٹ لے جائیں گے بنی اُمیّہ تو اپنے لوگوں اور اپنے قدیم بزرگوں کی تعریف کے عادی رہے ہیں۔ گویا وہ مردہ اور سڑی ہوئی لاشوں کی بدبو کو ہر طرف پھیلاتے رہے ہیں۔ لہٰذا میں تمھیں جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں بیہودہ گوئی سے منع کرتا ہوں۔ (امالی ابن شیخ طوسی صـ۲۳)

• ـــــ ابوبکیر سے منقول ہے کہ حجاج بن یوسف نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے محبت رکھنے والے دو شخصوں کو گرفتار کیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک سے کہا کہ امیرالمومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام سے بیزاری کا اظہار کر۔

وہ شخص کہنے لگا کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو، تو کیا کرے گا۔ جس پر.....

حجاج نے کہا کہ اگر میں تجھے قتل نہ کردوں تو میری ہلاکت ہو، اب تو خود پسند کرے کہ تیرے قتل کا کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ تیرے ہاتھ کاٹوں یا پاؤں؟

اُس شخص نے جواب دیا کہ اس کا بدلہ لینے والا موجود ہے۔ اب تو خود ہی سمجھ لے کہ تجھے کیا کرنا ہے۔

حجاج بولا کہ تو زبان کا تیز آدمی دکھائی دیتا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ تجھے یہ معلوم ہو کہ تیرا خالق کون ہے اور تیرا پروردگار کہاں ہے؟

اُس شخص نے کہا کہ میرا پروردگار ہر ظالم کی گھات میں لگا ہوا ہے۔

یہ سُن کر حجاج نے حکم دے دیا کہ اس مومن کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور اسے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اس کے بعد اس کے دوسرے ساتھی کی طرف متوجہ ہوا اور بولا کہ اب تو بتا کیا کہنا چاہتا ہے؟

اس مومن نے کہا، میری وہی رائے ہے جو میرے ساتھی کی ہے۔

یہ سن کر حجاج نے اس کی بھی گردن مارنے کا حکم دے دیا اور وہ سولی پر لٹکا دیا گیا۔ (امالی شیخ صدوق ص ۳۰۲)

مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں ان محبتِ اہلِ بیت رکھنے والوں کے حالات درج ہیں جو بیدردی کے ساتھ اس محبت کے جرم میں قتل کیے گئے۔ خصوصاً جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کے اصحاب آپ کے مخلص حق گو اور بے باک دوستوں کے واقعات اسلامی تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں جن میں تمام تفصیلات موجود ہیں اور جن کے مطالعے کے لیے "بابِ حالاتِ اصحاب امیر المومنین علی علیہ السلام" کی طرف رجوع کریں۔

• — اگرچہ مدح امام زین العابدین علیہ السلام میں فرزدق کے قصیدے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا جا چکا ہے تاہم صاحب الخرائج والجرائح نے اس کا ذکر کیا ہے کہ جب فرزدق نے اپنا پورا قصیدہ پیش کر دیا تو ہشام نے اس شاعر کو قید خانہ میں ڈال دیا اور ان کا نام وظیفہ پانے والوں کے رجسٹر سے کاٹ دیا۔ امام علیہ السلام نے بطور امداد فرزدق کے پاس دینار بھیجے لیکن انھوں نے نہیں لیے اور یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ میں نے آپ کی یہ مدح محض عقیدت کے تحت کی تھی۔ لیکن امام نے وہ رقم ان کے پاس پھر روانہ کی تو انھوں نے اسے لے لیا۔ اور امام علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا۔ جب فرزدق کو قید میں ایک طویل مدت گزر گئی اور ہشام ان کے قتل کی دھمکی دینے لگا تو فرزدق نے امامؑ سے فریاد کی جس پر آپ نے فرزدق کے لیے دعائے خیر فرمائی اور خداوندِ عالم نے انھیں قید سے رہائی دی۔ حبس کے بعد وہ خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! ہشام نے وظیفہ پانے والوں میں سے میرا نام خارج کر دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ تمھیں وہاں سے کتنا وظیفہ ملتا تھا؟

فرزدق نے بتایا کہ حضور اتنا۔

امام علیہ السلام نے چالیس سال کے لیے فرزدق کو عطیہ مرحمت کیا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تمھیں اس سے زیادہ کی ضرورت ہے تو میں تمھیں وہ بھی دوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد چالیس سال گزرے کہ فرزدق نے دنیا سے رحلت کی۔

(الخرائج والجرائح ص ۱۹۵)

(۲۲) — شرم و حیا کی تلقین

حنان بن سدیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں، میرے والد، دادا اور چچا مدینہ کے ایک حمام میں گئے تو دیکھا کہ ایک شخص مذبح میں موجود ہے۔ وہ کہنے لگا کہ تم کس قوم سے ہو۔؟

ہم نے جواب دیا کہ ہم عراقی ہیں۔

اس نے پھر پوچھا کہ عراق کے کس حصّہ کے ہو۔؟

ہم نے کہا، کہ ہم کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ تو......

وہ کہنے لگا کہ اے اہلِ کوفہ! مرحبا، تم تو ہمارے جسم و جان سے قریب ہو اور دور نہیں ہو۔ پھر بولا کہ تمھیں تہبند باندھنے میں کیا بات مانع ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ "مومن کی شرم گاہ پر نظر کرنا دوسرے مومن کے لیے حرام ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے میرے والد کے پاس ایک کھردرا کپڑا بھیجا انہوں نے اس کے چار ٹکڑے کیے اور باندھنے کے لیے ایک ایک ٹکڑا ہر شخص کو دیا، پھر ہم حمام میں داخل ہوئے۔ جب گرم حمام میں پہونچے تو وہ میرے دادا کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ اے ادھیڑ عمر کے بزرگ! تم خضاب کیوں نہیں لگاتے اور اس کے لگانے میں تمھیں کیا امر مانع ہے۔؟ تو......

میرے دادا نے کہا کہ میں نے اس ہستی کو دیکھا ہے جو تم سے اور مجھ سے فضیلت میں زیادہ ہے لیکن وہ بھی خضاب نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر......

وہ برافروختہ ہوئے اور ہم نے سمجھ لیا کہ وہ غصّہ کی حالت میں ہیں اور وہ کہنے لگے کہ وہ کون ہے جو مجھ سے بہتر ہے؟ تو......

میرے دادا بولے کہ وہ ہستی امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کی ہے جو خضاب نہیں کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر انہوں نے اپنا سر جھکا لیا اور پسینہ میں تر ہو گئے پھر فرمایا... کیا امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور کیا وہ حیا رسولِ خدا کی سنّت کی مخالفت کر کے اپنی سنّت رائج کرنا چاہتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جناب علی ابن الحسینؑ ہیں

اور آپ کے ساتھ دوسرے آپ کے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔

(الکافی جلد ۶ ص ۴۹۷)

۲۳ — امامؑ کے اصحاب کی تعداد

مؤلف علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ

عبدالحمید بن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں ذکر کیا ہے کہ سعید بن مسیب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے منحرف ہوگئے تھے عبدالرحمن بن الاسود نے ابو داؤد ہمدانی سے روایت کی ہے کہ میں سعید بن مسیب کے پاس پہونچا تو عمر بن علی بن ابی طالبؑ بھی ادھر آگئے تو ان سے سعید کہنے لگے کہ اے بھتیجے! میں تمھیں مسجد نبوی کی طرف زیادہ آتے جاتے نہیں دیکھتا، جبکہ تمھارے بھائی اور تمھارے چچا کی اولاد کثرت سے وہاں آتی ہے۔

عمر بولے کہ اے ابن مسیب! جب میں مسجد نبوی میں داخل ہوں تو کیا میں تمھیں اس کا گواہ بنایا کروں۔

سعید بن مسیب نے جواب دیا کہ مجھے تمھارا یہ طرز گفتگو پسند نہیں۔ میں نے تمھارے والد سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ مجھے خدا کی طرف سے وہ درجہ وعظمت حاصل ہے جو اولادِ عبدالمطلب کے لیے زمین کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

عمر کہنے لگے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ منافق کے دل میں حکمت و دانائی کا کوئی ایسا کلمہ نہیں ہوتا کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہو تو اس کے بارے میں کچھ زبان سے کہتا ہو۔

سعید نے کہا، اے بھتیجے! تم مجھے منافق کہہ رہے ہو؟

عمر بن علیؑ نے کہا کہ جو بات ہے میں تو وہی کہوں گا اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

• زہری کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی امیر المومنین علی علیہ السلام سے منحرف تھے۔ جریر بن عبدالحمید نے محمد بن شیبہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں پہونچا، تو دیکھا کہ زہری اور عروہ بن زبیر بیٹھے ہوئے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کا تذکرہ کر رہے ہیں اور آپؑ کے بارے میں بحث جاری ہے۔ یہ خبر امام زین العابدین علیہ السلام تک پہونچ گئی۔ آپؑ وہاں تشریف لائے اور ان دونوں کے پاس پہونچ کر فرمایا کہ

میرے باپ نے تیرے باپ سے خدا کے دربار میں دادخواہی کی اور فیصلہ چاہا اور وہ فیصلہ میرے باپ کے حق میں اور تیرے باپ کے خلاف ہوا لیکن زہری تمھارا معاملہ یہ ہے کہ اگر تم مکہ میں ہوتے تو میں تمھاری منزلت تمھیں وہاں دکھاتا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۰۱ مطبوعہ مصر)

مؤلف فرماتے ہیں کہ شرح نہج البلاغۃ میں جناب امام علیہ السلام کے ہمعصر لوگوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے اور ابو عمر نہدی کی ایک روایت بیان کی ہے جس میں انھوں نے کہا کہ میں نے امام علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پورے مکہ اور مدینہ میں بیس آدمی بھی ایسے نہیں جو ہم سے محبت رکھتے ہوں۔

(شرح نہج البلاغۃ جلد ۴ ص ۱۰۴)

• الاختصاص میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں ابو خالد کابلی تھے جن کا لقب کنکر تھا اور وردان نام تھا۔ نیز یحییٰ بن ام الطویل سعید بن مسیب مخزومی اور حکیم بن جبیر بھی آپ کے اصحاب میں سے تھے۔

(الاختصاص ص ۸)

• فضل بن شاذان کا قول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ابتدائی زمانۂ امامت میں پانچ حضرات کے سوا اصحاب میں کوئی چھٹا نہ تھا اور وہ حضرات یہ ہیں:۔

سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، محمد بن جبیر بن مطعم، یحییٰ بن ام الطویل، ابو خالد کابلی کہ جن کا وردان نام اور لقب کنکر تھا۔

• ایک شخص نے سعید بن مسیب سے کہا کہ میں نے فلاں سے بڑھ کر کوئی عابد و متقی نہیں دیکھا۔

• وہ کہنے لگے کہ کیا تم نے امام علی ابن الحسین علیہ السلام کو دیکھا ہے؟

• وہ شخص کہنے لگا کہ نہیں۔

• سعید نے کہا کہ، میں نے ان سے زیادہ کسی شخص کو زاہد و پرہیزگار نہیں پایا۔

• الاختصاص میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی کہاں ہیں؟ جبیر بن مطعم، یحییٰ بن ام الطویل، ابو خالد کابلی اور سعید بن مسیب کھڑے ہوجائیں گے۔

(الاختصاص ص ۶۱ ۔ رجال الکشی ص)

• ۔۔۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سوائے تین شخصوں کے سب لوگ مرتد ہو گئے اور وہ تین حضرات ابوخالد کابلی، یحییٰ بن ام الطویل اور جبیر بن مطعم ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ لوگ آکر ملتے رہے اور ان کی ایک کثیر تعداد ہو گئی۔

چنانچہ یحییٰ بن ام الطویل مسجد نبوی میں آتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم لوگوں نے آپ کے گھر والوں سے انکار کیا اور ہمارے اور آپ کے درمیان دشمنی و عداوت ظاہر ہو گئی۔ (نفس المصدر صـ۶۲۔ رجال الکشی صـ۸۱)

بحار الانوار

باب ۶

جناب خضرؑ کی ملاقات و رحلتِ امامؑ

(۱) — جناب امامؑ سے حضرت خضر کی ملاقات

ایک دفعہ بیرونِ مدینہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اور وہ اس طرح کہ انھوں نے جناب امامؑ کو متفکر دیکھ کر پریشانی کی وجہ پوچھی اور کچھ باتیں بتائیں، جس کے بارے میں مؤلف رح فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت خضر علیہ السلام کو امام علیہ السلام کی خدمت میں اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ آپ کو تسلّی اور دلاسا دیں اور کچھ مشورہ دیں۔ اُن کا یہ عمل اس لیے نہ تھا کہ وہ جناب امام علیہ السلام سے فضیلت میں زیادہ ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرات انبیا علیہم السّلام کے پاس آتے تھے اور انھیں بعض امور سمجھاتے تھے جبکہ ان کے درجات ملائکہ سے بہت بلند ہیں تو پریشانی کے عالم میں کسی کا کسی کو تسلّی دینا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ تسلّی دینے والا اس شخص سے افضل ہو جس کو وہ رنج والم کے دفعیہ کے لیے کچھ باتیں بتائے۔

• — حضرت خضر علیہ السلام سے جناب امام علیہ السلام کی ملاقات کا یہ واقعہ کشف الغمہ اور ارشاد جناب شیخ مفید میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

(کشف الغمہ جلد۲ ص۲۶۵، الارشاد ص۲۷۵)

(۲) — جناب امامؑ کے چند اشعار

(۴) صاحبِ مناقب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مندرجۂ ذیل چند اشعار پیش کیے ہیں :-

لکم ماتدّعون بغیر حق ؎ اذا میز الصحاح من المراض	ناحق کا کیسے دعوی کرتے ہو اس لیے کہ تندرست اور بیمار کے درمیان تو کھلا ہوا فرق موجود ہے لہٰذا تم بغیر حق کے اس کے دعوی دار ہو۔

عرفتم حقنا فجحدتمونا ؎ کما عرف البیاض عن السواد	جس طرح سفید و سیاہ کے درمیان فرق کو پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح تم ہمارے حق کو جانتے ہوئے بھی ہماری افضلیت کے منکر ہو رہے ہو۔
کتاب اللہ شاھدنا علیکم ؎ وقاضینا الالٰہ فنعم قاض	خود خدا کی کتاب قرآن مجید تمھارے خلاف ہمارے حق کی گواہی دیتی ہے اور ہمارا حقیقی منصف تو خدا ہی ہے اور وہ کتنا بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

(المناقب جلد ۳ ص۳۱۰)

(۳) — رِدا کا پارچہ بطور دستاویز

عباس بن عیسیٰ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام تنگ دست تھے تو اتفاقاً آپ کے ایک دوست آگئے۔ جن سے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک کے لیے دس ہزار درہم بطور قرض دے دو جب تک میرے مالی حالات درست ہوں۔

دوست نے جواب دیا کہ میں معذرت چاہتا ہوں، اس لیے کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں آپ کو دے سکوں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سند اور دستاویز کے طور پر مجھے کوئی چیز دیں۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی ردا کا ایک کنارہ پھاڑ کر اُسے دے دیا۔ اور فرمایا یہ لو قرض کی دستاویز جو اقرار نامہ کے طور پر رہن ہے۔

راوی کہتا ہے کہ وہ دوست بھونچکا سا ہو گیا اور کہنے لگا' یہ ہے دستاویز اتنی کثیر رقم کی لا!

• امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بتاؤ' میں ادائیگی کے معاملہ بہتر ہوں یا حاجب بن زرارہ' جس نے اپنی لکڑی کی کمان کو رہن رکھا تھا اور اُسے قرض مل گیا تھا۔ ؟

• وہ دوست بولا۔ کہ بیشک آپ اُس کے مقابلہ میں بہت زیادہ قابلِ اعتبار ہیں۔

• امام علیہ السلام نے فرمایا' یہ بتاؤ کہ حاجب نے مال کے تنو لوچھوں (تنو جمالہ) پر وہ کمان کیسے رہنا رکھی جو لکڑی کی تھی حالانکہ وہ کافر بھی تھا جبکہ میں کافر بھی نہیں اور غیر موثق بھی نہیں ہوں۔ وہ تو اسے گروی رکھ سکتا ہے اور میں اپنی ردا کے اس پارچے کو رہن نہیں رکھ سکتا ؟

چنانچہ اس دوست نے امام علیہ السلام سے وہ پارچہ لے لیا اور آپ کو قرض کے بطور درہم دے دیئے اور اُس پارچے کو بحفاظت ایک ڈبے میں رکھ لیا۔

کچھ دنوں کے بعد جب امام علیہ السلام کے حالات بہتر ہو گئے تو آپؑ وہ رقم لیکر اُس شخص کے پاس گئے اور فرمایا، میں تمھاری وہ رقم لے آیا ہوں لہٰذا میرے اقرار کی سند مجھے واپس کردو، جو تمھارے پاس بطور رہن ہے۔

وہ دوست بولا کہ میں آپ پر قربان جاوں وہ ردا کا پارچہ تو کہیں گم ہو گیا۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اس پارچے کی تحقیر کی اور حفاظت نہ کی اسی لیے میں تمھاری رقم بھی واپس نہ دوں گا۔

جب اُس دوست نے امام علیہ السلام کے تیور بدلے ہوئے دیکھے تو گھبرا گیا اور وہ ڈبہ نکال لایا جس میں پارچہ بحفاظت رکھا ہوا تھا۔ اور امام علیہ السلام کی امانت کو واپس کر کے بولا، یہ لیجیے آپ کی دستاویز۔

امام علیہ السلام نے وہ پارچہ لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور اس کی رقم دے کر واپس ہو گئے۔ (الکافی جلد ۵ صـ ۹۶)

④ وقتِ رحلت امامؑ کے آخری کلمات

جناب ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ پر تین بار غش طاری ہوا اور جب تیسری بار افاقہ ہوا تو آپ کی زبانِ اقدس پر یہ الفاظ جاری تھے کہ "اُس خدا کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔"

یہ کہہ کر جناب امام علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

(تفسیر علی بن ابراہیم قمی صـ ۵۸۲)

⑤ ناقۂ امامؑ کی قبرِ امامؑ پر حاضری

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے

اپنے ناقے پر سوار ہو کر بائیس حج کیے جسے آپ نے کبھی کوڑا نہیں مارا۔ آپ کی رحلت کے بعد اونٹنی (ناقہ) امام زین العابدین علیہ السلام کی قبر پر گئی اور بیٹھ کر اپنی گردن اور سر کو قبرِ مبارک سے رگڑنے لگی۔ کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا اور مجھ سے شکایت کی۔ میں ان سے کہا کہ اس ناقے کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ لے کر آئے تو میں نے پہچانا اور ان سے کہا کہ اس ناقے نے پدرِ بزرگوار کی قبرِ مبارک دیکھی تک نہیں تاہم اس کو بھی یہ علم ہے کہ یہی قبرِ امام علیہ السلام ہے

(الاختصاص صـ ۳ ۔ بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۵ ۔ الکافی جلد ۱ صـ ۴۶۷)

• ـــ مختصر بصائر الدرجات میں مذکورہ بالا روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بالفاظِ دیگر اس طرح منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت ہو گئی تو آپ کا ناقہ چراگاہ میں چر رہا تھا۔ وہ وہاں سے قبرِ امام پر پہونچا اس نے اپنی گردن کا اگلا حصہ قبر سے رگڑا اور خاک میں لوٹنے لگا۔ میں نے اس سے چراگاہ کی طرف لوٹ جانے کے لیے کہا تو وہ چلا گیا۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی ناقہ پر میرے پدرِ بزرگوار عمرہ و حج بجا لاتے تھے اور اسے کبھی کوڑا نہیں مارا۔ (بصائر الدرجات جلد ۷ صـ ۱۵ ۔ الکافی جلد ۱ صـ ۴۶۷ ۔ الاختصاص صـ ۳۰۱)

• ـــ ایک اور روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپ کی اونٹنی قبرِ امام علیہ السلام پر پہونچی اور اس نے اپنی گردن کا اگلا حصہ قبر سے رگڑنا شروع کیا اور خاک میں لوٹنے لگی اور آنسو بہانے لگی۔

یہ سن کر امام محمد باقر علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور اُس سے فرمایا کہ اپنی جگہ واپس چلی جا، خداوندِ عالم تجھے برکت عطا فرمائے۔ آخر کار وہ اٹھی اور اپنے مقام پر چلی گئی ابھی کچھ وقت نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ پھر امام علیہ السلام کی قبر پر آئی اور اس کی وہی حالت ہو گئی۔ جب امامؑ کو اس کا علم ہوا کہ پدرِ بزرگوار کی اونٹنی پھر قبرِ مبارک پر پہونچ کر بے حال ہو رہی ہے تو امامؑ پھر قبرِ مبارک پر تشریف لے گئے اور اس سے پھر واپس جانے کے لیے فرمایا اور صبر وغیرہ کی تلقین دی لیکن اس مرتبہ وہ اونٹنی بہت زیادہ متاثر تھی قبرِ مبارک سے نہ ہٹی۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو! اب تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ اب یہ آخری رخصت کے لیے آئی ہے۔ چنانچہ تیسرے روز وہ بھی مر گئی۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ پدرِ بزرگوار اس پر سوار ہو کر حج کے لیے جایا کرتے اور اسے کبھی کوڑا نہیں لگاتے تھے تا اینکہ مدینہ واپس آ جاتے تھے (بصائر الدرجات جلد ۱ باب ۹ ۔ کافی جلد ۱ صـ ۴۶۸)

⑥ سعید بن مسیب پر تسبیحِ اسمِ اعظم کے اثرات

علی بن زید سے منقول ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام ایک مردِ صالح اور پاکیزہ نفس ہیں اور آپ کو اس وقت ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں ملے گا۔

سعید بن مسیب نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے اور میں جو کچھ ان کی عظمت کے بارے میں بیان کرتا ہوں سب ہی جانتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ ان کا مثل و نظیر نہ دیکھیں گے۔

علی بن زید نے کہا کہ اے سعید! یہ تو آپ کے خلاف ایک مضبوط دلیل قرار پاتی ہے کہ اتنے عظیم ہوتے ہوئے آپ نے ان کے جنازے کی نماز کیوں نہیں پڑھی ؟

سعید بن مسیب کہنے لگے کہ قاری لوگ مکّہ کی طرف اس وقت تک روانہ نہ ہوتے تھے جب تک جناب امام علی ابن الحسین علیہ السلام روانہ نہ ہو جاتے۔ امام علیہ السلام روانہ ہوئے تو ہم بھی چلے اور حالت یہ تھی کہ آپ کے ساتھ ایک ہزار حاجیوں کا قافلہ تھا جب ہم مقامِ سقیا پر پہونچے تو آپ نے وہاں نماز پڑھی اور سجدۂ شکر بجالائے' اور زبان سے کچھ الفاظ ادا کیے۔ کوئی درخت اور مٹی کا ڈھیلا ایسا نہ ہوتا تھا جو تسبیحِ الٰہی میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوتا ہو۔

یہ دیکھ کر ہم پر خوف طاری ہو گیا اور پھر امام علیہ السلام نے سجدہ سے اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا اے سعید! کیا تم ڈر گئے ؟

میں نے عرض کیا کہ ہاں فرزندِ رسول' ایسا ہی ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ تسبیحِ اعظم ہے جس کے بارے میں میرے جدِّ نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اس تسبیح کے پڑھنے کے ساتھ سارے گناہ محو ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور وہ مجھے بھی بتلائیے۔

اسی سلسلے میں زہری کی وہ روایت بھی موجود ہے جس کا تیسرے باب میں ذکر ہو چکا ہے کہ حج کے بعد اُس وقت تک لوگ مکّہ سے باہر نہ جاتے تھے جب تک حضرت امام علی ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام وہاں سے روانہ نہ ہوتے۔ جب بعض منزلوں پر اُترتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور سجدہ میں تسبیحِ الٰہی بجالاتے

علی بن زید نے بھی سعید بن مسیب سے یہی روایت کیا ہے کہ تسبیحِ امامؑ کے ساتھ ساتھ جمادات بھی خدا کی تسبیح میں مشغول تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اس صورت کے پیش آنے سے مجھ پر اور میرے دوستوں پر خوف طاری ہو گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ امام علیہ السلام کے ساتھ درخت اور مٹی کے ڈھیلے اور پتھر وغیرہ بھی تسبیح بجا لا رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ جب خداوندِ عالم نے حضرت جبرائیل کو پیدا کیا تو انھیں اس تسبیح کی تعلیم دی اور تمام آسمان اور ان کی مخلوق اسی تسبیحِ اعظم کو پڑھتے تھے جو اللہ تعالٰی کا اسمِ اعظم ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سعید مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے فرمایا' جبے انھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انھوں نے جبرئیلؑ سے سنا کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہر وہ بندہ جو مجھ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کرے اور تنہائی میں آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے تو میں اُس کے گذشتہ و آئندہ گناہ بخش دوں گا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے بہتر اس حدیثِ قدسی کے بیان کرنے کا کوئی دوسرا سچا گواہ نہیں پاتا۔

جب جناب امام عالیمقام علیہ السلام کی رحلت ہو گئی تو آپ کے جنازے میں ہر نیک و بد آدمی شریک اور ہر ایک آپ کی مدح و ثنا کرتا تھا۔ جب جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو میں نے کہا کہ اگر زندگی میں تسبیح کی دو رکعت نماز پڑھنے کا ایسا موقع ملا ہے تو وہ آج ہی کا دن ہے۔ چنانچہ جب وہاں ایک مرد اور ایک عورت کے سوا کوئی باقی نہ رہا اور وہ بھی جنازے کی طرف چلے گئے تو میں نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوا کہ آسمان سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی جس کے جواب میں زمین سے بھی تکبیر کی آواز آنے لگی اور مجھ پر خوف طاری ہوا اور منھ کے بل گر گیا تو سات بار آسمان و زمین والوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور امامؑ کی نمازِ جنازہ پڑھی مسجد میں لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور مجھے نہ دو رکعت نماز کا موقع ملا اور نہ امام علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا وقت مل سکا۔

علی بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید سے کہا کہ اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو اس موقع پر میں اس تسبیح کی دو رکعت نماز کو چھوڑ دیتا اور امام علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھتا۔ اے سعید! یہ ایک کھلا ہوا گھاٹا اور نقصان ملا جس پر سعید رونے لگے اور کہا' میری

نیت نیک تھی؛ کاش میں امام علیہ السلام کے جنازے پر نماز پڑھ لیتا۔ وہ تو ایسی ہستی تھے کہ جن کا نظیر ملنا ممکن نہیں۔ (رجال الکشی ص۷۶)

• ـــ صاحبِ مناقب نے کتاب المسترشد سے بحوالہ علی بن زید و زہری اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے۔ (المسترشد ص۱۱۱) (المناقب جلد۳ ص۲۷۶)

⑦ ـــ سِنِ مبارک اور تاریخِ شہادت

کشف الغمہ میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام کی وفات اٹھارہ ماہِ محرم سنہ ۹۴ھ میں واقع ہوئی۔ بعض لوگوں نے سنہ ۹۵ھ بیان کیا ہے اور اس وقت آپ کا سِنِ مبارک ستاون ۵۷ سال تھا۔ آپ اپنے جدِ بزرگوار امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی حیات میں دو سال کے تھے آپ نے اپنے عمِ محترم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دورِ امامت میں دس سال اور عمِ نامدار کے بعد اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ دس سال گزارے۔ بقیہ عمر پدرِ بزرگوار کی شہادت کے بعد پوری ہوئی، جو امامتِ ظاہری کا دور تھا۔ قبرِ مبارک مدینۂ رسولؐ جنۃ البقیع میں اس قبہ میں ہے جس میں جناب عباس بن عبد المطلب دفن کیے گئے۔ (کشف الغمہ جلد۲ ص۲۷۵)

• ـــ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی اور ابو فروہ سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت مدینہ میں واقع ہوئی اور سنہ ۹۴ھ میں بقیع میں دفن ہوئے اس سَن کو سنِ فقہاء کہا گیا۔ اس لیے کہ اس سال میں بہت سے فقیہ دنیا سے اٹھ گئے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسین بن امام علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے بیان کیا کہ میرے پدرِ بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام نے سنہ ۹۴ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی اور ہم نے بقیع میں اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

• ـــ ایک اور شخص نے کہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام سنہ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۹۵ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ (کشف الغمہ جلد۲ ص۲۸۵)

• ـــ اعلام الوریٰ اور روضۃ الواعظین میں مذکور ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام نے ہفتہ کے دن جب کہ محرم سنہ ۹۵ھ کے بارہ روز باقی رہ گئے تھے دنیا سے رحلت فرمائی اور اُس وقت آپ کی عمر ستاون سال کی تھی۔ (اعلام الوریٰ ص۲۵۱ مطبوعہ تہران۔ روضۃ الواعظین ص۱۶۲)

• ـــ اعلام الوریٰ کی روایت کے مطابق بعدِ شہادت حضرت سید الشہداء امام حسین سلام اللہ علیہ آپ کی (امام زین العابدین علیہ السلام کی) ظاہری مدتِ امامت چونتیس ۳۴ سال رہی اور آپؑ کے زمانۂ امامت میں یزید بن معاویہ کا بقیہ زمانۂ اقتدار اور معاویہ بن یزید، مروان بن الحکم اور عبد الملک بن مروان کا دورِ حکومت رہا اور ولید بن عبد الملک کے زمانۂ سلطنت میں امام علیہ السلام کی وفات واقع ہوئی۔ (اعلام الوریٰ ص۱۵۲)

• ـــ کافی میں جناب ابو الحسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپ پر غشی طاری ہو گیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو میں نے امام کو اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ اور اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ پڑھتے ہوئے سنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ٥ (الزمر آیت ۷۵) کے الفاظ سماعت کیے اس کے بعد آپ کی روح گلشنِ جنت کو پرواز کر گئی اور پھر زبان سے کچھ نہیں فرمایا (اسی باب کی پہلی روایت ملاحظہ کیجیے)

• ـــ ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ جب امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو آپ کی عمر ستاون سال کی تھی اور سنہ ۹۵ھ تھا۔" امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ پینتیس ۳۵ سال بقیدِ حیات رہے۔ (الکافی جلد۱ ص۴۶۸)

• ـــ مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابن کثیر نے "الکامل" میں لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات سنہ ۹۴ھ کے شروع میں ہوئی اور صاحبِ "کفایۃ الطالب" لکھتے ہیں کہ محرم سنہ ۹۴ھ کی اٹھارہ تاریخ امام علیہ السلام کی رحلت ہوئی۔

• ـــ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا سالِ وفات سنہ ۹۵ھ تھا کفعمی رہ نے "مصباح" میں امام زین العابدین سید الساجدین علیہ السلام کی تاریخِ وفات ماہِ محرم کی پچیسویں ۲۵ تاریخ ظاہر کی ہے اور جدول میں ذکر کیا ہے کہ جناب امام علیہ السلام نے محرم سنہ ۹۵ھ کی بائیسویں ۲۲ تاریخ ہفتہ کے دن رحلت فرمائی اور آپ کو ہشام بن عبد الملک نے ولید کے دورِ حکومت میں زہر سے شہید کیا۔

• ـــ جناب ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب الاقبال باب اعمالِ ماہ رمضان میں اول بیان کیا ہے کہ جس شخص نے آپ کو قتل کیا اس پر عذابِ الٰہی کی زیادتی ہو اور وہ ولید تھا جس نے امام علیہ السلام کو زہر دیا۔

(الاقبال ص۳۴۵)

• ـــــ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی عمر اُنسٹھ سال چار ماہ اور چند روز بتائی گئی ہے اور یہ روایت بھی ہے کہ آپ کی عمر اپنے پدرِ بزرگوار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عمر کے برابر ستاون سال کی تھی ۔ دو سال اپنے جدِّنا مدار امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ گزارے اور دس سال اپنے عم بزرگوار امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اور دس سال اپنے والد امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اور شہادت جناب سید الشہداء صلوات اللہ علیہ کے بعد پینتیس ۳۵ سال زندہ رہے۔

• ـــــ الدر میں مروی ہے کہ آپ کی کل عمر ستاون سال کی ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اٹھاون سال کی عمر ہوئی اور اپنے عم بزرگوار امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۸) ═══ امامؑ کی اپنے فرزند کو وصیّت

الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بیٹا ! میں تمھیں اس امر کی وصیّت کرتا ہوں جس کی میرے پدرِ بزرگوار نے اپنی شہادت سے پہلے مجھے وصیت فرمائی تھی اور یہ بھی فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کو اُن کے والدِ بزرگوار امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ " بیٹا ! اُس شخص پر ظلم کرنے سے بچتے رہو جسے تمھارے خلاف سوائے خدا کے کوئی مددگار نہ ملے"۔ (الکافی جلد ۲ صفحہ ۳۳۱)



بحار الانوار



باب



ازواج
اور
اولادِ امام علیہ السلام

① اولادِ امام علیہ السلام

مناقب ابنِ شہر آشوب میں بیان کیا گیا ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے۔ جن میں امام محمد باقر علیہ السلام اور عبداللہ باہر کے سوا سب کنیزوں کے بطن سے تھے جن کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ دخترِ امام حسن علیہ السلام بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھیں۔ اور جناب الوالحسین زید شہید کوفہ و عمر توام پیدا ہوئے تھے، عبدالرحمٰن و سلیمان توام تھے، حسین و عبیداللہ توام تھے۔ اصغر، حسن اور محمد اصغر یہ تینوں فرد یعنی اکلوتے تھے اور علی آپؑ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ یہ سب دوسری بیویوں کے بطن سے تھے۔ اکلوتی صاحبزادی صرف خدیجہ تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے کوئی صاحبزادی تھیں ہی نہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی تین صاحبزادیاں فاطمہ، علیہ اور ام کلثوم تھیں۔

امامؑ کی رحلت کے بعد ان فرزندوں میں امام محمد باقر علیہ السلام، عبداللہ باہر، زید بن علیؑ، عمر بن علیؑ، علی بن علیؑ اور حسین اصغر موجود تھے۔ (المناقب جلد۳ صفحہ۳۱۱)

• ـــــ کشف الغمہ کی روایت کے مطابق امام علی بن الحسین علیہ السلام کے اولادِ ذکور (نرینہ) کی تعداد نو۹ تھی اور آپ کی کوئی صاحبزادی نہ تھیں۔ ابن خشاب نے کتاب موالید اہلِ البیت علیہم السلام میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ کے آٹھ فرزند تھے اور کوئی دختر نہ تھیں اور صاحبزادوں کے یہ نام بتائے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام، جناب زید شہید کوفہ، عبداللہ، عبیداللہ، حسن، حسین، علی، عمر بن علیؑ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ۲۷۲)

• ـــــ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزندوں کی تعداد دس ہے اور صاحبزادیوں کی تعداد چار۔

کتاب الدر میں امام کے صاحبزادوں کی تعداد پندرہ بیان کی گئی ہے جن کے نام یہ ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام جن کی والدہ ماجدہ ام الحسن دختر امام حسن علیہ السلام تھیں۔ عبداللہ، حسن و حسین جن کی ماں کنیز تھیں، زید اور عمر ان کی والدہ بھی کنیز تھیں حسین اصغر، عبدالرحمٰن اور سلمان بھی کنیز کے بطن سے تھے اور علی جو امامؑ کے سب سے چھوٹے

فرزند تھے اور خدیجہ کی ماں بھی ایک کنیز تھیں اور محمد اصغر بھی کنیز کے بطن سے تھے۔ رہیں بیٹیاں، فاطمہ، علیہ اور ام کلثوم تو، ان کی ماں بھی ام ولد تھیں۔

• ـــــ جناب امام کے عقب میں چھ فرزند ہوئے جو امام محمد باقر علیہ السلام، عبداللہ "باہر"، عمر، علی، حسین اصغر اور جناب زید تھے۔

اور عبداللہ کے عقب میں محمد ارقط ہوئے اور ان کے اسماعیل جن کے دو اولاد ذکور ہوئیں، محمد بن اسماعیل اور حسین بن اسماعیل۔

جناب عبداللہ کو باہر کہا جاتا تھا اور یہ لقب انھیں ان کے حسن و جمال کے سبب سے ملا تھا۔ وہ حسین اور خوبصورت تھے جس مجلس میں بیٹھتے تھے ان کا حسن درخشاں رہتا تھا۔ جناب شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ایک فاضل اور فقیہ تھے جنھوں نے اپنے آباءِ طاہرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات نقل کی ہیں۔

• ـــــ محمد ارقط کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے درمیان کچھ اختلاف تھا۔ ایک دفعہ انھوں نے امام علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو امام علیہ السلام نے ان کے لیے بد دعا کی جس کی وجہ سے ان کے منہ پر داغ پڑ گئے اور شکل خراب ہو گئی۔ لیکن باعتبارِ نسب ان میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہ تھی انھیں ارقط اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے چہرے پر داغ تھے۔

• ـــــ عمر بن علیؑ کی اولاد میں علی بن عمر بن علیؑ اور محمد بن عمر بن علیؑ دو فرزند ہوئے جن میں علی بن عمر کی کتنی اولادیں ہوئیں جن کے نام یہ ہیں حسن بن علی بن عمر الاشرف قاسم بن علی بن عمر بن علی اور محمد بن علی۔ قاسم بن علی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو علی تھی، اور یہ ایک شاعر تھے بغداد میں روپوش رہے۔ رشید انھیں حجاز لے آیا تھا اور قید خانہ میں ہی انتقال ہو گیا جیسا کہ حواشی المشجر الکشاف کے صفحہ ۱۱۳ پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ ان محمد کے باپ ہیں جو زمانۂ معتصم میں تھے اور جارودیہ کے ایک گروہ کا ان کے بارے میں یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور انھیں موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے نہ بھر دیں گے۔

(الفصل ابن حزم ظاہری جلد۴ صفحہ۱۲۷)

• ـــــ علی بن عمر کے بھائی محمد بن عمر کہ جن دونوں کی اولاد میں ابو عبداللہ اور قاسم بن محمد ہیں جن کی اولاد کوفہ و طبرستان اور عمر و جعفر کی اولاد خراسان میں ہے۔

• ـــــ جناب زید بن علیؑ ابن الحسین علیہ السلام کی تین اولادیں ہوئیں حسین بن زید، عیسیٰ بن زید، محمد بن زید۔ اور حسین بن زید سے یحییٰ بن حسین پیدا ہوئے۔

حسین بن زید کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ بڑے عبادت گزار اور گریہ کناں انسان تھے۔ چنانچہ ابوالفرج نے اپنے مقاتل میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن حسین بن زید ناقل ہیں کہ:

ایک دفعہ میری والدہ نے میرے والدِ ماجد سے کہا کہ آپ کا گریہ کتنا زیادہ ہو گیا ہے۔؟

انھوں نے جواب دیا کہ کیا دونوں تیروں اور آگ نے میرے لیے کوئی خوشی چھوڑی ہے جو میرے رونے سے مانع ہو" یعنی وہ تیر جن سے اُن کے پدرِ بزرگوار جناب زید اور اُن کے بھائی یحییٰ قتل ہوئے۔"

جناب حسین کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ یہ کم سن تھے کہ ان کے والدِ بزرگوار کی رحلت ہو گئی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی پرورش کی اور انھیں تعلیم دی یہ عبداللہ محض کے فرزندوں محمد و ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شریک تھے پھر یہ گوشہ نشین ہو گئے

جناب شیخ طوسی نے رجال کے صفحہ ۱۶۸ پر ان کا اصحابِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں شمار کیا ہے۔ ابوالفرج بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہاں قیام کرتے تھے جب ان کے والد قتل ہو گئے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی تربیت اپنے ذمے لے لی۔ سنہ ۱۳۵ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

مولفِ کتاب "غایۃ الاختصار" نے انھیں سید جلیل اور لوگوں میں کریم کے لقب سے یاد کیا ہے جو بنی ہاشم میں اپنے علم اور زہد و فضل میں ایک اہم مقام رکھتے تھے۔

• ــــ عیسیٰ بن زید لوبیہ کنیز کے بطن سے تھے۔ محرم سنہ ۱۰۹ھ میں پیدا ہوئے جبکہ وہ نصرانیوں کے عیدِ میلاد کی رات تھی اور اس وقت اُن کے والدِ بزرگوار جناب زید ہشام بن عبدالملک سے نالاں تھے اور ان کی والدہ ان کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ راستہ میں انھیں دردِ زہ لاحق ہوا جناب زید عیسائیوں کے ایک گرجا میں چلے گئے اور اسی شب میں عیسیٰ پیدا ہوئے جن کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔

کافی میں مذکور ہے کہ یہ محمد نفسِ زکیہ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

پھر بصرہ میں ابراہیم بن عبداللہ کے ساتھ رہ کر جنگ میں شرکت کی اور ان کے نائب اور علمدارِ لشکر رہے۔ جب ابراہیم باخمری میں قتل ہو گئے تو یہ کوفہ کی طرف لوٹے تو ان کے سامنے ایک شیرنی آگئی جس کے ساتھ اس کے بچے بھی تھے وہ لوگوں پر لوٹ پڑی اور عیسیٰ نے اپنا تیر کمان نکال کر اس پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا جس پر ان کے غلام نے کہا اے آقا! آپ نے تو اس کے بچوں کو یتیم کر دیا۔ عیسیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہاں میں شیرنی کے بچوں کا یتیم کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد جب کبھی ان کے ساتھی ان کا ذکر کرتے تھے تو ان کو موتم الاشبال

(شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا) سے یاد کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ موتم الاشبال ایسا ایسا کہا کرتے تھے۔ آخر کار منصور مہدی اور ہادی کے زمانہ تک روپوش رہے اور ان کے دورِ حکومت میں کوفہ کے اندر سنہ ۱۶۹ھ میں رحلت کی جبکہ ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ عیسیٰ اپنے زمانہ میں زہد و تقویٰ علم و دانش اور امورِ دینیہ میں ایک بلند درجہ شخصیت کے مالک تھے۔ یہ شاعر بھی تھے جن کے اشعار کا "معجم شعراء الطالبین" میں ذکر کیا گیا ہے۔

• ــــ محمد بن زیدؒ کی کنیت ابوجعفر تھی اور ابوعبداللہ بھی بتائی گئی ہے۔ یہ اپنے والد کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کی والدہ سندیہ کنیز تھیں۔ بڑے شرف و عظمت والے انسان تھے۔

محمد بن ہشام المروانی کے ساتھ ان کا ایک عجیب واقعہ ہوا۔ جو ان کی شان اور مرتبہ کو دوبالا کرتا ہے اور وہ یہ کہ منصور محمد بن ہشام کی تلاش میں کوشاں تھا اور اس کی یہ صورت ہوئی کہ منصور حج کے لیے گیا تھا۔ جب اسے اس کا پتہ چلا کہ ابنِ ہشام مسجد الحرام کے اندر موجود ہے تو اُس نے ربیع کو اس کی ذمہ داری سونپی کہ سوائے ایک دروازے کے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں اور اس کھلے ہوئے دروازے سے وہی شخص نکلے جسے وہ جانتا پہچانتا ہو۔

چنانچہ المروانی نے اس شرارت کو سمجھ لیا اور حیرت میں رہ گیا۔ محمد بن زید نے بھی اس کی طرف دیکھا جو اسے پہچانتے بھی نہ تھے اور اس سے کہنے لگے کہ تم حیرت اور پریشانی میں کیوں ہو اور تم کون ہو؟

وہ بولے کہ کیا مجھے جان کی امان ملے گی؟

آپ نے اس سے وعدہ کر لیا اور امان دے دی۔ اب مروانی نے ان سے کہا کہ آپ کون ہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ میں محمد بن زید بن علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔

یہ سُن کر مروانی نادم سا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں خدا کے یہاں اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے آپ کو تکلیف پہونچائی۔

محمد بن زید کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں، تم میرے باپ کے قاتل نہیں ہو ورنہ تمھارا قتل ان کے خون کا بدلہ ہو سکتا ہے اس وقت میں تمھاری رہائی کو مقدم سمجھتا ہوں۔

چنانچہ محمد بن زید نے اس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش کی، یہاں تک کہ وہ اسے

اپنے ساتھ مسجدِ جامع تک لائے اور اسے آزاد کر دیا۔ (عمدۃ الطالب صـ۲۹۹)

• ـــ خطیب بغدادی نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ نفسِ زکیہ نے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے کوئی حادثہ رونما ہو جائے اور مر جاؤں تو میرے بعد میرے بھائی ابراہیم بن عبداللہ وارث ہوں گے اور اگر ابراہیم بن عبداللہ بھی نہ رہیں تو ان کے بعد عیسیٰ بن زیدؒ بن علیؑ اور محمد بن زیدؒ بن علیؑ قائم مقام قرار پائیں گے۔ حسن بن محمد بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میرے جدِ بزرگوار کہا کرتے تھے کہ محمد بن زیدؒ بنی ہاشم کے مخصوصین میں بیان اور کلام میں ایک اہم درجہ رکھتے تھے۔

• ـــ جناب حسینؒ بن زیدؒ کے سات فرزند تھے۔ یحییٰ، علی، حسین بن الحسین قاسم، محمد، اسحاق، عبداللہ۔ یحییٰ بن حسین بن زیدؒ کو جناب شیخ طوسی نے اپنی "رجال" کے صفحہ۲۶۲ پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ابوالغنائم محمد بن علی بن محمد العمری نے کہا ہے کہ ان کی والدہ حسینی نسل سے تھیں۔ محمد بن زید کی رحلت ۲۲۰؁ھ میں بغداد میں ہوئی اور مامون نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

شیخ ابوالحسن سے سوال کیا گیا کہ یحییٰ بن حسین کی والدہ کون تھیں؟

انھوں نے جواب دیا کہ خدیجہ دختر امام محمد باقر علیہ السلام ان کی ماں تھیں اور یحییٰ کی کنیت ابوالحسین بیان کی گئی ہے۔

خطیب نے اپنی تاریخ جلد ۱۴ کے صفحہ۱۸۹ پر لکھا ہے کہ یہ بغداد میں رہتے تھے اور اپنے والد سے روایات کے ناقل تھے۔ منقول ہے کہ ان کی وفات مورخہ ۲۶ ربیع الثانی ۲۳۷؁ھ بدھ کے دن ہوئی اور قریش کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ عبداللہ بن ہارون نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور خود قبر میں اتر کر انھیں دفنایا۔ ان کی تاریخِ وفات میں تامل ہے جو اس وجہ سے ہے کہ عبداللہ بن ہارون کی طرسوس میں ۲۱۸؁ھ کے اندر وفات ہو چکی تھی پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھائے جو ۲۲۰؁ھ یا ۲۳۷؁ھ میں رحلت کر جائے۔ یہ بات حقیقت کے قطعاً خلاف ہے۔

• ـــ علی بن حسین بن زیدؒ بغداد میں رہے اور اہواز میں قتل ہوئے۔ المنتقلہ العمدۃ اور المشجر الکشاف میں ان کا ذکر موجود ہے۔

• ـــ حسین بن الحسین بن زیدؒ قعدد (جدِ اعلیٰ سے قریبی رشتہ رکھنے والا) سے مشہور تھے۔ ابوالفرج نے مقاتل کے صـ۶۹۸ پر لکھا ہے کہ حکیم بن یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین بن الحسین بنی ہاشم کے بزرگ اور ان کے جدِ اعلیٰ تھے اور ان کے پاس

دنیا کے ہر اطراف سے مال آتا تھا۔ ایک دن ہم تمہارے جد ابوالحسن محمد بن احمد اصبہانی کے پاس بیٹھے تھے اور طلبہ کی ایک جماعت بھی وہاں موجود تھی جن میں حسین بن حسین بن زید بن علیؑ، محمد بن علی بن حمزہ علوی عباسی اور ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری شامل تھے تو تمہارے جد نے حسین بن الحسین سے کہا کہ اے ابو عبداللہ! آپ تو تمام اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقعد اور ابوہاشم اولادِ جعفر کے اقعد (جدِ اعلیٰ کے رشتہ دار) ہیں اور آپ دونوں آلِ رسولؐ کے بزرگ ہیں اور پھر انھوں نے ان دونوں کے حق میں دعا خیر کی۔

چنانچہ محمد بن علی بن حمزہ کو ان دونوں سے حسد ہونے لگا اور تمہارے جد سے کہنے لگے کہ اے ابوالحسن! ان دونوں کو اس زمانہ میں قعدد ہونا کیا نفع دے گا اگر یہ دونوں اپنے زمانہ والوں سے ان پر اپنے عطیوں کے مقابلہ میں سبزی ترکاری کا ایک گٹھڑ بھی طلب کریں۔

• ـــ محمد بن زید بن علی بن الحسینؑ کی اولاد میں صرف ایک ہستی جعفر بن محمد تھے۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ کا نام عنادہ تھا۔

(انساب مصعب صـ۷۱)

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی والدہ سہادہ دختر خلف مخزومی تھیں۔

(مشجر عمیدی صـ۷۹)

ابوالحسن عمری کہتے ہیں کہ جعفر ایک شاعر و ادیب تھے۔ ابوطالب مروزی کا بیان ہے کہ محمد بن زید کے ایک ہی فرزند تھے اور وہ جعفر رئیس الشعراء تھے جو خراسان سے نکلے اور مرو میں قتل کر دیے گئے۔ ان کی قبر ساسان کے راستہ میں ہے۔

عمیدی نے کہا ہے کہ ان کی اور ان کے بھائی محمد کی قبر جو معتز باللہ کے لقب سے معروف تھے ایک ہی جگہ پر واقع ہے۔

ان کے تین فرزند ہوئے محمد، احمد اور قاسم، احمد کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ امام علی رضا علیہ السلام کے قریبی اصحاب میں سے تھے اسی سبب سے انھوں نے کتاب فقہ رضوی تالیف کی جیسا کہ صاحبِ ریاض العلماء نے بیان کیا ہے سید علی خان مدنی شیرازی کا نسب جو شرح الصحیفہ انوار الربیع سلافۃ الدرجات الرفیعہ اور طراز وغیرہ جیسی مفید کتابوں کے مولف ہیں۔ انہی کی طرف منتہی ہونے پر بحث کی ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیتے ہیں۔ طوالت کی وجہ سے اس کے بیان کا یہاں موقع نہیں۔

• ــــ حسین بن امام علی بن الحسینؑ نے پانچ فرزند چھوڑے۔ عبیداللہ، عبداللہ، علی سلیمان اور حسن۔ جناب حسین کی کنیت ابوعبداللہ تھی ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔ انھیں حسین اصغر کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ ان کے بڑے بھائی بھی حسین تھے جو لاولد رہے۔

صاحب "غایۃ الاختصار" نے انھیں زاہد، عابد، محدث وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان کی اولاد جلیل اور باعظمت ہوئی۔ سب ان کا احترام کرتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے والدِ بزرگوار، پھوپی جناب فاطمہ دختر امام حسن علیہ السلام نیز اپنے بھائی حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے احادیث کی روایت کی ہے اور انھیں لوگوں نے ان سے نقل کیا ہے۔ یہ اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے عبادت کرنے میں بہت زیادہ مشابہ تھے۔

جناب طوسیؒ نے انھیں اصحابِ ائمہ امام سید الساجدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام میں شمار کیا ہے۔ جمہرہ میں ابن حزم کے قول کے مطابق ان کے ایک پاؤں میں لنگ تھا۔ ۱۵۷ھ میں بعمر ستاون سال ان کی رحلت ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت ۱۰۰ھ کی قرار پاتی ہے لیکن یہ درست نہیں۔ اس لیے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات (۹۴ھ یا بقولے ۹۵ھ) ۱۰۰ھ سے چند سال قبل ہی واقع ہوئی ہے۔ اس کی پوری تحقیق کتاب منتقلۃ الطالبین کے حاشیہ پر موجود ہے۔

• ــــ عبیداللہ بن حسین بن علی بن الحسینؑ۔ اعرج سے مشہور تھے اس لیے کہ ان کے ایک پاؤں میں نقص تھا۔ ان کی کنیت ابوعلی تھی۔ والدہ دختر حمزہ بن مصعب بن زبیر بن العوام تھیں۔ عبیداللہ نے محمد نفس زکیہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ محمد نے قسم کھائی تھی کہ میں عبیداللہ کو جہاں دیکھوں گا قتل کر دوں گا۔

جب یہ محمد کے سامنے لائے گئے تو محمد نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ انھیں نہ دیکھ سکے اور انھیں قتل کرنا نہ چاہا۔ جو اس ڈر میں تھا کہ قسم نہ ٹوٹ جائے۔ عبیداللہ سفاح کے پاس آئے تو اس نے مدائن میں انھیں کچھ جائداد کی منظوری دے دی، جس کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار تھی۔ پھر یہ ابومسلم کے پاس خراسان آئے تو اس نے انھیں بہت کچھ مال سے نوازا اور خراسان والوں نے ان کی قدر و منزلت کی۔ جب سفاح کو ان کا وہاں قیام گراں گزرا تو اس نے ان سے بدسلوکی شروع کر دی۔

غایۃ الاختصار کے "ص۱۵" پر مذکور ہے کہ بنی عباس کی حکومت سے پہلے ابومسلم نے انھیں اپنی بیعت کی دعوت دی تھی لیکن انھوں نے اس سے انکار کیا اور جب

اس نے بیعت پر اصرار کیا اور باہمی بدمزگی بڑھی تو عبیداللہ پیچھے کی طرف مڑے اور گر پڑے جس سے ان کے پاؤں میں لنگ آگئی۔

جب بنی عباس کی حکومت ہوئی تو انھوں نے بندنجین (بندالشیر) وغیرہ کی جائداد انھیں بخش دی۔ آخرکار عبیداللہ اپنی اسی جائداد میں رہ کر رحلت کر گئے۔ اور ابونصر بخاری کے قول کے مطابق اس وقت ان کی عمر ۳۷ سال تھی اور ان کے والد زندہ تھے۔

عمری کا یہ قول ہے کہ اس وقت وہ چھیالیس سال کے تھے۔

عبیداللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی ماں ام خالد دختر حمزہ بن مصعب زبیری تھیں جو ان کی، ان کے بھائی علی اور عبیداللہ، تینوں کی والدہ تھیں۔

ابن مہنا کہتے ہیں کہ یہ صاحبِ حیثیت لوگوں میں زاہد و متقی شخص تھے۔ ان کی اولاد مکہ، مدینہ، بغداد، واسط، خراسان اور مصر وغیرہ میں رہی اور انھوں نے اپنے والد کی زندگی میں ۱۴۱ھ میں رحلت کی۔

• ــــ علی بن الحسین اصغر کے بارے میں ابن عنبہ اور ابونصر بخاری کا قول ہے کہ یہ خاندانِ بنی ہاشم میں صاحبِ علم و فضل خوش گو اور صاحبِ بیان تھے۔

ابن مہنا نے بھی یہی کہا ہے کہ بنی ہاشم کے لوگوں میں صاحبِ فضیلت تھے۔

• ــــ حسن بن حسین کی کنیت ابومحمد تھی۔ ان کی اور ان کے بھائی سلیمان کی والدہ عبدہ دختر داؤد بن امامہ بن سہل بن حنیف انصاری تھیں۔

ابونصر نے اپنی کتاب کے "ص۴۲" پر ذکر کیا ہے کہ یہ مکہ میں مقیم رہے لیکن عمری کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں سکونت پذیر رہے اور روم کے علاقہ میں رحلت کر گئے۔ یہ ایک محدث تھے۔ مصعب زبیری نے کتاب نسب قریش کے ص۴۲ پر لکھا ہے کہ حسن اور محمد کنیز کے بطن سے تھے اور یحیٰی و سلیمان کی ماں عبدہ دختر داؤد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف انصاری تھیں۔

عبیداللہ بن حسین کی اولاد میں پانچ لڑکے علی بن عبیداللہ، محمد، جعفر، حمزہ اور یحیٰی تھے۔

علی بن عبیداللہ کی کنیت ابومحمد اور عرف صالح تھا۔ ابونصر اپنی کتاب کے ص۴۲ پر لکھتے ہیں۔

انھیں اور ان کی بیوی ام سلمہ دختر عبداللہ بن الحسین بن علی دونوں کو زوجِ صالح کہا جاتا تھا۔

• ــــ علی بن عبید اللہ مستجاب الدعوٰۃ تھے۔ ابونصر اور ابنِ عنبہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابراہیم طبا طبا نے جو کوفہ کے ایک عہدیدار تھے ان سے کہا تھا کہ اگر خود قبول نہ کریں تو اپنے فرزندوں محمد اور عبید اللہ میں سے کسی کو جنگ میں شرکت کے لیے کہیں لیکن انھوں نے ان کے حکم کو نہ مانا اور نہ اپنے بیٹوں کو ان کی مدد کی اجازت دی۔

• ــــ محمد بن عبید اللہ کی ماں کنیز تھیں اور یہ خود ایک مردِ سخی اور کریم تھے اور انھوں نے بتیس ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (العمدۃ ص ۳۱۹، مشجر عمیدی ص ۱۳۱)

• ــــ جعفر بن عبید اللہ کے بارے میں قاسم الرسی بن ابراہیم طبا طبا کہتے ہیں کہ یہ ائمہ آلِ رسولؐ میں ایک امام تھے۔ ابونصر بخاری کا قول ہے کہ جعفر بن عبید اللہ کے پیرو اور شیعہ انھیں حجت سے یاد کرتے تھے اور یہ اپنی فصاحت و بلاغت اور فضیلت و جمال میں جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ سے مشابہ تھے۔ جس طرح جناب زید جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ یہ سادات بنی ہاشم میں فضیلت زہد و تقوٰی اور حلم و شرافت کے حامل تھے نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے تھے۔ اُن کے شیعوں کا یہ نظریہ تھا کہ یہ زمین پر خدا کی حجت ہیں۔

• ــــ حمزہ بن عبید اللہ، کو کتاب العمدۃ کے صفحہ ۳۱۹ پر مختلس الوصیۃ کہا گیا ہے۔ جس سے مقصود یہ کہ انھوں نے اپنے والد کی وصیت کو نظر انداز کر کے عدول حکمی کی اور دھوکے کو کام میں لائے لیکن اس کی وجہ نہیں بتائی گئی۔

• ــــ عبد اللہ بن الحسین، کی اولاد میں صرف جعفر تھے اور ان سے محمد العقیقی اسماعیل منقذی اور احمد منقذی کی اولاد چلی۔ چنانچہ جعفر کے بارے میں مجدی کا یہ قول ہے کہ یہ ایک بڑے صاحبِ فضیلت اور خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی ماں زبیریہ تھیں اور صحصحا کا لقب دیے گئے تھے۔ ابونصر بخاری کا یہ قول ہے کہ یہ صاحبانِ خیر میں سے تھے۔ ابن عنبہ نے بھی کتاب العمدۃ میں صحصحا کے لقب سے ان کا ذکر کیا ہے اور منتقلۃ الطالبین میں ان کا مکرر تذکرہ کیا ہے۔

• ــــ علی بن حسین اصغر، کی اولاد میں عیسٰی بن علی، احمد بن علی معروف بہ حقینہ موسٰی بن علی معروف بہ حمصہ اور محمد بن علی نے اولاد چھوڑی جن میں سے محمد کی کچھ اولاد طبرستان میں ہے۔

• ــــ عیسٰی بن علی غضارہ سے مشہور تھے جن کا عمیدی نے مشجر کے صفحہ ۱۳۶ پر ذکر کیا ہے اور کتاب منتقلہ اور العمدۃ وغیرہ میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

• ــــ احمد بن علی کے بارے میں ابونصر بخاری کی کتاب سر السلسلہ کے صفحہ ۴۳

پر کیا گیا ہے کہ ان کی اور ان کے دونوں بھائیوں، محمد اور مثنیٰ کی ماں نوفلیہ تھیں اور یحیٰی طباطبائی نے کتاب المنتقلہ میں اور ابن عنبہ نے العمدۃ اور عمیدی نے کتاب مشجر میں بیان کیا ہے

تذکرۃ الخواص اور طبقات ابن سعد میں ذکر کیا گیا ہے کہ امام علی بن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام صاحبِ اولاد ہوئے جن میں حسن اور حسین اکبر لاولد رہے اور امام محمد باقر علیہ السلام جو ابوجعفر کنیت رکھتے تھے ایک مردِ فقیہ تھے جن کی نسل آگے بڑھی اور جن کا تذکرہ آگے چل کر کیا جائے گا۔ اور آپ کے ایک فرزند عبد اللہ ہوئے اور ان سب کی والدہ ام عبد اللہ دختر امام حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھیں۔ عمر اور جناب زید شہید کوفہ اور علی بھی آپ کے فرزند تھے اور خدیجہ صاحبزادی تھیں جو سب کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ایک فرزند حسین اصغر تھے۔ علی کی ماں کا نام علیہ تھا اور ان دونوں کی ماں کنیز تھیں اور کلثوم سلیمان اور ملیکہ بھی کنیز کے بطن سے تھے اور قاسم اور ام الحسن ام البنین اور فاطمہ کی دوسری مائیں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبید اللہ بھی جناب امامؑ کے ایک فرزند تھے۔

(تذکرۃ الخواص ص ۱۸۷، طبقات ابن سعد ص ۲۱۱)

۲ ـــ اسلام میں ذات پات کی تمیز نہیں ہے

★ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بصرہ کا رہنے والا ایک شخص شیبانی جسے عبد الملک بن حرملہ کہا جاتا تھا، امام علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام علیہ السلام نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمھاری کوئی بہن ہے۔؟

اُس نے عرض کیا کہ جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے اس کا نکاح کر دو گے۔؟

اُس نے عرض کیا، ضرور کر دوں گا۔

پھر وہ شخص بصرہ چلا گیا اور امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک بزرگ اس کے گھر پر گئے اور انھوں نے امام علیہ السلام کے لیے رشتہ کی خواستگاری کی تو ان سے کہا گیا کہ فلاں بن فلاں (علیؑ ابن الحسینؑ) تو اپنی قوم میں سید و سردار ہیں۔ چنانچہ وہ صحابی امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس شیبانی سے آپ کی تزویج کے بارے میں گفتگو

کی تھی تو انھوں نے آپ کے بارے میں یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ سید اور آلِ رسولؐ ہیں بھلا غیر سیدانی کس طرح سید کے نکاح میں آسکتی ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ اس شیبانی نے بتایا اور تمھیں سنایا میں تمھیں اس سے بری سمجھتا ہوں۔ تمھیں اُسے سب کچھ بتا دینا چاہیے تھا۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اسلام نے ذات پات اور اونچ نیچ کو ختم کر دیا ہے اور تمام نقائص دور کر دیے ہیں اور اس نے پست اور نیچے لوگوں کو عزّت بخشی ہے۔

چنانچہ اسلام کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے پستی اور حقارت نہیں رہی۔ یہ سب باتیں تو زمانۂ جاہلیت کی تھیں جنھیں اسلام نے صفحۂ ہستی سے بالکل مٹا دیا اور یہ فرسودہ روایات ختم کر دیں۔

(الکافی جلد ۵ صفحہ ۳۴۴)

۳ — عظمتِ امام علیہ السلام

کافی میں یزید بن حاتم سے مروی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ عبدالملک بن مروان کا شہر کے واقعات کی مخبری کرنے والا مدینہ میں ایک جاسوس تھا جس نے اُسے لکھا کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے اپنی ایک کنیز کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لی ہے۔

یہ خبر عبدالملک کو پہونچ گئی تو اُس نے امام علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے اپنی کنیز سے شادی کر لی ہے جو آپ کے لیے مناسب نہ تھا۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ قریش میں آپ کے مناسب کفو اور برابری کے گھرانوں میں رشتۂ تزویج ممکن تھا جس سے اولاد شریف اور نجیب الطرفین ہوتی۔ آپ نے اپنی عظمت و شرافت کو بھی نہ دیکھا اور نہ ہونے والی اولاد کا خیال رکھا۔"

امام علیہ السلام کو اس کا یہ خط ملا تو آپ نے اسے جواب میں لکھا کہ "مجھے تمھارا خط مل گیا تم نے میری کنیز سے میرے رشتۂ زوجیت کو پسند نہیں کیا اور اس عمل کو ایک سخت پیرائے میں لے لیا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ قریش ہی وہ ہیں کہ جن کی عورتوں سے رشتہ کرنے میں عظمت حاصل ہوتی ہے اور ان سے اولاد میں شرف و عظمت حاصل ہوتی ہے۔ یہ تو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی کو شرف و عزّت میں کوئی برتری اور بلندی حاصل نہیں۔ وہ کون ہے جو اُن سے بڑھ کر ہو سکے۔ یہ تو ایک برکت کا کام تھا جو میں نے انجام دیا۔ خداوندِ عالم نے تو مجھ سے ایسے کام کی طلب کی تھی کہ میں اُس سے ثواب حاصل کر سکوں اور پھر وہ

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پا جائے۔ جو شخص دینِ الٰہی میں خالص اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے تو اُس کے کام میں کوئی چیز خلل نہیں ڈال سکتی۔ خدا نے اسلام سے تمام نقائص اور اونچ نیچ کو یکسر ختم کر دیا اور عزیز و ذلیل کی تمیز اٹھا دی۔ مسلمان کے لیے ذات پات کا سوال نہیں۔ یہ سب زمانۂ جاہلیت کی فرسودہ باتیں تھیں اگر عیب کی کوئی شے ہے تو وہ کفر ہے۔ والسّلام

جب عبدالملک نے یہ خط پڑھ لیا تو اپنے بیٹے سلیمان کو دکھایا اور اُس نے بھی وہ خط پڑھا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین ! حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے آپ کے مقابلے میں کس قدر فخر سے کام لیا ہے اور آپ پر اپنی فضیلت کو ظاہر کیا ہے

عبدالملک نے جواب میں کہا کہ بیٹا ایسا نہ کہو، یہ تو بنی ہاشم کی زبانوں سے نکلے ہوئے وہ کلمات ہیں جو پہاڑوں کی چٹانوں کو شگافتہ کر دیتے ہیں اور یہ سمندر کا ایک چلّو پانی ہیں جس سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بیٹے ! یہ سمجھ لو کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی بلندی و عظمت وہاں سے دکھائی دیتی ہے جہاں لوگ ذلیل اور عاجز نظر آتے ہیں۔

(نفس المصدر جلد ۵ صفحہ ۳۴۴)

- کتاب المناقب میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ (المناقب جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)
- اسی سلسلے میں صاحبِ "عقد الفرید" نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے عبدالملک کو جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی کنیز سے اور اپنے غلام کی مطلقہ زوجہ سے تزویج کی تھی جس کو پڑھ کر عبدالملک نے کہا کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام وہاں صاحبِ شرف دکھائی دیتے ہیں جہاں لوگ ذلیل و پست نظر آتے ہیں۔ (العقد الفرید جلد ۶ صفحہ ۱۲۸)

۴ — اسلام میں خاندانی حیثیت کوئی چیز نہیں ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مکّہ کے بعض مشاہد میں ایک خاتون سے تزویج کا پیغام دیا اور ان سے تزویج ہو گئی۔ انصارِ امام علیہ السلام میں ایک کو اس تزویج پر صدمہ ہوا۔ انھوں نے ان خاتون کے خاندان اور حسب و نسب وغیرہ کے بارے

میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ خاتون بنی شیبان کے خاندان ذی الجدین سے ہیں۔ تو وہ خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کی ان خاتون تزویج (شادی) کے معاملہ سے میرے دل میں کھٹک ہے اور میں اپنے دل میں یہی کہتا رہا ہوں کہ امام علی بن الحسین (علیہ السلام) نے ایک ایسی عورت سے شادی کرلی جو غیر معروف خاندان کی ہے اور دوسرے لوگوں نے بھی یہی کہا ہے اور میں ان خاتون کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے پتہ چل گیا کہ یہ خاتون اپنی خاندانی حیثیت میں شیبانی ہیں۔

امام علیہ السلام نے یہ سب کچھ سُنا اور فرمایا کہ میں نے تمھیں شروع سے ہی ایک بہتر رائے رکھنے والا انسان سمجھا ہے۔ سنو ! اور سمجھو ! کہ اسلام نے دنیا میں آکر امیر و غریب اور شریف و رذیل کی تفریق کو ختم کردیا اور سوائے کفر کے کوئی دوسری چیز انسانوں میں تمیز کرنے والی نہیں۔ اس نے تو پستی سے نکالا ہے۔ لہٰذا مسلمان کے لیے کوئی ذلت کی بات نہیں اور یہ تصورات تو زمانہ جاہلیت کی فرسودہ روایات ہیں جو اسلام نے ختم کردیں۔ (کتاب الزہد قلمی از حسین بن سعید اہوازی باب التواضع والکبر)

⑤ غسلِ امامؑ بدستِ امامؑ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان امور میں سے جو امام علی بن الحسین علیہ السلام نے مجھ سے وصیت کی صورت میں ارشاد فرمائے۔ ایک وصیت یہ تھی کہ بیٹا ! جب میں دنیا سے رحلت کرجاؤں تو تمھارے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے اس لیے کہ امام کو وہی غسل دیتا ہے جو اس کے بعد امام ہو اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمھارے بھائی عبداللہ لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دیں گے تو تم انھیں اس سے باز رکھنا اگر وہ اس سے نہ رُکیں اور انکار کریں تو کوئی پروا نہ کرنا، اس لیے کہ ان کی عمر کوتاہ رہے گی۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب پدرِ بزرگوار کی رحلت ہوگئی تو عبداللہ امامت کا دعویٰ کر بیٹھے لیکن میں نے ان سے اس کے بارے میں کوئی نزاع نہیں کیا چنانچہ چند ماہ کے بعد وہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

(الخرائج والجرائح صفحہ ۱۹۵)

⑥ عمر بن امام علیؑ بن الحسینؑ کے حالات

عمر بن امام علیؑ بن الحسینؑ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک جلیل القدر صاحب علم و فضل اور سخاوت و پرہیزگاری میں بے مثل انسان تھے اور صدقاتِ رسولؐ و امیرالمومنین سلام اللہ علیہما کے مہتمم تھے۔ داؤد بن قاسم نے حسین بن زید سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے چچا عمر بن علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا کہ آپ ہمیشہ امیرالمومنین علیہ السلام کے باغات کے خریدار سے یہ شرط رکھتے تھے کہ وہ باغ کی فلاں دیوار میں اتنا بڑا دراز رکھے گا اور اس دراز سے جو باغ میں آئے اُسے پھل کھانے سے نہیں روکے گا۔

⑦ ہماری محبّت میں افراط و تفریط سے بچو

ابنِ جریر قطان ناقل ہیں کہ میں نے عمر بن امام علیؑ بن الحسینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہماری محبّت میں حد سے بڑھ جانے والا اسی طرح ہے جیسے ہماری دشمنی و عداوت میں حد سے گزرنے والا ہو ہمارا ایک حق تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے جدِّ بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے قرابت حاصل ہے اس لیے لوگ ہم سے محبّت رکھیں اور دوسرا حق خدا کی طرف سے ہے جو ہمارے لیے قرار دیا ہے۔ جو اس حق کا لحاظ نہ کریگا تو اس نے ایک عظیم چیز کو چھوڑا، ہمیں اُسی درجہ میں رکھو جو خدا نے ہمارے لیے رکھا ہے اور ہماری طرف اُن باتوں کو منسوب نہ کرو جو ہم میں نہیں۔ اگر خدا ہمیں عذاب دے گا تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے دے گا اور اگر وہ ہم پر رحم فرمائے گا تو اپنے فضل و کرم کی وجہ سے ایسا کریگا۔

(نفس المصدر صفحہ ۲۸۵)

⑧ جنابِ امیرالمومنینؑ کیلئے بیہودہ گوئی اور قبرِ رسولؐ کا شق ہونا

حرب الطحان سے مروی ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خدا سے خوف کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا لیکن جب میں مدینہ آیا تو حسین

بن امام علیؑ ابن الحسینؑ کو دیکھا کہ ان سے زیادہ خدا سے خوف کرنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا ان کے خوف کا یہ عالم تھا کہ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کو آگ میں ڈال دیا جائے اور پھر نکال لیا جائے اور اس پر سخت لرزہ اور کپکپاہٹ طاری ہو۔

اسی طرح یحییٰ بن سلیمان نے اپنے چچا ابراہیم بن حسین اور انھوں نے اپنے والد حسین بن امام علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم بن ہشام مخزومی مدینہ کا حاکم تھا اور جمعہ کے دن ہم سب کو منبر کے قریب بٹھاتا تھا اور پھر جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کی شان میں بیہودہ گوئی کرنے لگتا تھا۔

چنانچہ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں بھی وہاں پہونچا تو اس جگہ لوگوں کی بہت بھیڑ تھی۔ جیسے بھی ہو سکا میں منبر سے لگ کر بیٹھ گیا اور کچھ اونگھ سی آگئی تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک شگافتہ ہوئی اور اس میں سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! کیا تمھیں اس کا صدمہ اور افسوس نہیں کہ یہ سب کیا کہہ رہا ہے؟ اور امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں کیا گستاخیاں کر رہا ہے؟

میں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم مجھے اس کا صدمہ ہے۔

وہ بزرگ کہنے لگے کہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خداوند عالم اس کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔ وہ امیرالمومنین (علیہ السلام) کے لیے الفاظِ بد استعمال کر رہا تھا کہ اچانک منبر سے گرا اور ہلاک ہو گیا۔

(المصدر السابق ص۲۷۸)

⑨ — اولادِ فاطمہؑ میں سے ہر شخص با ایمان رحلت کرتا ہے

مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوندِ عالم کے اس ارشاد کی شانِ نزول کے بارے میں سوال کیا "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔"

(سورۃ النساء آیت ۱۵۹) "اور اہلِ کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو ان پر ان کے مرنے سے قبل ایمان نہ لائے"

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیۂ مبارکہ خصوصی طور پر ہمارے بارے

میں نازل ہوئی ہے کہ اولادِ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا میں کوئی ایسا نہیں مرتا اور دنیا سے کوچ نہیں کرتا جب تک وہ اپنے امام اور اس کی امامت کا اقرار نہ کر چکا ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسفؑ کی عظمت کا اقرار کیا تھا اور کہا تھا کہ " تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا "

(سورۂ یوسف آیت ۹۱) "خدا کی قسم خدا نے تمھیں یقیناً ہم پر فضیلت دی ہے"

(تفسیر صافی جلد ۱ ص۱۱۴، تفسیر العیاشی جلد ۱ ص۲۸۳، تفسیر البرہان جلد ۱ ص۴۲۶)

⑩ — اہلِ آسمان اور جناب زیدؒ شہید کی روح کا تقدس

معمر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب زید شہید ابن امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام تشریف لائے اور دروازے کی چوکھٹ کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑے ہو گئے تو جناب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عم محترم! میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ آپ کناسہ میں سولی پر چڑھائے جائیں گے تو جناب زید شہید کی والدہ محترم کہنے لگیں کہ غالباً آپ ایسی بات میرے اس بیٹے سے حسد رکھنے کی وجہ سے کہہ رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے تین بار فرمایا کہ بھلا مجھے ان سے کیا حسد ہوتا پھر فرمایا کہ مجھ سے تو میرے پدرِ بزرگوار نے میرے جدِّ نامدار سے یہ سن کر فرمایا ہے کہ ان کی اولاد میں ایک فرزند ہوں گے جن کا نام زید ہوگا جو کوفہ میں قتل کیے جائیں گے اور کناسہ میں سولی پر لٹکائے جائیں گے اور وہ اپنی قبر سے برآمد ہوں گے تو ان کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اہلِ آسمان ان سے خوش اور مسرور ہوں گے اور ان کی روح ہرے پرندے کے پوٹے میں رکھ دی جائے گی جو آزادی کے ساتھ جہاں چاہے گا جنت میں چلے پھرے گا۔

(امالی صدوقؒ ص۲۰)

• — یہی روایت دقاق نے امام زین العابدینؑ علیہ السلام سے نقل کی ہے جو عیونِ اخبار الرضا میں مذکور ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۲۵۰)

(۱۱) امام محمد باقرؑ کے سامنے جناب زیدؑ شہید کی صفات کا بیان

جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے بھائی جناب زید بیٹھے ہیں۔ اتنے میں معروف بن خربوذ مکی بھی وہاں آگئے۔ امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا' اے معروف! کچھ اپنا تازہ کلام تو سناؤ۔

انھوں نے یہ چار اشعار پیش کیے:۔

لعمرك ما ان ابو مالك بوان ولا بضعيف قواه	؏	تیری زندگی کی قسم ابو مالک نہ تو اتنا مضبوط ہے جیسے خیمہ کا ستون جو سارا بوجھ اٹھاتا ہے اور نہ اس کے اعضاء اور قویٰ کمزور ہیں۔
ولا بألد لدى قوله يعادى الحكيم اذا ما نهاه	؏	اور نہ وہ اپنے قول پر اتنا سخت ہے کہ وہ کسی عقلمند سے مخالفت پر اُتر آئے جبکہ وہ اسے روک رہا ہو۔
ولكنه سيد بارع كريم الطبائع حلو ثناه	؏	وہ تو ایک شریف النفس سردار ہے اور بہترین خصلتوں والا ہے اس کے اچھی یا بُری خبر سنانے میں شیرینی ہوتی ہے۔
اذا سدته سدت مطواعة ومهما وكلت اليه كفاه	؏	وہ تو ایسا انسان ہے کہ جب تم اسے مرد شریف و بزرگ سمجھتے ہوئے اس کے پاس جاؤ تو تم اسے بہت ہی عاجزی سے پیش آنے والا پاؤ گے اور جب تم کسی کام پر بھروسہ کرو تو وہ اس میں پورا اُترے گا۔

جابر جعفی کہتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب زید کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اے ابو الحسن! یہ تو بالکل تمھاری صفات ہیں۔

(نفس المصدر جلد ۱ صفحہ ۲۵۱۔ امالی صدوق صفحہ ۴۰)

(۱۲) خواب میں جناب زیدؑ کی بشارت

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں زمانۂ حج میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اے ابو حمزہ! کیا میں تمھیں وہ خواب نہ بتادوں جو میں نے دیکھا ہے؟ سنو! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں جنت میں ہوں اور میرے پاس جنت کی ایک حور آئی جس سے بہتر میں نے نہیں دیکھی۔ میں اپنے تکیے پر سہارا لیے ہوئے بیٹھا تھا کہ ایک کہنے والے کی آواز سُنی جو مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اے علی ابن الحسین علیہ السلام آپ کو زید مبارک ہوں اور اس نے یہ الفاظ تین بار کہے۔

ابو حمزہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے پھر حج کا موقع ملا تو میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو میں اندر پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام علیہ السلام اپنے ہاتھوں پر اپنے بچہ "زید" کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

مجھ سے امام علیہ السلام نے فرمایا' اے ابو حمزہ! هٰذَا تَاوِيْلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا۔ (سورۂ یوسف آیت ۱۰۰)

"یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے کہ میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا۔"

(امالی صدوق صفحہ ۳۳۵)

(۱۳) جناب زیدؑ اور خدا کے نزدیک احترام

عون بن عبداللہ حن تک چھ راویوں کا سلسلہ پہونچتا ہے بیان کرتے ہیں کہ میں جناب محمد بن حنفیہ کے پاس ان کے مکان کے صحن میں بیٹھا تھا کہ جناب زید بن امام حسن علیہ السلام ادھر سے گزرے جن پر آپ نے ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد کہا کہ امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں ایک فرزند ہوں گے جن کا نام بھی زید ہوگا وہ عراق میں صولی پر چڑھائے جائیں گے ایسی حالت میں جو بھی ان کی شرمگاہ کو دیکھے اور ان کی مدد نہ کرے تو خداوند عالم اس کے چہرہ کو آتشِ جہنم میں اوندھا کر دے گا۔

(امالی صدوق صفحہ ۳۲۵)

⑭ نگاہِ امامؑ میں والدۂ جنابِ زیدؑ کی عظمت

ابو الجارود کہتے ہیں

کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب زید بن امام علیؑ ابن الحسین تشریف لائے اور جب وہ اس طرف آرہے تھے تو امام علیہ السلام نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ آلِ محمدؑ علیہم السلام میں سیادت کا شرف رکھنے والی ہستی ہیں اور یہ ان کے قاتلوں سے ان حضرات کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اے زید! تمھاری والدہ کیسے شریف بیٹے کی ماں ہیں۔ (امالی صدوق صفحہ ۳۳۵)

⑮ انصارانِ جنابِ زیدؑ سے امامؑ کی ہمدردی

ابن سیابہ راوی ہیں

کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے ایک ہزار دینار روانہ فرمائے اور حکم دیا کہ میں انھیں لوگوں کے عیال میں تقسیم کردوں جو جناب زید شہید بن امام علیؑ ابن الحسین کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر مصائب میں مبتلا ہوئے۔

چنانچہ میں نے وہ دینار ان لوگوں میں تقسیم کردیے اور عبداللہ زبیر کے بھائی فضیل الرسان کو چار دینار دیے۔ (امالی شیخ صدوق صفحہ ۳۳۶)

⑯ جنابِ زیدؑ اور ارشادِ رسولِ کریمؐ

جناب جابر جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے جسے آپ نے اپنے آباءِ طاہرین علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امام حسین علیہ السلام سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے حسینؑ! تمھاری نسل سے ایک فرزند پیدا ہوں گے جنھیں زید کہا جائے گا وہ اور اُن کے ساتھی قیامت کے دن لوگوں سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے گزریں گے کہ اُن کے چہرے روشن اور نورانی ہوں گے اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

(نفس المصدر جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

⑰ امامؑ کی نظر میں جنابِ زیدؑ اور اُن کے انصاروں کا درجہ

فضیل بیان کرتے ہیں

کہ میں اُس صبح کو جناب زید کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ نے باطل کے خلاف کوفہ میں خروج کیا تھا۔ میں نے آپ کو لوگوں سے یہ خطاب کرتے ہوئے سُنا کہ کون ہے جو شام کے دھوکے بازوں سے جنگ و جدال میں میری مدد کرے۔ اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا، تم میں جو بھی ان لوگوں سے جنگ کرنے میں میری مدد کرے گا میں قیامت کے دن خدا کے حکم سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب جناب زیدؑ شہید ہوگئے تو میں نے کرائے پر ایک سواری لی، مدینہ کا رُخ کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا لیکن دل میں سوچا کہ میں امام علیہ السلام کو جناب زید کے قتل کی اطلاع نہ دوں، یقیناً امام علیہ السلام کو صدمہ اور قلق ہوگا۔ لیکن جب میں امام علیہ السلام سے ملا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ فضیل! میرے چچا جناب زید کا کیا ہوا؟ مجھے گریہ گلوگیر ہوا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قتل ہوگئے؟

- میں نے عرض کیا کہ بیشک، دشمنوں نے ان جناب کو قتل کردیا۔
- پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا انھیں صولی پر لٹکایا گیا تھا؟
- میں نے عرض کیا کہ بیشک ایسا بھی ہوا۔
- یہ سن کر امام علیہ السلام رونے لگے اور آنسو رخساروں تک بہہ گئے جیسے موتی ہوں۔ اس کے بعد فرمایا اے فضیل کیا تم میرے چچا کے ساتھ شام والوں سے جہاد میں موجود تھے؟
- میں نے عرض کیا کہ حضور میں وہاں موجود تھا۔
- امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے کتنے لوگ قتل کیے؟
- میں نے عرض کیا کہ چھ آدمی مار ڈالے۔
- امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمھیں ان لوگوں کے خون بہنے میں کچھ

شک اور تامّل تھا ؟

میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے کچھ شک ہوتا تو میں اُن لوگوں کو قتل ہی نہ کرتا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السّلام کو پھر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ خدا مجھے بھی اُس قتال میں حصّہ دار بناتا۔ میرے چچا زید اور اُن کے اصحاب سب کے سب شہید مرے اور بالکل اسی طرح جیسے جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السّلام اور آپ کے اصحاب درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (امالی صدوقؒ صـ ۲۴۹)

(۱۸) ـــ باطل کے مقابلہ میں جہاد اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد

ابو عبد اللہ سیّاری اپنے ایک ساتھی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے سامنے باطل کے مقابلہ میں خروج کرنے والے آلِ رسولؐ کے افراد کا ذکر آگیا تو امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ آلِ رسولؐ میں سے باطل کے خلاف خروج کرنے والے اور ہمارے شیعہ بھلائی میں رہیں گے اور میری تو آرزو ہے کہ آلِ رسولؐ میں سے کوئی خروج کرے اور اس کے عیال کے اخراجات میرے ذمّہ ہوں اور میں اس کے کھانے پینے اور دوسرے اُمور کی ذمّہ داری لوں۔ (مستطرفات السرائر)

(۱۹) ـــ مصائبِ جنابِ زیدؑ پر امام جعفر صادقؑ کا گریہ

حمزہ بن عمران کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا۔

- امامؑ نے دریافت فرمایا کہ حمزہ ! تم کہاں سے آرہے ہو ؟
- میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے آرہا ہوں۔
- یہ سُن کر امام علیہ السّلام رونے لگے یہاں تک کہ ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔
- میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! آپ کس بات پر اتنا گریہ فرما رہے ہیں ؟
- امامؑ نے جواب دیا کہ مجھے اپنے عمِّ محترم جناب زیدؑ اور اُن پر گزرنے والی

مصیبت یاد آگئی جس پر میں رونے لگا۔

میں نے عرض کیا کہ کونسی بات آپ کو یاد آئی۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا مجھے ان کا مقتل یاد آگیا کہ اُن کی پیشانی پر تیر لگا اور اُن کے فرزند یحییٰ اس حالت میں اُن کے پاس پہونچے اور اُن کو بچانے کے لیے اُن پر چھائے اور کہنے لگے کہ بابا جان آپ کو بشارت ہو کہ آپ رسول اللہؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السّلام کے پاس جنّت میں تشریف لے جا رہے ہیں۔

جناب زیدؑ نے جواب دیا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر حدّاد (لوہار) کو بلایا گیا اور اس نے آپ کی پیشانی سے تیر کو کھینچ لیا اور جناب زیدؑ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس کے بعد جناب زیدؑ کی لاش ایک چھوٹی نہر پر لائی گئی جو علیحدہ باغ کے قریب بہہ رہی تھی۔ وہیں گڑھا کھود کر آپ کو دفن کر دیا اور اس پر پانی چھوڑ دیا گیا۔ ان لوگوں میں سے کسی کا ایک سندی غلام بھی تھا جو صبح کو یوسف بن عمر کے پاس پہونچا اور اس نے ان لوگوں کے جناب زیدؑ کو دفن کرنے کی اطلاع دی۔

چنانچہ یوسف بن عمر نے آپ کی لاش کو نکال لیا اور چار سال تک کناسہ میں صولی پر لٹکی رہی۔ پھر اس نے لاش کو جلا دینے کا حکم دیا وہ جلا دی گئی اور اس کے ریزے ہوا میں اڑا دیے گئے۔ خداوندِ عالم جناب زیدؑ کے قاتل پر لعنت فرمائے اور ان کی مدد کرے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہم خدا ہی سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کے طالب ہیں اور اسی کی ذات بہتر ہے جس سے مدد طلب کی جائے۔ (امالی صدوقؒ صـ ۳۹۲)

- غضائری نے یہی روایت جناب صدوقؒ سے اسی طرح نقل کی ہے۔ (امالی طوسی صـ ۲۷۷)

(۲۰) ـــ جنابِ زیدؑ اور تصدیقِ امامتِ امام جعفر صادقؑ

عمرو بن خالد سے مروی ہے کہ جناب زید بن امام زین العابدین علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے کہ ہم اہلِ بیت میں سے ہر زمانے میں ایک ہستی موجود رہتی ہے جس سے خداوندِ عالم اپنی مخلوق پر دلیل و حجت قائم کرے اور ہمارے اس زمانہ میں میرے بھتیجے امام جعفر بن محمد (علیہما السّلام) امامِ وقت ہیں جو اُن کی پیروی کرے گا گمراہ نہ ہوگا اور جو ان کی مخالفت کرے گا ہدایت نہیں پا سکتا۔ ([illegible])

(۲۱) دین کا محافظ ہم سے زیادہ کوئی نہیں

جناب زیدؒ بن امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی " وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۔ (سورہ کہف آیت ۸۲)

" اور ان دونوں لڑکوں کا باپ نیک تھا جس کی وجہ سے تیرے پروردگار نے چاہا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہونچ جائیں اور یہ دونوں اپنا خزانہ نکال لیں ۔"

پھر فرمایا کہ خداوندِ عالم نے ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ان دونوں کی حفاظت فرمائی تو ہم سے بہتر دین کی حفاظت کرنے والا کون ہے ۔ ہمارے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کی بیٹی ہماری ماں ہیں اور ہماری دادی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور جو سب سے پہلے حضور کی نصرت پر تیار ہوئے اور آپ کی نبوّت کی تصدیق کی اور جنھوں نے آپؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی وہ ہمارے جدِ بزرگوار حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام ہیں ۔

(امالی صدوقؒ صہ ۲۳۱)

(۲۲) ائمہ اثنا عشر کی امامت پر نص

ابن عیاش کی کتاب "مقتضب الاثر فی النص علی الاثنی عشر" میں داؤد رقّی سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ، تو امامؑ نے دریافت فرمایا کہ داؤد کیا بات ہے کہ ایک مدّت کے بعد ہمارے پاس آئے ہو ۔ ؟

میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان ، کوفہ میں کچھ ضروری کام تھے جن کی وجہ سے حاضری میں تاخیر ہوئی ۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے وہاں کیا کیا دیکھا ؟

میں نے عرض کیا ، کہ حضور میں نے آپ کے عمِ محترم جناب زیدؒ کو دیکھا کہ وہ ایک لانبی اور گھنے بالوں کی دُم والے گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے گلے میں ایک کتاب لٹکی ہوئی تھی اور کوفہ کے علماء ، وفقہاء ، انھیں گھیرے میں لیے ہوئے تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اے اہلِ کوفہ ! ہم تمہارے اور خدا کے درمیان ایک منارہ ہیں ، ہم کتاب خدا کے ناسخ

ومنسوخ احکام کو ہم ہی (اہلبیتؑ) جانتے ہیں ۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر امام علیہ السلام نے سماعہ بن مہران سے فرمایا ذرا وہ صحیفہ تو میرے پاس لاؤ ۔ چنانچہ وہ ایک سفید رنگ کی کتاب لے کر آئے اور مجھے دی اور فرمایا اسے پڑھو ! یہ وہ صحیفہ ہے جو ہم اہلبیتؑ کے لیے تیار ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کا ایک مورث دوسرے کو وارث کرتا چلا آیا ہے ۔ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں دو سطریں لکھی تھیں ۔ ایک میں لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ اور دوسری سطر میں یہ آیۂ مبارکہ تھی " اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۝ (سورہ توبہ آیت ۳۶) " اس میں تو شک نہیں کہ خدا نے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا (اسی دن سے) خدا کے نزدیک خدا کی کتاب (لوحِ محفوظ) میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے ۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں یہی دین سیدھی راہ ہے ۔"

اور ساتھ ہی یہ اسماءِ مبارکہ لکھے ہوئے تھے ۔ علیؑ بن ابی طالبؑ ، وحسنؑ بن علیؑ وحسینؑ بن علیؑ وعلیؑ بن الحسینؑ ومحمدؑ بن علیؑ وجعفرؑ بن محمدؑ وموسیٰؑ بن جعفرؑ وعلیؑ بن موسیٰؑ ومحمدؑ بن علیؑ وعلیؑ بن محمدؑ والحسنؑ بن علیؑ والخلف منھم الحجۃ للہ ۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے داؤد ! تمھیں خبر ہے کہ یہ صحیفہ کہاں اور کب لکھا گیا تھا ۔ ؟

میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولِ خدا اور خدا کا رسولؐ اور آپ بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ آدم علیہ السلام کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے لکھا گیا تھا ۔ یہ صحیفہ ہم اہلبیتؑ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہو سکتا ۔

(مقتضب الاثر صہ ۲۴ مطبوعہ نجف اشرف)

(۲۳) جنابِ زیدؒ بن علیؑ اور زیدؒ بن امام موسیٰ کاظمؑ کے جہاد میں فرق

عیون الاخبار الرضا میں ابن ابی عبدون نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مامون کے دربار میں لائے گئے ، جب کہ انھوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا اور بنی عباس کے گھروں

کو آگ لگائی تھی، مامون نے اُن کے اس جُرم کو اُن کے بھائی امام علی رضا علیہ السّلام سے بیان کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن ! اگر آپ کے بھائی نے خروج کیا ہے اور جو انھیں کرنا تھا وہ سب کچھ کر بیٹھے ہیں تو اِن سے پہلے زید بن علیؑ بن الحسینؑ نے بھی خروج کیا تھا اور وہ قتل کر دیے گئے تھے اس لیے اگر آپ کا احترام میری نگاہوں میں نہ ہوتا تو میں بھی انھیں قتل کر دیتا، جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس پر . . . .

امام علی رضا علیہ السّلام نے جواب دیا کہ اے امیر! میرے بھائی کو جناب زید شہید بن علیؑ بن الحسینؑ پر قیاس نہ کرا ور انھیں اُن کے برابر نہ سمجھ۔ جناب زید بن علیؑ تو آلِ محمّد علیہم السّلام کے علماء میں سے تھے اور خدا کی خوشنودی کے لیے اُٹھے تھے اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کیا اور اُسی کی راہ میں قتل ہوئے، میرے پدرِ بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام فرماتے تھے کہ انھوں نے اپنے والدِ نامدار حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ خداوندِ عالم میرے چچا جناب زیدؒ پر رحمت نازل فرمائے۔ انھوں نے تو آلِ محمّد علیہم السّلام کی رضا وخوشنودی کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی اگر وہ باطل کے خلاف جہاد کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اپنی دعوت الی الحق کو پورا کر لیتے، انھوں نے اپنے خروج کے بارے میں مجھ سے مشورہ لیا تھا تو میں نے اُن سے یہی کہا کہ عمِ محترم اگر آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ قتل ہو جائیں اور کناسہ میں صولی پر لٹکائے جائیں تو آپ اس میں مختار ہیں جو چاہیں کریں۔

جب جناب زیدؒ نے اپنے مقصد کے لیے قدم اُٹھا لیا تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا تھا کہ ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہو جنھوں نے ان کی پکار کو سُنا اور پھر بھی ان کی مدد نہ کی۔ یہ سُن کر مامون نے کہا کہ کیا یہ سب کچھ درست نہیں کہ جو بغیر استحقاق دعوئ امامت کر بیٹھے اور اُسے سزا نہ ملے۔ ؟

امام علی رضا علیہ السّلام نے جواب دیا کہ جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ نے کبھی اُس امر کا دعویٰ نہیں کیا جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ وہ تو خدا سے اس بارے میں ڈرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا دعویٰ کریں جس کے وہ حقدار نہیں۔ انھوں نے تو لوگوں سے یہ کہا تھا کہ میں تو تمھیں رضائے آلِ محمّد علیہم السّلام کی طرف بُلا رہا ہوں۔ خدا کی طرف سے سزا کا مستحق تو وہ شخص ہے جو یہ دعویٰ کر گزرے کہ خدا نے اس کے بارے میں نص کر دی ہے اور پھر وہ دینِ الٰہی کے علاوہ کسی دوسرے دین کی طرف بلائے اور بغیر تحقیق کے اس کی راہ سے لوگوں کو ہٹا دے خدا کی قسم جناب زید تو ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے۔

" وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ (سورۃ الحج آیت ۸)"

" اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے وہ تو تمھیں (اس کیلئے) منتخب کر چکا ہے

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۴۸)

(۲۴) امامؑ کی زبانی جناب زیدؒ کی فضیلت

عبداللہ بن سیابہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ ہم سات افراد مدینہ پہنچے اور امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو . . . . . .

امام علیہ السّلام نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کو میرے چچا زیدؒ کے بارے میں کچھ خبر ہے ؟

ہم نے عرض کیا کہ یا تو انھوں نے خروج کر دیا ہوگا یا خروج کرنے والے ہوں گے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم لوگوں کو جو خبر بھی ملے مجھے ضرور اس کی اطلاع دینا ... کچھ دن گزرنے پائے تھے کہ بسام صیرفی کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جناب زیدؒ نے ماہِ صفر کے پہلے بدھ کو باطل کے خلاف خروج کر دیا۔ چنانچہ بدھ اور جمعرات ہی گزرے کہ جمعہ کے دن وہ قتل ہو گئے اور فلاں فلاں لوگ بھی اُن کے ساتھ قتل ہوئے۔

اِس خبر کے معلوم ہونے کے بعد ہم امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچے اور وہ خط امام علیہ السّلام کے سامنے رکھ دیا۔ امام علیہ السّلام نے اسے پڑھا اور گریہ فرمایا اور پھر کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کو زبان پر جاری کیا۔ اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک میرے چچا کا بہتر افراد میں شمار ہے اور وہ ہماری دنیا و آخرت میں ایک بہادر انسان تھے۔ خدا کی قسم، میرے چچا اُن شہداء کی مثل ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السّلام کے ساتھ رہ کر درجۂ شہادت حاصل کیا۔ (نفس المصدر جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

(۲۵) جزا اور سزا کا انحصار عمل پر ہے

ہردی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی اسماعیل نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ بابا جان ہمارے اور ہمارے علاوہ دوسرے گنہگاروں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے یعنی اولادِ رسولؐ اور

دیگر امتِ رسولؐ کے گنہگاروں میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

امام علیہ السلام نے جواب میں یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

" لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (سورۃ النسآء آیت ۱۲۳)

" نہ تم لوگوں کی آرزو سے (کچھ کام چل سکتا ہے) نہ اہلِ کتاب کی تمنا سے (کچھ حاصل) جو بُرا کام کرے گا اُس کا بدلہ دیا جائے گا۔"

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

وضاحت:- صاحب تفسیرِ بیضاوی نے کہا ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری اور اہلِ کتاب کی آرزوؤں اور تمناؤں کے مطابق خداوندِ عالم نے ثواب دینے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ خدا تو ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد پر ثواب عطا فرماتا ہے یعنی مسلمان کو جس کا جیسا نیک عمل ہے اسے ویسا ہی ثواب ملے گا۔ ایمان کا انحصار دل کی آرزو پر نہیں ہے وہ تو دل میں داخل ہونے والی چیز ہے جس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ مسلمان اور اہلِ کتاب ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اہلِ کتاب کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی۔ لہٰذا ہم تم سے افضل ہیں اور مسلمانوں کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب سابقہ کتابوں کو منسوخ ٹھہراتی ہوئی آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیۂ مذکورہ میں مشرکین سے خطاب کیا گیا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس سے پہلے کی آیات میں انہی کا تذکرہ ہے تو درحقیقت ایسا نہیں کہ اگر ان لوگوں کے خیالات کے مطابق ہو بھی تو ہم ان سے بہتر ہیں۔ رہا اہلِ کتاب کی آرزوؤں کا معاملہ تو ان کا کہنا یہ ہے کہ جنت میں وہی جائے گا جو یہودی یا نصرانی ہو اور اگر ہمیں جہنم کی آگ کا مزا چکھنا پڑا تو صرف گنتی کے چند دنوں کے لیے ایسا ہوگا۔ لہٰذا یہی بات طے پا جاتی ہے کہ جو بھی عملِ بد کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جزا عمل پر منحصر ہے خواہ فوری طور پر ملے یا آخرت میں دی جائے۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ ایران)

(۲۶) ـــــ بلندئ درجات تقویٰ کی بنا پر ہوتی ہے

حسن بن جہم کہتے ہیں کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا اور اس وقت جناب امام علیہ السلام کے بھائی

زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی موجود تھے۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ زید! خدا سے ڈرتے رہو ہمیں جو کچھ خدا نے بلند درجات عطا فرمائے ہیں وہ خوفِ الٰہی اور تقویٰ کی بدولت ہیں جو شخص تقویٰ اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور نہ اس سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔

اے زید! خبردار! جو تم اس شخص کی مدد کرو جو ہمارے شیعوں میں سے کسی پر حملہ آور ہو، اگر ایسا کرو گے تو تمہارا نورِ ایمانی جاتا رہے گا۔ اے زید! لوگ ہمارے شیعوں کے مخالف اور اُن کے دشمن ہیں۔ انھوں نے شیعوں کی ہم سے محبت اور ہماری ولایت کے بارے میں اپنے اعتقاد کی وجہ سے ان کا خون حلال سمجھ رکھا ہے اور ان کا مال لے لینا جائز سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا اگر تم نے ان سے کوئی بُرائی کی تو گویا تم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اپنا حق خود پامال کر دیا۔

حسن بن جہم کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یا ابنِ جہم! جو دینِ الٰہی کا مخالف ہوگا تو میں اُس سے بری الذمہ ہوں خواہ وہ کسی قبیلے کا کیوں نہ ہو اور جو خدا سے دشمنی رکھتا ہے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، وہ کوئی شخص بھی ہو اور کسی قبیلے سے ہو۔

- میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! وہ کون شخص ہے جو خدا سے دشمنی رکھتا ہے؟
- امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کا دشمن وہ ہے جو اُس کی نافرمانی کرے اور وہ ایسا آدمی ہے جو خدا کا دشمن قرار پایا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

(۲۷) ـــــ قیامت میں حسب و نسب کام نہ آئے گا

ابراہیم بن محمد ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو خدا کے نافرمان شخص سے محبت کرے تو وہ خود نافرمان ہے اور جو شخص خدا کے مطیع و فرمانبردار سے محبت رکھے تو وہ خود فرمانبردار ہے، جو شخص ظالم کی مدد کرے اور کسی عدل و انصاف کرنے والے کی مدد کرنا چھوڑ دے تو وہ مایوس و نامراد ہے۔ خدا اور کسی شخص کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے البتہ خدا سے اُس شخص کو قربت حاصل ہو سکتی ہے جو اُس کی اطاعت بجا لاتا رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولادِ عبدالمطلب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ قیامت کے دن تم میرے پاس اپنے نسبوں اور حسبوں کو نہ لانا، ان سے کچھ کام نہ چلے گا، صرف اعمال کو لیکر آنا چاہیے۔ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے: " فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (سورۂ مومنون آیت ۱۰۱)

"پس جس وقت صور پھونکا جائے گا تو اُس دن نہ لوگوں میں قرابت داریاں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے پھر جن کی (نیکیوں) کے پلّے بھاری ہوں گے تو یہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے نیکیوں کے پلّے ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے آپ ہی اپنا نقصان کیا کہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔" (عیون الاخبار الرضاؑ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

۲۸ ــــ ایک کے دوسرے پر حقوق

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے ہم اہلِ بیتؑ کا حق دوسروں پر واجب ہوا، تو جو شخص آنحضرتؐ کی وجہ سے اپنا حق تو لے لیکن ویسا ہی اپنی طرف سے لوگوں کو نہ دے تو پھر ضروری نہیں کہ اسے اس کا حق دیا جائے۔ (نفس المصدر جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

وضاحت: مذکورہ حدیث سے یہ مقصود ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اس کے حقوق کو ملحوظ رکھیں تو اس پر بھی واجب ہے کہ وہ دوسروں کے واجب حقوق کی رعایت کرے اور اگر دوسروں کے اپنے اوپر عائد شدہ حقوق کا اسے لحاظ نہیں تو پھر دوسروں کے لیے بھی اس کے حقوق کی رعایت ضروری نہیں۔"

۲۹ ــــ متقی ہی خدا کے نزدیک باعظمت ہے

محمد بن موسیٰ بن نصر رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ خدا کی قسم روئے زمین پر نسبت کے اعتبار سے آپ سے افضل و بہتر کوئی شخص نہیں۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی نے انھیں یہ عزت بخشی ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے کہا کہ خدا کی قسم آپ تمام لوگوں سے فضیلت میں زیادہ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم نہ کھاؤ، مجھ سے بہتر وہ شخص ہے جو پرہیزگاری اور خوفِ الٰہی میں سب سے بڑھ کر ہے اور خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہے۔ بخدا، یہ آیۂ مبارکہ منسوخ نہیں ہوئی وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (سورۂ الحجرات آیت ۱۳)۔

"اور ہم نے تمھارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرے اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم میں بڑا عزت والا وہی ہے، جو بڑا پرہیزگار ہو۔" (عیون الاخبار الرضاؑ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

۳۰ ــــ حضرت علیؑ اور آپؑ کے گھرانے کو بُرا کہنے والے کا انجام

عبدالملک بن عمر راوی ہیں کہ میں نے اباذط کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور نہ اس گھرانے کی شان میں کوئی بیہودہ گوئی کرو تمھیں پتہ نہیں کہ ایک جبّار اور ہمارے حق میں ظالم شخص بلنجر سے کوفہ آیا اور یہ وہ وقت تھا کہ ہشام بن عبدالملک جناب زیدؑ بن امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرچکا تھا تو وہ شخص کہنے لگا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ (معاذ اللہ) اس فاسق فرزندِ فاسق کو خدا نے کس طرح قتل کرڈالا"؟

اباذط نے کہا کہ خداوندِ عالم نے اُس مغرور و سرکش کی دونوں آنکھوں میں پیپ سے بھرے ہوئے دو پھوڑے پیدا کردیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے اُس کی آنکھوں کی روشنی زائل کردی۔ لہٰذا ڈرتے رہو اور اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نیکی سے پیش آیا کرو۔ (امالی طوسی ص ۳۵ جس میں راوی کا نام اباذط کے بجائے ابارجا مذکور ہے)

۳۱ ــــ اگر کسی کے دو نفس ہوتے؟

عیص بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے نفسوں پر نگاہ رکھو اس لیے کہ تم ہی ان پر نظر رکھنے کے سب سے زیادہ حقدار ہو اگر تم میں سے کسی کے دو نفس ہوتے تو ایک جرم کرنے میں آگے بڑھتا اور اس سے تجربے حاصل ہوتے اور دوسرا

توبہ کرنے کی طرف متوجہ ہوتا لیکن نفس تو ایک ہی ہے جب وہی مُردہ ہو جائے تو خدا کی قسم توبہ بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی آنے والا تمہارے پاس آئے جو تمہیں ہماری رضا کی طرف دعوت دیتا ہو تو ہم تمہیں اس کا گواہ بنائیں گے کہ ہم راضی نہیں جو نفس ہماری آج اطاعت نہیں کرتا جبکہ وہ ایک ہی ہے تو وہ کیسے ہماری اطاعت کر سکتا ہے جبکہ طرح طرح کے جھنڈے اور نشانات لوگوں کے سامنے بلند ہوں گے (یعنی، نفس اسی وقت آلِ محمدؐ کی اطاعت کر سکتا ہے جبکہ وہ بھانت بھانت (طرح طرح) کے خیالات و رجحانات سے مبرّا ہو اور صرف ایک ہی راہ اختیار کرے جو خدا کا بتایا ہوا راستہ ہے اور حضرات اہلِ بیت علیہم السّلام کے ذریعے سے ہمیں معلوم ہو سکتا ہے۔)

(علل الشرائع صفحہ ۵۷۷، مطبوعہ نجف اشرف)

(۳۲) ــــ مجلسِ امامؑ میں خلوصِ نیّت کے ساتھ حاضری کا حکم

ابو سعید المکاری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھے تو جناب زید اور ان کے ساتھ خروج کرنے والوں کا ذکر آ گیا تو بعض شرکاءِ مجلس نے یہ چاہا کہ وہ جناب زید کے بارے میں اپنی زبان کھولیں اور ان کی گرفت کریں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ٹھہرو! تمہارے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ تم ہمارے معاملات میں دخل دو لیکن اگر ایسا کرو بھی تو نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کرو اور یاد رکھو کہ ہم میں سے جو بھی دنیا سے رحلت کرتا ہے تو روح کے نکلنے سے پہلے اُسے سعادت نصیب ہوتی ہے اگرچہ اونٹنی کے دوہنے کے درمیان کے وقفے اور لمحات میں ہی کیوں نہ ہو۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السّلام سے عرض کیا کہ حضور اونٹنی کے دوہنے کے درمیان کے وقفے سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ وہ تھوڑا سا وقفہ جو ناقے (اونٹنی) کو دوہنے والے کے ہاتھ سے تھنوں کو دبانے اور ہاتھ کھولنے کے درمیان ہو۔

(معانی الاخبار صفحہ ۳۹۲، مطبوعہ ایران)

(۳۳) ــــ دوست اور دشمن کے درمیان فاصلہ

حمزہ اور محمد دونوں نے اپنے والد حمران سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ تو حمران کا تر (دیوار کو برابر رکھنے والا معمار کا دھاگہ) ہے، پھر فرمایا کہ "اے حمران! تمہارے اور دنیا کے درمیان ایک عماراتی خط اور دھاگہ لگا دیا گیا ہے ("مطمر" لگا دیا گیا ہے)

وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السّلام سے عرض کیا کہ مولا! مطمر کیا چیز ہے؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس دھاگے یا آلۂ پیمائش کا نام "مطمر" ہے جو وہ دیوار وغیرہ کے بیول (برابر یا ہموار) کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو جو شخص اس معاملہ میں تمہارا مخالف ہو تو وہ بے دین اور زندیق ہے۔

حمران نے عرض کیا کہ وہ مخالف خواہ علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہاں، چاہے وہ شخص محمدیؐ علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

(معانی الاخبار صفحہ ۲۱۳)

• یہی روایت دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے مخالفوں کے درمیان ایک دھاگہ اور خط کھینچ دیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ دھاگہ کیا ہے؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جسے تم تُر کہتے ہو۔ تو جو بھی تمہارا مخالف ہو تم اُس سے بیزاری اختیار کرو، خواہ وہ مخالف علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

(معانی الاخبار صفحہ ۲۱۳)

"مطلب یہ ہے کہ تمہارے دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہے اسے سمجھنے اور دیکھنے کی کوشش کرو۔"

(۳۴) ــــ اہلِ بیت میں سے خروج کرنے والے کیوں قتل ہوئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک کہنے والے نے کہا کہ ہمیشہ یہی صورت

رہی ہے کہ جب بھی آپ حضرات اہلِ بیت علیہم السّلام میں سے کسی نے باطل کے خلاف خروج کیا، تو خود بھی قتل ہوا اور اُس کا ساتھ دینے والے بہت سے لوگ بھی قتل ہوئے۔

امام علیہ السّلام کچھ دیر تو خاموش رہے پھر فرمایا۔

"ان میں ایسے لوگ بھی رہے جو خود ہی اپنے دعوٰی میں جھوٹے تھے اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جنھیں ان کے دعوٰی میں جھٹلایا گیا اور ان کے عزّ و شرف اور عظمت و بزرگی سے انکار کیا گیا اور قتل کر دیے گئے۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۲۰۴)

۳۵ —— اہلِ بیت کے ہر فرد کا ایک دشمن ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ہی یہ بھی مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے اہلبیت میں سے اس کا کوئی دشمن نہ ہو۔

کسی نے کہا کہ کیا اولادِ حسن یہ نہیں جانتی کہ امامت کس کا حق ہے؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ اسے جانتے ہیں لیکن انھیں اس سے حسد روکتا ہے۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۲۰۴)

۳۶ —— وارثِ کتاب

ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیۂ مبارکہ کے بارے میں سوال کیا۔ " ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ (سورۂ فاطر آیت ۳۲)

" پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنھیں (اہل سمجھ کر) ہم نے منتخب کیا۔"

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمھارا کیا خیال ہے؟

میں نے عرض کیا کہ یہ آیت جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور ان کی ذرّیت سے مخصوص ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اولادِ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ وہ لوگ اس میں داخل نہیں اور نہ اس کا مصداق ہیں جنھوں نے تلواریں نکالیں اور عوام کو اپنی طرف گمراہی کی دعوت دی۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا تو پھر اس آیت کے مصداق کون ہیں؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ایک اپنی جان پر وہ ستم ڈھانے والا ہے جو لوگوں کو نہ گمراہی کی طرف بلائے اور نہ ہدایت کی طرف دعوت دے اور ایک ہم اہلِ بیت میں سے نیکی اور بدی کے درمیان والا ہے جو حق امام کو پہچانتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو نیکیوں میں سبقت لے گیا ہے اور وہ امام ہے۔ (الاحتجاج صفحہ ۲۰۴)

۳۷ —— جناب زید اور مومنِ طاق کی گفتگو

علی بن حکیم نے ابان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ مجھے ابوجعفر محمد بن نعمان نے جن کا لقب مومنِ طاق تھا یہ بتایا کہ ایک دفعہ جناب زید بن امام علیؑ بن الحسینؑ نے جب کہ وہ روپوش تھے مجھے بُلا بھیجا۔ تو میں اُن کے پاس پہونچا۔

اُنھوں نے کہا کہ اے ابوجعفر! اگر ہم میں سے کوئی شخص تمھارے پاس آکر کہے کہ اس کے ساتھ خروج پر تیار ہو جاؤ تو تمھاری کیا رائے ہوگی؟

وہ کہتے ہیں کہ میں نے انھیں جواب دیا کہ اگر آپ کے والدِ بزرگوار اور برادرِ نامدار ہوتے تو میں اُن کے ساتھ خروج کرتا۔

جناب زیدؑ کہنے لگے، میرا ارادہ ہے کہ میں اس قوم پر خروج کر کے جہاد کروں تم بھی میرے ساتھ خروج کرو۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، میں ایسا نہیں کر سکتا۔

جناب زیدؑ نے کہا کہ کیا تم اپنی جان و دل سے مجھ سے بے رغبتی کر رہے ہو اور انھیں مجھ پر ترجیح دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے۔ اگر آپ کے ساتھ زمین پر خدا کی کوئی اور حجّت ہے تو آپ سے روگردانی کرنے والا نجات پائے گا اور آپ کے ساتھ خروج کرنے والا ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اور اگر آپ کے ساتھ خدا کی کوئی حجّت نہیں ہے تو آپ سے منہ موڑنے والا اور آپ کے ساتھ خروج کرنے والا برابر ہے۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ پھر میں نے جناب زیدؑ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، یہ تو فرمائیے کہ آپ افضل ہیں یا انبیاء علیہم السّلام؟

جناب زیدؑ نے فرمایا کہ انبیاءؑ مجھ سے کہیں افضل و اعلٰی ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند جناب یوسفؑ سے ارشاد فرمایا تھا " لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۝ (سورۂ یوسف آیت ۵) " اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ مکاری کی کوئی تدبیر کرنے لگیں گے۔"

چنانچہ جس طرح انھوں نے وہ خواب اپنے بھائیوں کے آگے نہ دہرایا تاکہ وہ مکاری نہ کرسکیں اور اسے ان سے خفیہ رکھا، اسی طرح آپ کے پدرِ بزرگوار نے بھی آپ سے چھپایا اس لیے کہ وہ آپ کے بارے میں احتیاط سے کام لے رہے تھے۔

جنابِ زیدؓ نے فرمایا، یہ تو تم کہہ رہے ہو، مجھ سے تو تمھارے صاحب نے مدینہ ہی میں کہا تھا کہ میں قتل کیا جاؤں گا اور کناسہ میں صولی پر لٹکایا جاؤں گا اور اُن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں میرے قتل اور صولی پلنے کے بارے میں تحریر تھا۔

چنانچہ میں نے حج کے موقع پر جناب زید کی اور اپنی گفتگو کو حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے بیان کیا۔

(امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے عمِ محترم نے صحیفہ، قتل اور صولی کے بارے میں جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے کیونکہ پیش گوئی ہے جو ہمارے جدِ نامدار سے ہم تک پہونچی ہے۔)

(۳۸) — بہترینِ مخلوق کون ہے؟

ابو معمر سے مروی ہے کہ کثیر النوا آئے تو انھوں نے جناب زید بن امام علیؑ بن الحسینؑ کی بیعت کرلی اور جب لوٹ کر گئے تو انھوں نے بیعت کو توڑ دیا اور جناب زید نے بھی اس بات سے درگزر کی۔ پھر کثیر النوا نے یہ دو اشعار پڑھے:

للحرب اقوام لها خُلقوا ؎ وللتجارة والسلطان اقوام

جنگ کرنے والے لوگ ہوا کرتے ہیں جو اسی لیے پیدا ہوتے ہیں اور تجارت و حکومت کرنے کے لیے بھی کچھ جماعتیں ہوا کرتی ہیں۔

خیرُ البریّة من امسی تجارتہ ؎ تقوی الالہ وضربٌ یختلی الھام

مخلوق میں بہتر وہ شخص ہے کہ جس کی تجارت خدا سے تقویٰ و پرہیزگاری اور اس مار اور ضرب لگانے پر ہو جس سے مخالف کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔

(الاختصاص صفحہ ۱۲۷)

(۳۹) — پوتا زید کا نگہبان دادا قاتلِ حسینؑ

احمد بن عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے منقول ہے کہ میں نے ابونعیم فضل بن دکین سے کہا کہ کیا زہیر بن معاویہ جہاد میں جناب زیدؓ بن امام زین العابدین علیہ السلام کے احاطہ کے نگہبان تھے؟

انھوں نے کہا کہ ہاں، ایسا ہی تھا، لیکن اس میں ایک بُرائی یہ ہوئی کہ زہیر بن معاویہ کا دادا رحیل اُن لوگوں میں شامل تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل تھے۔

(نفس المصدر صفحہ ۱۲۸)

(۴۰) — اولادِ رسولؐ کی جزا و سزا دوہری ہے

بزنطی کہتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے آپ کے بعض اہلِ بیت کا ذکر آگیا تو میں نے امامؑ سے عرض کیا کہ کیا آپ کے اہلِ بیت میں حق کا منکر اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں میں خدا کا نافرمان برابر ہیں اور ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں یعنی آلِ رسولؐ کے لوگ اور غیر آلِ رسولؐ کے گنہگار باعتبار گناہ ایک ہی صورت میں رہیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے نیکی کرنے والے کے لیے جزا دوگنی ہے اور ہم میں سے خدا کے نافرمان اور گنہگاروں کے گناہ بھی دوگنے ٹھہرتے ہیں۔ (قرب الاسناد صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ نجف اشرف)

(۴۱) — فضائلِ مسجدِ سہلہ

عمار ابی یقظان سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام کے پاس لوگوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی جن میں ابان بن نعمان نامی ایک شخص بھی تھے تو امام علیہ السلام نے سب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم میں سے کسی کو میرے چچا زید کے بارے میں کچھ علم ہے؟

ابان بن نعمان نے عرض کیا کہ خدا آپ کو سلامت رکھے مجھے ان کے بارے میں علم ہے۔

ابان بن نعمان نے کہا کہ ہم ایک رات اُن کے ساتھ رہے تو انھوں نے فرمایا کہ کیا تم مسجد سہلہ چل سکتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ اور بالآخر ہم ان کے ساتھ مسجد سہلہ کی طرف چل دیے۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد سہلہ وہ جگہ ہے جو جناب ابراہیمؑ کا گھر تھا اور جہاں سے آپ نے عمالقہ پر خروج کیا تھا۔ اور جہاں حضرت ادریس علیہ السلام کا مکان تھا جس میں بیٹھ کر آپ خیاطی کرتے تھے اور اس میں وہ سبز چٹان بھی تھی جس میں حضرات انبیاءؑ کی تصویریں تھیں اور یہی وہ جگہ ہے جس میں دنیا میں گھومنے پھرنے والے حضرت خضرؑ کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا، کاش خروج کے موقع پر میرے چچا یہاں آکر اس مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کی پناہ لیتے تو خداوندِ عالم انھیں بیس سال پناہ دیتا۔ جو شخص پریشانی حالی میں یہاں آکر اس مسجد میں مابین عشائین نماز پڑھے اور خدا سے دعا کرے تو خداوندِ عالم اس سے رنج و غم کو دور فرما دیتا ہے۔

(۴۲) ظالموں کا زوال

محمد حلبی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ابی سفیانؑ کی اولاد نے حضرت سید الشہداء امام حسین سلام اللہ علیہ کو قتل کیا تو خداوندِ عالم نے ان سے حکومت چھین لی اور ہشام نے جناب زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کو قتل کیا تو خدا نے اس سے سلطنت چھینی اور ولید نے جناب یحییٰ بن جناب زید کو قتل کیا تو اللہ نے اس کا تختِ حکومت بھی تباہ و برباد کر دیا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔

(ثواب الاعمال و عقابہا صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ بغداد)

(۴۳) والدین کا نافرمان اور قاطعِ رحم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کنیز سالمہ سے مروی ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں وہاں موجود تھی اور آپ اس وقت غش کی حالت میں تھے۔ جب افاقہ ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حسن بن علی بن علی بن الحسین علیہما السلام کو ستر دینار دے دیے جائیں
اور امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ فلاں بن فلاں کو اتنی اتنی رقم دے دی جائے۔
میں نے عرض کیا کہ کیا آپ اُس شخص کو عطیہ سے نواز رہے ہیں جس نے آپ پر نیزہ

اٹھایا تاکہ وہ آپ کو قتل کر دے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ چاہتی ہو کہ میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جن کے بارے میں خداوندِ عالم کا یہ ارشاد ہے " وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ (سورۃ الرعد آیت ۲۱)

" یہ وہ لوگ ہیں کہ جن سے (تعلقات) کے قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے، انھیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) بُری طرح حساب لیے جانے سے خوف کھاتے ہیں۔"

اے سالمہ! خدا نے جنت کو پیدا کیا اور اسے اور اس کی خوشبو کو طیب و طاہر اور عمدہ بنایا جو دو ہزار سال کی دوری اور مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے لیکن ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحم کرنے والا جنت کی خوشبو کو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ (غیبۃ الشیخ الطوسی ص۱۲۸)

(۴۴) جنت کی حور سے امامؑ کا نکاح

ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ میں ہر سال حج کے موقع پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ایک سال عادت کے مطابق حاضرِ خدمت ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے دونوں زانوؤں پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک اور بچہ آتا ہوا دکھائی دیا جو دروازے کی چوکھٹ پر گر پڑا اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی امام علیہ السلام اس کی طرف تیزی سے دوڑے اور اس کا خون اپنے کپڑے سے صاف کرنے لگے اور فرمایا، بیٹے! میں تمھیں اس سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم کناسہ میں سولی پر لٹکائے جاؤ۔

ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کناسہ کونسا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوفے کا کناسہ ہے۔

میں نے پھر عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، کیا ایسا ہی ہوگا کہ انھیں سولی دی جائے گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اگر تم میرے بعد زندہ رہے تو تم اس لڑکے کو دیکھ لوگے کہ یہ کوفے کے مضافات میں قتل ہوگا، قبر میں دفن کیا جائے گا پھر قبر کھود کر اس کی لاش کو نکالا جائے

گا' اور لباس اُتار کر اسے زمین پر گھسیٹا جائے گا اور کناسہ میں اس کی لاش صولی پر لٹکا دی جائے گی پھر صولی سے اتار کر وہ لاش جلا دی جائے گی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، پھر وہ جلی ہوئی راکھ ہوا میں اُڑا کر منتشر کر دی جائے گی۔

- یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان، اس بچے کا نام کیا ہے ؟
- امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند زیدؑ ہے۔
- اس کے بعد امام علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ

میں تمھیں اپنے اس فرزند کے بارے میں ایک واقعہ سناتا ہوں وہ یہ کہ ایک رات میں رکوع و سجود کی حالت تھا تو مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے دیکھا کہ گویا میں جنّت میں ہوں اور جناب رسولِ خداؐ، امیرالمومنین، جناب فاطمہ زہرؑا، امام حسن و امام حسینؑ علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے میرا حورانِ جنّت میں سے ایک حور کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو ایک ہاتفِ غیبی کی آواز سنی جو یہ کہتا ہے کہ زید آپ کو مبارک ہوں' زید آپ کو مبارک ہوں' زید آپ کو مبارک ہوں۔ اس کے بعد غنودگی دور ہوئی۔

جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو دروازے پر دستک ہوئی اور مجھے بتایا گیا کہ کوئی شخص دروازے پر آیا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

یہ سن کر میں باہر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے کہ جس کے ساتھ ایک لڑکی ہے جس کا تمام جسم کپڑوں میں چھپا ہوا ہے اور دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے اُس کے آنے کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہی علی ابن الحسینؑ (علیہ السلام) ہوں۔

اُس شخص نے کہا کہ میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا قاصد ہوں، اُنھوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ عرض کیا ہے کہ میں نے اس کنیز کو چھ سو دینار میں خریدا ہے اور یہ چھ سو دینار بھی بھیجے ہیں تاکہ اُن سے آپ اپنی ضروریات کو پورا کریں۔ اس کے ساتھ ہی اُس شخص نے اُن کا ایک خط بھی دیا۔ میں قاصد اور اُس لڑکی کو اندر بلا لیا اور مختار کے خط کا جواب لکھ کر قاصد کے حوالے کیا اور اس قاصد سے مزید گفتگو کی، لڑکی سے اس کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام حوراء بتایا۔ وقت گزرا۔ شب آئی، میں نے اس لڑکی کے ساتھ شب گزاری، جو حاملہ ہو گئی، جب بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس بچے کا نام زید رکھا، جو یہی بچہ ہے اور جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا ہے تم اسے خود بھی دیکھ لو گے۔

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا کہ میں نے کوفہ

کے اندر جناب زیدؑ کو معاویہ بن اسحاق کے گھر میں دیکھا تو میں اُن کے پاس گیا اور سلام بجا لایا اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، آپ اس شہر میں کیوں تشریف لائے ہیں ؟

آپ نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم کرنا اور بدی سے روکنے) کے لیے آیا ہوں۔

چنانچہ میں ان کے پاس آتا جاتا رہا۔ ایک دفعہ پندرہ ۱۵ ماہِ شعبان کی رات تھی کہ جناب زیدؑ کے پاس پہونچا، میں نے انھیں سلام کیا اس وقت وہ بارق اور بنی ہلال کے قبیلوں میں منتقل ہو رہے تھے جب میں اُن کے پاس جا کر بیٹھا تو فرمانے لگے۔

اے ابو حمزہ ! کیا تم تیار ہو کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر کی زیارت کو ہمارے ساتھ چلو۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔

چنانچہ ہم چل پڑے اور کچھ باتیں شروع کر دیں یہاں تک کہ وہ کہنے لگے کہ اب ہم سفید روشنیوں کے پاس آ گئے اور یہی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا مزار ہے۔ پھر زیارتِ قبر کے بعد ہم واپس ہو گئے۔

بہر حال جو ہونا تھا وہ ہوا اور خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جناب زیدؑ قتل ہوئے دفن کر دیے گئے، پھر ان کی لاش قبر سے نکالی گئی اُس سے لباس اُتارا گیا اور اسے گھسیٹا گیا، پھر صولی پر لٹکایا گیا، یہاں تک کہ لاش کو جلا کر ہڈیوں کو ہاون دستوں میں کوٹا گیا اور کوفے کے نشیبی حصے میں کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (فرحۃ الغری ص۱۵۱)

(۴۵) اہل بیت کے معاملہ میں دخل دینے کی اجازت نہیں

ولید بن صبیح سے مروی ہے کہ ایک رات ہم چند آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص دروازے پر آیا۔ امامؑ نے کنیز سے کہا' ذرا جا کر دیکھو کون آیا ہے ؟

وہ گئی اور پھر اندر آ کر کہنے لگی کہ آپ کے چچا عبداللہ بن علیؑ بن الحسینؑ آئے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انھیں آنے دو اور ہم سے فرمایا کہ تم لوگ گھر کے اندر چلے جاؤ۔

ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم حجرے میں چلے گئے۔ ہم نے وہاں یہ محسوس کیا کہ اس حجرے میں کوئی خاتون بھی موجود ہیں لہٰذا ہم بڑے محتاط ہو کر بیٹھ گئے۔

جب امام علیہ السلام کے چچا عبداللہ اندر آگئے اور امام علیہ السلام سے کچھ گفتگو شروع کی تو ہم نے یہ محسوس کیا کہ وہ آپؑ کو نازیبا کلمات کہہ رہے ہیں اور پھر فوراً ہی واپس چلے گئے۔ اور امام علیہ السلام نے ہمیں بلا کر دوبارہ وہیں سے گفتگو شروع کر دی جہاں سے منقطع ہوئی تھی۔

ہم میں سے کسی نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے چچا آپ کے پاس آئے تھے جن کے بارے میں ہم یہ خیال بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی اس طرح آئے گا اور بات کرے گا یہاں تک کہ ہم میں سے بعض کا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ باہر نکل کر ان پر لوٹ پڑیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے نجی معاملات میں تمھیں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، امام علیہ السلام نے کنیز کو بھیجا؛ وہ گئی اور فوراً واپس آکر کہنے لگی کہ وہی آپ کے چچا عبداللہ بن علی بن الحسینؑ آئے ہیں امام علیہ السلام نے ہمیں پھر اسی حجرے میں جانے کا اشارہ فرمایا۔ جب وہ اندر آئے تو روتے پیٹتے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے کہ اے بھتیجے میری خطا معاف کر دو خداوندِ عالم تمھیں بخشے اور مجھ سے درگزر کرو خداوندِ عالم تم سے درگزر فرمائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے چچا! خدا آپ کو بخشے یہ تو بتائیے کہ آپ پر کیا گزری کہ آپ کو ندامت ہو رہی ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ جب میں سونے کے لیے بستر پر گیا تو میرے پاس کالے رنگ کے دو آدمی آئے اور اُنھوں نے مجھے مضبوطی سے جکڑ لیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسے دوزخ کی طرف لے چلو۔ چنانچہ وہ مجھے لے چلا تو راستہ میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے تو میں نے اُن سے عرض کیا کہ مجھے ان سے چھڑا دیجیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے انھیں حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو۔ انھوں نے مجھے جب سے چھوڑا ہے میرا تمام جسم رسّی سے باندھے جانے کی وجہ سے ابتک درد محسوس کر رہا ہے۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے چچا جان! اب آپ کو جو وصیت کرنی ہو کر لیں۔

انھوں نے کہا، کہ میں کس چیز کے بارے میں وصیت کروں میرے پاس تو مال

بھی نہیں عیال زیادہ ہیں اور مقروض بھی ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور آپ کے عیال میرے عیال میں شامل ہیں آپ کو جو وصیت کرنی ہو مجھ سے کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم مدینہ ہی میں تھے کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے عیال کو اپنے عیال میں شامل کر لیا اور خود اُن کا قرض ادا کیا اور اپنے فرزند کی اُن کی بیٹی سے شادی کر دی۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۳۲)

(۴۶) ظالم مقتصد اور سابق بالخیرات

حسن بن راشد سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں جناب زیدؑ کا ذکر بُرائی سے کیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا' ایسا نہ کرو۔ خدا میرے چچا پر رحم فرمائے وہ ایک بار میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں ظلم اور خدا کی نافرمانی کے خلاف خروج کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کام میں تمھارے قتل کیے جانے اور کوفے کے باہر سولی پر لٹکا دیے جانے کا خوف ہے۔ "کیا تم اس کو پسند کرو گے؟"

"اُنھوں نے کہا کہ بیشک میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ کے لیے کروں گا' اس لیے مجھے جو کچھ تکالیف پہونچیں گی برداشت کروں گا۔"

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا' اے حسن! حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت فرمائی۔ لہٰذا خدا نے ان کی اولاد پر آتشِ دوزخ کو حرام کر دیا اور آپ ہی کی اولاد و ذریت کے بارے میں یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی "ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ" (سورہ فاطر آیت ۳۲)

" پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنھیں ہم نے منتخب کیا، کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو (نافرمانی کر کے) اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (نیکی اور بدی کے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ خدا کے اختیار سے نیکیوں میں (اوروں سے) گوئے سبقت لے گئے ہیں۔"

چنانچہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنے امامؑ کی معرفت نہ رکھتا ہو

اور مقتصد وہ ہے جو حقِ امام کو پہچانتا ہے اور سابق بالخیرات سے خود امام مراد ہیں۔
پھر فرمایا اے حسن! ہم اہلِ بیت میں سے کوئی اس وقت تک دنیا سے نہیں جاتا جب تک وہ صاحب فضیلت یعنی امام و پیشوا کی فضیلت کا اقرار نہ کرلے۔
(الخرائج والجرائح صفحہ ۱۹۷)

(۴۷) ـــــ اپنے بھائیوں میں جناب زید کا مقام

ارشاد میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد اپنے بھائیوں میں افضل و بہتر تھے اور بڑے عابد نیک فقیہ، سخی اور بہادر انسان تھے اور انھوں نے تلوار نکالی اور جہاد کیا تو اس لیے کہ وہ نیکی کا حکم کرتے تھے اور برائی سے روکتے تھے اور خون حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

(۴۸) ـــــ جناب زید اہلِ مدینہ کی نظر میں

ابوالجارود زیاد بن منذر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ گیا اور وہاں پہونچ کر میں نے جناب زید بن علی علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کے خیالات معلوم کیے۔ چنانچہ جس سے بھی میں نے پوچھا سب نے یہی کہا وہ حلیف القرآن تھے۔
ہشیم کہتے ہیں کہ میں نے خالد بن صفوان سے ان کے بارے میں پوچھا تو وہ جناب زید کے بارے میں کچھ باتیں ہمیں بتانے لگے۔
میں نے خالد سے پوچھا کہ تمھاری اُن سے ملاقات کہاں ہوئی۔
خالد نے جواب دیا کہ میں بغداد کے محلہ رصافہ میں ان سے ملا تھا۔
میں نے کہا کہ وہ کیسے انسان تھے۔؟
خالد نے کہا کہ مجھے تو یہ پتہ چلا ہے کہ وہ خوفِ الٰہی میں رونے والے انسان تھے کہ اُن کے رخسار اور خط کی جگہیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔

(۴۹) ـــــ جناب زید اور ہشام کی گفتگو

بہت سے شیعہ اُن کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں جس کا سبب یہی ہے کہ

جناب زید نے حق کے لیے خروج کیا تھا۔ وہ اپنے اس جہاد سے لوگوں کو اہلِ بیتِ رسولؐ کی رضا کی طرف بلاتے تھے جس سے لوگوں کو اس کا خیال ہوا کہ وہ اپنی امامت کی دعوت دے رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہ تھا کہ وہ اپنی امامت کی دعوت دیتے ہوں۔ انھیں تو اس کا پہلے ہی سے اچھی طرح علم تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام امام ہیں اور اپنے بعد کے زمانہ کے لیے امامؑ نے اپنے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کے حق میں وصیت فرمائی تھی۔
جناب ابوالحسین زید بن علیؑ بن الحسینؑ کے باطل کے مقابلہ میں خروج کے اسباب کو ہم بتا چکے ہیں کہ ان کا مقصد امام حسین علیہ السلام ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خونِ ناحق کا انتقام لینا تھا اور دنیا کو بتانا تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی اسلام کی اصل تعلیم ہے جس سے دنیا نے منہ موڑ لیا ہے۔
چنانچہ جب آپ ہشام بن عبدالملک کے سامنے آئے تو ہشام نے اہلِ شام کو جمع کر رکھا تھا اور حکم یہ تھا کہ مجلس میں اس کثرت سے لوگ اکٹھے ہوں کہ کسی کو جناب زید تک پہونچنے کی قدرت نہ ہو۔
جناب زید نے ہشام سے کہا کہ بندگانِ خدا میں کوئی ایسا نہیں جو اس سے بالاتر ہو کہ اس کو خدا سے ڈرنے کی ہدایت نہ کی جائے اور بندوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس قابل نہ ہو کہ اس کو خوفِ الٰہی کی ہدایت نہ کی جائے۔
اے امیر! میں تجھے تقویٰ کی ہدایت کرتا ہوں کہ تو اللہ سے ڈر۔
ہشام کہنے لگا کہ کیا آپ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں اور اس کے اُمیدوار ہیں؟ مگر یہ آپ کو نہیں مل سکتی، آپ کنیز زادے ہیں۔
جناب زید نے جواب دیا کہ میں خدا کے مبعوث کیے ہوئے نبی سے زیادہ کسی شخص کو افضل اور اعلیٰ نہیں سمجھتا جو خود کنیز کے بطن سے تھے۔ اور اگر کنیز زادہ ہونے والی بات اُن کو اُن کے بلند درجے سے پستی میں لانے والی ہوتی تو وہ نبی کی حیثیت میں مبعوث نہ ہوتے اور ایسی ذات جناب اسمٰعیل فرزندِ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی ہے اب تو ہی بتا کہ نبوت کا درجہ بلند ہے یا خلافت کا۔؟ پھر اس ہستی کو کیسے پست قرار دیا جا سکتا ہے کہ جس کے جدِ بزرگوار رسولؐ اللہ اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔
یہ سنتے ہی ہشام اپنی مجلس سے اُٹھ گیا اور اس نے اپنے منتظم اور داروغہ کو بلا کر کہا کہ یہ میرے لشکر میں ایک رات بھی نہ گزارنے پائیں۔
چنانچہ جناب زید یہ کہتے ہوئے نکلے کہ جس قوم نے تلوار کی سختی اور گرمی کو پسند نہیں

کیا وہ ذلیل اور رسوا ہوئی۔

جب جناب زید کوفہ پہونچے تو تمام اہلِ کوفہ نے آپ پر اجماع کرلیا اور سب نے آپ سے جہاد کرنے پر بیعت کرلی اور پھر بیعت کو توڑ دیا اور انھیں اکیلا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جناب زید قتل ہوئے اور چار سال ان کی لاش ان کے درمیان صولی پر لٹکی رہی اور ان میں سے کسی نے اس عمل کو برا نہ سمجھا اور ہاتھ اور زبان سے ان کی مدد کو تیار نہ ہوئے۔

جب جناب زید شہید ہوگئے۔ تو امام جعفر صادق علیہ السلام پر ان کے قتل کا بہت زیادہ اثر ہوا اور بڑا صدمہ پہونچا اور اس غم کے اثرات آپ سے نمایاں ہوئے اور امام علیہ السلام نے ان کے مددگاروں کے عیال تک ایک ہزار دینار تقسیم فرمائے ابوخالد واسطی راوی ہیں کہ چنانچہ فضیل رسان کے بھائی عبداللہ بن زبیر کے عیال کو چار دینار دیے گئے۔

جناب زید کی شہادت پیر کے دن ماہِ صفر ۱۲۰ سنہ ھ کی اٹھائیس تاریخ ہوئی اور شہادت کے وقت آپ کی عمر بیالیس کی تھی۔ (ارشاد المفیدؒ صفہ ۲۸۶)

۵۰ خلافت کیلئے بنی ہاشم کا اجتماع

اعلام الوریٰ اور ارشاد جناب مفیدؒ

میں مذکور ہے کہ ابوالفرج علی بن حسین بن محمد اصفہانی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب مقاتل الطالبین میں یہ روایت ملی ہے جسے عمر بن عبداللہ نے روایت کیا، اور جس کی ابوزید نے متعدد راویوں کے سلسلے سے ابن اعین سے روایت کی اور جنھوں نے محمد بن ابی الکرام جعفری کے والد سے روایت کیا جو چند دوسرے راویوں کے سلسلہ کے ساتھ عمر بن علی کے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام ابوا پر جمع ہوئی جو مدینہ سے تیئیس ۲۳ میل پر واقع ہے جن میں ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ابوجعفر منصور صالح بن علی عبداللہ بن حسن اور ان کے فرزند محمد و ابراہیم نیز محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان شامل تھے۔

چنانچہ صالح بن علی نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم وہ لوگ ہو کہ جن کی طرف لوگوں کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں اور خدا کی طرف سے یہ موقع ملا ہے کہ تم سب یہاں جمع ہوا لہٰذا ضروری ہے کہ ہم سب ایک شخص کی بیعت کرلیں جسے تم خود منتخب کرو اور پھر اس کی بیعت پر جمے رہو یہاں تک کہ خداوندِ عالم کشائش عطا فرمائے اور وہی بہتر کامیابی عطا کرنے والا ہے

عبداللہ بن حسن نے حمد و ثناءِ الٰہی کے بعد کہا کہ آپ لوگ جانتے ہی ہیں کہ یہ میرا فرزند مہدی موجود ہے لہٰذا آئیے ہم سب مل کر اس کی بیعت کریں۔

اس کے بعد ابوجعفر منصور نے سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اپنے آپ کو فریب میں کیوں مبتلا کرتے ہو، خدا کی قسم تم تو جانتے ہو کہ لوگ اس جوان سے زیادہ کسی دوسرے کی طرف مائل نہیں ہیں اور نہ کسی دوسرے کی بات مانیں گے۔ جس سے ابوجعفر کی مراد محمد بن عبداللہ تھے۔

چنانچہ لوگ بول اُٹھے کہ واقعی تم سچ کہتے ہو۔ یہ وہی ہیں جنھیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں"۔ آخرکار سب نے محمد کی بیعت کرلی اور ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

عیسیٰ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن کا قاصد میرے والد کے پاس آیا، جس نے کہا کہ آپ کو عبداللہ بن حسن نے کسی خاص کام سے بلایا ہے اور یہی پیغام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بھی بھیجا۔

عیسیٰ کے علاوہ ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ عبداللہ بن حسن نے حاضرین سے خطاب کیا کہ جعفر بن محمد (باقر) کو نہ بلاؤ ہمیں ڈر ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارا سارا معاملہ خراب ہوجائے۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وہاں روانہ کیا تاکہ یہ دیکھوں کہ سب وہاں کس لیے جمع ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ محمد بن عبداللہ کجاوہ کی دوہری چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز ادا کرچکے تو میں نے اُن سے کہا کہ مجھے میرے والد نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے یہ پوچھوں کہ یہاں آپ کیوں جمع ہوئے ہیں؟

عبداللہ نے جواب دیا کہ ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ محمد بن عبداللہ مہدی کی بیعت کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لے آئے تو عبداللہ بن حسن نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور جناب امام علیہ السلام نے بھی یہی دریافت فرمایا کہ آپ حضرات کس مقصد کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں؟

آپ کو بھی وہی جواب ملا کہ ہم محمد بن عبداللہ کی بیعت کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کام نہ کریں اس لیے کہ یہ مقصد ناتمام رہے گا۔ اور اے عبداللہ! تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہارا یہ فرزند مہدی ہے ابھی تو مہدی کا وقت

بہت دور ہے۔ اور اگر تم صرف یہ چاہتے ہو کہ تم اسے دینِ الٰہی کی حفاظت میں خروج پر آمادہ کرو اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمّہ داری پوری کرے تو خدا کی قسم ہم تمھارا ساتھ نہ چھوڑیں گے تم تو ہمارے بزرگ ہو اور ہم اس معاملہ میں تمھارے بیٹے کو تسلیم کرنے کے لیے تیار رہوں گے۔

یہ سُن کر عبداللہ بن حسن غصّہ میں آگئے اور کہنے لگے کہ میں تو جانتا تھا کہ آپ ہماری مخالفت کریں گے خدا نے آپ کو غیب کی خبر تو نہیں دی اور یہ تو آپ میرے بیٹے سے صرف حسد کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے اور اسی کے ساتھ امام علیہ السّلام نے ابوالعباس اور پھر عبداللہ بن حسن کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ یہ منصب نہ تمھیں ملے گا اور نہ تمھارے دونوں بیٹوں میں سے کسی کو نصیب ہوگا۔ یہ تو کسی اور ہی کے لیے مخصوص ہے اور تمھارے دونوں فرزند قتل ہوں گے۔

پھر امام علیہ السّلام اُٹھے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کے سہارے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے اس زرد چادر والے ابوجعفر کو دیکھا ہے ؟

عبدالعزیز بن عمران نے عرض کیا جی ہاں، دیکھ لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ بخدا، میں جانتا ہوں کہ یہی اسے قتل کرے گا۔

عبداللہ بولے کہ کیا یہ محمدؐ کو قتل کرے گا۔

"امام علیہ السّلام نے فرمایا" میں نے اپنے دل میں کہا کہ ربِّ کعبہ کی قسم یہ اِس سے کتنا حسد رکھتے ہیں۔

پھر امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ تم اُس وقت تک دنیا سے نہ جاؤ گے جب تک یہ نہ دیکھ لو گے کہ ابوجعفر نے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السّلام نے یہ بات بتا دی اور لوگ جانے لگے تو عبدالصمد اور ابوجعفر آپ کے پیچھے چلے اور کہنے لگے کہ اے ابوعبداللہؑ! کیا واقعی ایسا ہی ہوگا ؟

آپؑ نے فرمایا، واللہ! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بربنائے "علم لدنّی" ہی کہا ہے! یقیناً ایسا ہوگا۔

ابوالفرج کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن عباس مقانعی نے بکار بن احمد اور

انھوں نے حسن بن حسین کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ عنبسہ بن نجاد عابد نے ان سے کہا کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تھے تو اُنؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کیا کہیں گے اور یہ قتل کیے جائیں گے اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے صحیفہ میں ان کا نام اس امت کے خلفاء میں شامل نہیں ہے۔ (مقاتل الطالبین از صفحہ ۲۰۵ تا صفحہ ۲۰۸ الارشاد صفحہ ۲۹۴)

(۵۱) ایک زیدی کا شیخ مفیدؒ سے سوال

ایک زیدی نے جناب شیخ مفیدؒ سے سوال کیا "اور وہ فتنہ برپا کرنا چاہتا تھا" اُس نے کہا کہ کیا سبب ہوا کہ آپ جناب زید کی امامت کے منکر ہوئے ؟

شیخ مفیدؒ نے جواب دیا، کہ میرے حق میں تمھارا یہ گمان درست نہیں اور جناب زید کے بارے میں کوئی زیدی میرے خیالات کا مخالف نہیں۔

زیدی نے پوچھا کہ اُن کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے۔

شیخ مفیدؒ نے فرمایا کہ میں جناب زید کی امامت کے بارے میں انہی باتوں کا اقرار کرتا ہوں جو زیدی حضرات سمجھتے ہیں اور ان باتوں سے انکار کرتا ہوں جن سے وہ انکار کرتے ہیں۔ میں اس کا قائل ہوں کہ وہ علم و زہد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے امام تھے اور میں اُن سے اُس امامت کی نفی کرتا ہوں جو اس کے اہل کے لیے گناہوں سے محفوظ و معصوم اور خدا کی طرف سے منصوص اور معجز نما ہونے کو لازم اور ضروری قرار دیتی ہے اور یہی وہ امور ہیں جن سے کسی شخص کو انکار نہیں اور ان میں مجھ سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔

(المناقب جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

(۵۲) امام کو قبل از وقت کسی کام کے انجام دینے کی اجازت نہیں

موسیٰ بن بکر نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت آپ کے پاس اہلِ کوفہ کے کچھ خطوط تھے جن میں اُنھوں نے جناب زید

کو اپنے پاس آنے کی دعوت اور آپ کو اپنے اتفاق و اتحاد کی خبر دی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ جناب زید اُن کی طرف چلے آئیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب زید سے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ہی رکھا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جس کی واضح مثالیں پیش کر دیں اور اس کے طریقے بتا دیے ہیں اور اس نے امام کو جو اس کے امر کا عالم ہے ان چیزوں میں جن کی بجا آوری فرض و لازم قرار دی ہے کسی شک و شبہ میں نہیں رکھا کہ امام اس کے موقع اور محل سے پہلے کسی کام کو کر گزرے یا اس کے وقوع سے پہلے اس کے بجالانے کی کوشش کرنے لگے جیسا کہ خداوندِ عالم نے شکار کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ "

(سورۃ المائدۃ آیت ۹۵) "اے ایمان والو! جب تم حالتِ احرام میں ہو تو شکار نہ کرو" تو کیا شکار کے جانور کا مار ڈالنا بڑی بات ہے یا محترم جان کو قتل کرنا

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کام کا محل و موقع قرار دیا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

" وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا " (سورۃ المائدۃ آیت ۲) " اور جب تم احرام سے مُحِل ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔" پھر ارشاد ہوا " وَلَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ (سورۃ المائدۃ آیت ۲) " خدا کی نشانیوں کی بے توقیری نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینہ کی " چنانچہ مہینوں کی تعداد مقرر ہے جن میں چار حرمت والے ہیں، جیسا کہ ارشادِ جنابِ باری ہے۔ " فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ " (سورہ توبہ آیت ۲)۔

"(اے مشرکو!) بس تم چار مہینے (ذی قعدہ، ذوالحجہ، رجب و محرم) روئے زمین پر سیر و سیاحت کر لو اور یہ سمجھتے رہو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے"

(تفسیر العیاشی جلد ۱ صفحہ ۷۹، البرہان جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

۵۳ ـ جنابِ زید کی لاش کی بے حرمتی کرنے پر تباہی و ہلاکتِ خاندانِ اُمیہ

داؤد برقی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے میری موجودگی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیۂ مبارکہ کے بارے میں سوال کیا " فَعَسَى اللَّهُ أَن

يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ (سورۂ مائدہ آیت ۵۲)

" تو بس عنقریب ہی خدا (مسلمانوں کی) فتح یا کوئی اور بات اپنی طرف سے ظاہر کر دے گا، تب یہ لوگ اُس بدگمان پر جو یہ اپنے جی میں چھپاتے تھے، شرمائیں گے "

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جناب زید کی لاش کو جلانے کے بعد سات دن کے اندر بنی اُمیہ کی ہلاکت اور تباہی کی اطلاع دی گئی ہے۔

(تفسیر العیاشی جلد ۱ صفحہ ۳۲۵، البرہان جلد ۱ صفحہ ۴۷۸، تفسیر صافی جلد ۱ صفحہ ۴۲۸، اثبات الهداة از حرِ عاملی جلد ۵ صفحہ ۴۲۶)

۵۴ ـ زید کی وجہ تسمیہ

ابو القاسم بن قولویہ نے بعض اصحاب سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں راوی نے کہا کہ میں امام علی بن الحسین علیہما السلام کی خدمت میں موجود تھا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ جب امام علیہ السلام نمازِ صبح سے فارغ ہو جاتے تھے تو طلوعِ آفتاب تک کسی سے کلام نہ فرماتے تھے۔

چنانچہ جناب زید کی پیدائش کے دن آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور نماز صبح کے بعد اُنھوں نے آپ کو فرزند کی ولادت کی مبارکباد پیش کی۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ تم لوگوں کا کیا خیال ہے میں بچے کا کیا نام رکھوں تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کے مطابق نام تجویز کیا۔

امام علیہ السلام نے غلام سے فرمایا، ذرا قرآن مجید تو لاؤ۔

چنانچہ قرآن مجید لایا گیا اور آپ نے اسے گود میں رکھ کر کھولا اور صفحہ کے پہلے کلمات پر نظر کی تو یہ آیۂ مبارکہ دیکھی " وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (سورۃ النسآء آیت ۹۵)

" اور غازیوں کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے"

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو بند کر کے پھر دوبارہ کھولا تو پہلے صفحہ پر (سرورق) یہ آیۂ مبارکہ نظر آئی۔ " إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورہ توبہ آیت ۱۱۱)

"اس میں تو شک نہیں کہ خدا نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اس بات پر خرید لیے ہیں کہ (ان کی قیمت) اُن کے لیے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو کفار کو قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل ہوتے ہیں (یہ) پکا وعدہ ہے جس کا (پورا کرنا) خدا پر لازم ہے (اور ایسا پکا ہے) کہ توریت اور انجیل و قرآن میں (لکھا ہوا) ہے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور کون ہے تم تو اپنی (خرید) فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوشیاں مناؤ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

قرآن مجید کے تفاؤل کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ زید ہیں، خدا کی قسم یہ زید ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان کا نام زید رکھ دیا۔ (مستطرفات السرائر)

(۵۵) جنابِ زید کے بارے میں حضرت رسولِ خدا کی پیش گوئی

جناب حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا کی راہ میں قتل ہونے والا اور میری اُمت میں صولی پر لٹکنے والا اور میرے اہلِ بیت میں ایک مظلوم کا یہی نام ہوگا اور اسی کے ساتھ آنحضرتؐ نے زید بن حارثہ کی طرف اشارہ کیا اور ان سے فرمایا کہ اے زید! ذرا میرے قریب آؤ تمہارے نام نے میری محبّت کو زیادہ کر دیا۔ تم میرے اہلِ بیت میں ایک محبوب فرد کے ہمنام ہو۔

(مستطرفات السرائر)

(۵۶) حکیم بن عباس کلبی کا انجام

منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو حکیم بن عباس کلبی کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

"ہم نے تمہارے زید کو درخت کے تنے پر پھانسی دے دی اور میں نے کسی مہدی کو

نہیں دیکھا کہ اسے اس طرح صولی دی گئی ہو، تم نے حماقت میں علیؑ کا عثمان سے قیاس کر لیا ہے حالانکہ عثمان تو علیؑ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔"

جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے آسمان کی طرف اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا کہ بارِ الٰہا! اگر تیرا یہ بندہ حکیم بن عباس جھوٹا ہے تو اس پر اپنے کتّے کو مسلّط فرما۔

چنانچہ وہ کسی کام سے کوفہ جا رہا تھا جب وہ قریب کوفہ پہونچا تو ایک سمت سے شیر برآمد ہوا اور اس کی گردن توڑ ڈالی۔ جب امام علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ فوراً سجدۂ شکر میں چلے گئے اور عرض کیا کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر دیا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰، المناقب جلد ۲ صفحہ ۲۲)

(۵۷) جنابِ زید پر رونے والے جنتی ہیں

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ابو ولاد کاہلی سے فرمایا کہ کیا تم نے میرے چچا جناب زید کو دیکھا تھا؟

اس نے کہا: جی ہاں میں نے انھیں صولی پر لٹکا ہوا دیکھا تھا کہ کچھ لوگ تو اُن کی اس حالت پر خوش ہو رہے تھے اور کچھ رنجیدہ و ملول تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو رنجیدہ تھے اور اُن پر گریہ کناں تھے وہ جنابِ زید کے ساتھ جنّت میں ہوں گے اور جو اُن کی حالت پر خوش تھے وہ ان کا خون بہانے میں شریک ہیں۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۲)

(۵۸) جناب زید امام محمد باقرؑ کی نظر میں

گروہِ زیدیہ کے ایک بزرگ ابوالجارود بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ جنابِ زید تشریف لائے جب امام علیہ السلام کی نظر اُن پر پڑی تو فرمایا کہ یہ میرے اہلِ بیت میں بلند درجہ ہستی ہیں اور ان کے خون کا انتقام لینے والے ہیں۔

(رجال الکشی صفحہ ۱۵۱)

(۵۹) جنابِ زید امام جعفر صادقؑ کی امامت کے مُقِر تھے۔

عمار ساباطی سے مروی ہے کہ سلیمان بن خالد جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ کے ساتھ کہیں باہر گئے۔ تو ہم اور زید ایک طرف کھڑے تھے، دریں اثنا ایک شخص نے اُن سے کہا کہ جناب زید اور امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ایک دن ' جناب زید کی پوری زندگی کے دنوں سے بہتر ہے۔

سائل نے اپنا سر ہلایا اور جناب زید کے پاس آکر سارا قصہ سنایا سلیمان کہتے ہیں کہ میں بھی اس طرف گیا اور جنابِ زید سے ملا تو اُنھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا کہ حضرت جعفر (علیہ السّلام) احکامِ شریعت یعنی حلال و حرام میں ہمارے پیشوا اور امام ہیں۔ (رجال الکشی صفہ ۲۳۱)

(۶۰) جنابِ زید اور اقرارِ آئمہ اثنا عشر

جناب یحییٰ بن جناب زید راوی ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے حضرات ائمۂ اثنا عشر علیہم السّلام کے بارے میں دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ ائمہ بارہ ہیں جن میں چار حضرات تو گزر چکے اور آٹھ ابھی باقی ہیں

میں نے عرض کیا کہ ان حضرات کے نام کیا ہیں۔؟

اُنھوں نے فرمایا کہ جو دنیا سے رحلت کر چکے ہیں وہ جنابِ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام، امام حسن و امام حسین اور امام علی ابن الحسین علیہم السّلام تھے اور جو باقی ہیں ان میں میرے بھائی امام محمد باقر علیہ السّلام اور ان کے بعد ان کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السّلام ہیں پھر ان کے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ اور پھر امام علی بن موسیٰ الرضا اور ان کے بعد ان کے فرزند امام محمد تقیؑ اور ان کے بعد ان کے فرزند امام علی النقی اور ان کے بعد امام حسن العسکری علیہ السّلام پھر ان کے فرزند امام مھدی علیہم السّلام ہوں گے۔

یہ سن کر میں نے جناب زید سے عرض کیا کہ یہ سب نام آپ کو کہاں سے معلوم ہوئے۔؟

فرمایا کہ یہ ایک عہد ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ہمارے پاس پہونچا ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب جناب زید ائمۂ معصومینؑ سے ان احادیث کو سنتے رہے اور ان کا ان پر یقین و اعتقاد تھا تو پھر تلوار لے کر کیوں خروج کیا اور اپنے لیے دعویٰ امامت کر لیا۔ نیز امام جعفر صادق علیہ السّلام کی مخالفت کا اظہار کر دیا۔ جب کہ حضرت امام علیہ السّلام عظیم المرتبت اور صلح جو' علم و عمل' زہد و تقویٰ وغیرہ صفات میں سب سے زیادہ لائق و فائق تھے اور اس طرح کا خروج تو وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں عناد ہو اور عظمتِ امام کا منکر ہو۔

"دراصل" بات یہ ہے کہ جناب زید ہرگز ایسے نہ تھے کہ وہ یہ صورت اختیار کرتے حقیقت یہ ہے کہ جناب زید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے میدانِ جہاد میں اترے اور اس میں اپنے بھتیجے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی کوئی مخالفت نہ تھی اور مخالفت کا یہ پروپیگنڈہ عوام کی طرف سے طرف کیا گیا ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ جناب زید نے خروج کیا اور امام جعفر صادق علیہ السّلام نے خروج نہیں کیا تو شیعوں کے ایک گروہ کے ذہن میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ان کو خروج سے روکنا مخالفت کی وجہ سے تھا لیکن حقیقۃً یہ محض خروج کے نتائج پر غور و خوض کی تھی۔

چنانچہ ان لوگوں نے جو زیدیہ گروہ کے ساتھ تھے اس امر کو دیکھا تو وہ اس کے قائل ہو گئے کہ وہ شخص امام ہی نہیں ہو سکتا جو خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ جائے اور اپنا دروازہ بند کر لے بلکہ امام وہ ہوگا جو میدانِ قتال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تلوار لیکر آجائے۔

یہی وہ اسباب تھے جنھوں نے شیعوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا لیکن امام جعفر صادق علیہ السّلام اور جناب زید رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا اور اس کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس جناب زید کا یہ قول ہے کہ جو جہاد کرنا چاہتا ہو تو وہ میرے ساتھ آئے اور جو علم کا خواہشمند ہو وہ میرے بھتیجے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی طرف چلا جائے اگر جناب زید اپنے لیے امامت کا دعویٰ کرتے تو اپنی ذات سے علم کے کمال کی نفی نہ کرتے۔ اس لیے کہ امام خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ عالم ہوتا ہے۔ اور پھر یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کا یہ مشہور قول ہے کہ خداوندِ عالم میرے چچا زید پر رحم فرمائے، اگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئے تو انھوں نے اپنا مقصد

پالیا۔ وہ آلِ محمدؑ علیہم السّلام کی رضا کی طرف لوگوں کو بُلا رہے تھے اور میں خود ایک رضائے آلِ محمدؑ میں سے ہوں۔

اس مذکورہ حقیقت کی تائید اس سے ہوتی ہے جو علیؑ بن الحسن نے ذوالحجہ ۳۸۱ھ میں مکہ میں بیان کی کہ مجھ سے ابو محمدؑ حسن بن محمد نے محمد بن مطہر سے سلسلۂ رواۃ کے ساتھ متوکل بن ہارون سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا جس میں متوکل نے یہ کہا کہ میں یحییٰ بن زید سے ان کے والد کے قتل ہونے کے بعد ملا تھا جبکہ وہ اس وقت خراسان جانے والے تھے حقیقۃً میں نے ان جیسا کوئی دوسرا فضیلت اور عقل میں بلند درجہ نہیں دیکھا۔ میں نے یحییٰ سے ان کے والد بزرگوار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ والدِ ماجد تو قتل ہوگئے اور کناسہ میں انھیں صولی پر لٹکا دیا گیا۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگے اور میں بھی رو دیا، یہاں تک کہ وہ غش کھا گئے جب ذرا سنبھلے تو میں نے ان سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ اُس سرکش کے مقابلے میں ان کے خروج کا باعث کیا ہوا جبکہ انھیں کوفہ والوں کی حرکتوں کا علم تھا۔

جناب یحییٰ نے جواب دیا کہ میں نے بھی ان سے یہی بات دریافت کی تھی تو انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے یہ بات سُنی ہے جو انھوں نے اپنے والد ماجد امام حسین علیہ السّلام سے سماعت فرمائی کہ ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پشت (صلب) پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اے حسینؑ! تمھارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام زید ہوگا اور شہید کیا جائے گا اور روزِ قیامت وہ لوگوں سے آگے آگے چلے گا اور داخلِ جنّت ہوگا۔“

جناب یحییٰ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم میرے پدرِ بزرگوار جناب زید پر رحم فرمائے، بخدا وہ بڑے عبادت گزار تھے رات کے وقت نماز گزار اور دن میں روزہ دار رہتے تھے۔ انھوں نے تو راہِ خداوندی میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔

متوکل بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سے کہا کہ کیا امام کی یہی صفات ہوتی ہیں جو آپ نے بیان کیں؟

جناب یحییٰ نے فرمایا' اے عبداللہ! میرے والدِ ماجد امام نہیں تھے لیکن وہ اولادِ رسولؐ میں سے تھے، خاندانِ سادات اور زاہدوں میں سے تھے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں میں شامل تھے۔

میں نے کہا کہ فرزندِ رسولؐ! آپ کے والدِ ماجد نے تو امامت کا دعویٰ کیا تھا

اور راہِ خدا کے مجاہد بھی تھے۔

جناب یحییٰ نے فرمایا' اے عبداللہ! میرے پدرِ بزرگوار اس سے کہیں بلند تھے کہ وہ اس امر کا دعویٰ کریں جو اُن کا حق نہیں تھا، وہ تو یہی کہتے تھے کہ میں تم کو آلِ محمدؑ علیہم السّلام کی رضا کی طرف بُلا رہا ہوں جس سے اُن کی مراد امام جعفر صادق علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس تھی۔

میں نے کہا کہ کیا آج وہ صاحب الامر ہیں؟

جناب یحییٰ نے جواب دیا کہ وہ بنی ہاشم میں بہت بڑے فقیہ تھے۔ پھر کہنے لگے کہ اے عبداللہ! میں تمھیں اپنے والدِ بزرگوار کی شخصیت کے بارے میں بتاتا ہوں کہ درحقیقت کس حیثیت کے مالک تھے۔ سنو! وہ دن کے اوقات میں جہاں تک ہوتا نماز میں مصروف رہتے تھے۔ جب رات ہو جاتی تھی تو ایک ہلکی سی نیند لے لیتے تھے اور آدھی رات میں پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد اپنے دونوں پاؤوں پر کھڑے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے، گڑگڑاتے اور بہہ جانے والے آنسوؤں کے ساتھ گریہ فرماتے تھے یہاں تک کہ اسی حالت میں صبح ہو جاتی تھی، پھر سجدے میں چلے جاتے اور پھر کھڑے ہوتے تو نمازِ صبح میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جب فجر کا وقت ختم ہو جاتا اور نماز سے فراغت ملتی تو تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ دن چڑھ جاتا تھا تو رفعِ حاجت کے لیے کھڑے ہوتے تھے جب وقتِ زوال قریب آتا تو اپنے مصلّے پر بیٹھ کر تسبیحِ الٰہی بجالاتے تھے۔ پھر نماز کے وقت تک خدا کی تمجید و تحمید بجالاتے اور جب نمازِ ظہر کا وقت آجاتا تھا تو کھڑے ہو جاتے اور نماز بجالاتے تھے پھر انتظار کے بعد نمازِ عصر کا وقت داخل ہونے کے بعد فریضۂ عصر ادا کر کے ایک گھڑی کے لیے تعقیبات میں مصروف ہو جاتے تھے پھر سجدے میں چلے جاتے تھے جب غروبِ آفتاب ہو جاتا تو رات کی نمازیں (مغربین کی نمازیں) پڑھتے تھے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے پدرِ بزرگوار دن میں روزے سے رہتے تھے اور ہمیشہ ان کی یہی صورت رہتی تھی؟

جناب یحییٰ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ سال میں تین ماہ روزے سے رہتے اور ہر مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے۔

پھر میں نے پوچھا کہ کیا وہ دینی احکام میں لوگوں کو فتاویٰ دیا کرتے تھے؟

جناب یحییٰ کہنے لگے کہ یہ تو مجھے یاد نہیں۔

اس کے بعد وہ حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السّلام کی دعاؤں کا مجموعہ صحیفۂ کاملہ پڑھنے کے لیے نکالتے تھے۔

(کفایۃ الاثر از خزاز صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ ایران)

(۶۱) جناب زیداوراُن کے اصحاب جنّت میں داخل ہوں گے

محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ میں جناب زید کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ صاحب الامر ہیں۔

آپ نے فرمایا، نہیں نہیں، میں تو ذریت رسولؐ کی ایک فرد ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد یہ منصب کن لوگوں کو ملے گا ؟

آپ نے فرمایا، ان میں سات خلفاء اس منصب کو پائیں گے جن میں میرے بھائی امام محمد باقرؑ اور بالآخر ایک مہدی بھی ہوں گے۔"

ابن مسلم کہتے ہیں کہ پھر میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی۔

امام علیہ السلام نے دو بار فرمایا کہ میرے بھائی زید نے سچ کہا ہے اور عنقریب یہ منصبِ امام میرے بعد سات نائبین کو ملے گا جن میں ایک مہدی ہوں گے۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بھائی زید کو کناسہ میں صولی پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اے ابن مسلم ! مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا اور انھوں نے اپنے والد بزرگوار امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر (پشت پر ہاتھ رکھ کر) مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے حسینؑ ! تمھارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام زید ہوگا، وہ مظلوم قتل کر دیا جائے گا اور جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ اور اس کے اصحاب جنت میں داخل ہوں گے

(کفایۃ الاثر از خزاز صفحہ ۳۲ مطبوعہ ایران)

(۶۲) صادقِ آلِ محمدؐ ہی امامِ مفترض الطاعۃ ہیں

عبداللہ بن العلا کہتے ہیں کہ میں نے جناب زید بن امام علی بن الحسینؑ سے پوچھا کہ کیا آپ صاحب الامر ہیں ؟

آپ نے فرمایا، نہیں؛ میں تو عترتِ رسولؐ کی ایک فرد ہوں۔

میں نے پھر پوچھا کہ آپ ہمیں کس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا کہ تم پر (امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ان کی اطاعت فرض ہے اور یہی تمھارے امام ہیں۔ (النفس المصدر صفحہ ۳۲۸)

(۶۳) ابھی کچھ ظلم اور بھی باقی رہ گیا ہے

مہزم بن ابی بردہ اسدی کہتے ہیں کہ جب جناب زید کے صولی پر لٹکائے جانے کی خبر مدینہ میں آئی تو میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھے ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ

اے مہزم ! جناب زید کا کیا رہا ؟

میں نے عرض کیا کہ اُن کی لاش صولی پر چڑھا دی گئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کہاں ہوا ؟

میں نے عرض کیا کہ کناسہ بنی اسد میں یہ واقعہ ہوا۔

امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے انھیں کناسہ بنی اسد میں صولی پر خود دیکھا تھا ؟

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، میں نے خود ہی دیکھا تھا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام رونے لگے اور پردے کے پیچھے مخدرات نے بھی گریہ شروع کر دیا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم، ابھی تو دشمنوں کے کرنے کے لیے کچھ اور بھی باقی رہ گیا ہے جسے وہ بعد میں پورا کریں گے۔

یہ سن کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب وہ کونسا ظلم ہے جو قتل اور صولی کے بعد مزید باقی رہ گیا ہے ؟

مہزم کہتے ہیں کہ میں امام علیہ السلام سے رخصت ہو کر چلا اور کناسہ پہونچا تو دیکھا کہ لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ میں اُن کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ جناب زید کی لاش کو پھانسی کے تختہ سے اُتار کر جلا دینا چاہتے ہیں۔ تو میں دل میں کہنے لگا کہ یہی ظلم باقی تھا جس کا ذکر امام علیہ السلام نے مجھ سے اشارۃً فرمایا تھا۔

(امالی ابن الشیخ صفحہ ۴۲)

(۶۴) جنابِ زید کی منقولہ روایات و احادیث

راویوں کے ایک طویل سلسلے سے محمد بن بکیر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنابِ زید کے پاس حاضر ہوا اس وقت ان کے پاس صالح بن بشر بیٹھے ہوئے تھے میں نے جنابِ زید کو سلام کیا اور وہ عراق کی طرف خروج کا ارادہ کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا فرزندِ رسولؐ ! مجھ سے کوئی حدیث بیان فرمائیے جو آپ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے سنی ہو۔

جنابِ زید نے فرمایا کہ سنو ! مجھ سے میرے والدِ بزرگوار نے فرمایا جیسے انھوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے اور انھوں نے اپنے جدِ نامدار سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو خداوندِ عالم کوئی نعمت عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ خدا کی حمد کرے اور جس شخص کے رزق میں تنگی ہو تو وہ خدا سے استغفار کرے اور جو رنج و غم میں مبتلا ہو تو وہ لَاحَولَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللہ کا ورد رکھے۔

محمد بن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ زید سے عرض کیا کہ فرزندِ رسول ! مزید کچھ ارشاد فرمائیے۔

آپ نے اسی سلسلے سے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میں چار آدمیوں کی شفاعت کروں گا۔ ایک اس شخص کی جو میری ذریت اور اولاد کا احترام کرے گا۔ دوسرے اس شخص کی جو اُن کی ضروریات کو پورا کرے۔ تیسرے اس شخص کی جو میری اولاد کے لیے ان کے امور میں کوشاں ہو جب کہ وہ پریشان ہوں۔ اور چوتھے اس شخص کی شفاعت کروں گا جو ان سے زبان و دل سے محبت رکھتا ہو۔

میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! اس فضل و احسان کے بارے میں ارشاد فرمائیے جو خداوندِ عالم نے آپ حضرات کو عطا فرمایا ہے۔

جنابِ زید نے اس سلسلۂ روایت سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو بیان فرمایا کہ جو شخص ہم اہلِ بیت سے خدا کی خوشنودی کی وجہ سے محبت رکھے اُس کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا اور ہم اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔

اے ابن بکیر ! جو شخص ہمارے دامن کو مضبوطی سے پکڑے گا تو ہمارے ساتھ بلند درجوں میں ہوگا۔" خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کے لیے منتخب فرمایا اور ہمیں اُن کی ذریت قرار دیا ! اگر ہم نہ ہوتے تو خداوندِ عالم دنیا و آخرت کو پیدا نہ کرتا۔

ہمارے ذریعے سے ہی خدا پہچانا گیا اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ ہم ہی خدا تک پہونچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں اور ہمارے اندر ہی مصطفےٰ ہیں اور مرتضےٰ بھی ہیں۔ اور ہم میں ہی امام مہدی ہوں گے جو اس امت کے قائم ہیں۔

ابنِ بُکَیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! کیا آپ کے پاس کوئی عہد نامہ ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ جنابِ قائم کب تشریف لائیں گے ؟

جنابِ زید نے ارشاد فرمایا' اے بکیر ! تم انھیں ہرگز نہ پاسکو گے۔ اس لیے کہ اُن سے قبل عہدۂ امامت یکے بعد دیگرے چھ ائمہ تک پہونچے گا اور ساتویں وہ جناب ہوں گے جو قائمِ آلِ محمدؐ کہلائیں گے جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ! کیا آپ اس منصبِ امامت پر فائز نہیں ہیں ؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو عترتِ رسولؐ کی ایک فرد ہوں۔ (امام نہیں ہوں)
میں نے پھر عرض کیا کہ یہ جو کچھ آپ نے فرمایا' اپنی طرف سے ہے یا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ؟

آپ نے فرمایا کہ اگر میں عالم الغیب ہوتا تو نیکی ہی کرتا لیکن ایسا نہیں ہے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور آپؐ ہی نے ایک عہد نامہ ہمیں عنایت فرمایا ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنی زندگی کے شب و روز گزارتے ہیں اور اخبار بتاتے ہیں۔

پھر آپ نے چند اشعار پڑھے :

نحن ساداتُ قریشٍ وقوامُ الحقِّ الینا ؎ نحن الانوارُ التی من قبل کونِ الخلق کنّا

ہم قریش کے سادات ہیں (سید و سردار ہیں) اور حق کا قیام ہمارے اندر ہے اور کائنات کی (تخلیق) سے پہلے ہمارے انوار پیدا ہو چکے تھے۔

نحن منّا المصطفیٰ المختار والمہدی منّا ؎ فینا قد عرف اللہ و بالحق اقمنا ؎ سوف یصلاہ سعیرٌ من تولّی الیوم عنّا

ہم میں ہی خدا کے منتخب اور پسندیدہ بندے ہوئے اور ہم میں ہی مہدی ہوں گے خدا ہمارے ہی ذریعے سے پہچانا گیا اور ہم نے ہی حق کو قائم کیا۔ وہ شخص آتشِ جہنم میں ڈالا جائے گا جو ہماری طرف سے منھ پھیرے گا۔

علی بن حسین کہتے ہیں کہ اس روایت کو محمد بن حسین بزوفری نے جنابِ کلینیؒ سے

نقل کیا ہے۔ اُنھوں نے محمد بن یحییٰ سے، انھوں نے سلمہ بن خطاب سے، انھوں نے طیالسی سے اور انھوں نے ابن عمیرہ اور صالح بن عقبہ سے اور انھوں نے علقمہ بن محمد حضرمی سے روایت کیا ہے کہ صالح نے کہا، میں جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ محمد بن بکیر آپ کے پاس آئے اور اُنھوں نے اس حدیث کو محمد بن بکیر سے بیان کیا۔

(کفایۃ الاثر از خزاز صفحہ ۳۲۶)

(۶۵) ـــ تاریخِ شہادت جنابِ زید

مصباح میں جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ کی تاریخِ شہادت ماہِ صفر ۱۲۱ سنہ ہجری کی پہلی تاریخ بتائی گئی ہے۔

(مصباح المتہجد شیخ طوسی فی اعمال شہر صفر صفحہ ۵۵۱)

(۶۶) ـــ جنابِ زید کے بارے میں امامؑ کے تاثرات

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے میرے چچا جناب زید کے ساتھ کیا کیا؟

میں نے عرض کیا کہ لوگ ان کی لاش کی نگرانی میں لگے ہوئے تھے۔ جب وہ کچھ کم ہوئے تو ہم نے ان کے تابوت کو لے کر فرات کے کنارے ایک مقام پر دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو گھوڑوں پر سوار کچھ لوگ آئے اور انھوں اُن کی لاش کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آخر کار جناب زید کی لاش اُنھیں مل گئی اور اُنھوں نے اس لاش کو جلا دیا۔

یہ سن کر امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا تم نے ان کی لاش کو لوہے سے بوجھل نہیں کیا تھا کہ اسے فرات کے سپرد کر دیتے۔ خدا اُن پر رحمت نازل فرمائے اور اُن کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ (نفس المصدر جلد ۸ صفحہ ۱۶۱)

(۶۷) ـــ طلبِ رحمت کیلئے دُعا

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہ سے پھانسی پائے ہوئے (مصلوب) شخص کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے اور کیا اس کے لیے رحمت کی دعا کی

جا سکتی ہے؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میرے جدِ بزرگوار نے اپنے چچا جناب زید پر صلوات بھیجی اور دعاءِ طلبِ رحمت فرمائی۔ (المصدر السابق جلد ۳ صفحہ ۲۱۵)

تتمۂ کلام :

جناب مؤلف علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ [illegible] حضرات علیہم السّلام میں سے ہر ایک خروج کرنے والے کے حالات ہم اس کے موقع و محل پر بیان کریں گے خصوصاً حضرت امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم اور امام علی الرضا علیہم السّلام کے حالات کے ابواب میں ان کا تذکرہ کیا جائے گا اور جناب زید کے بارے میں بعض اخبار و روایات کا تذکرہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے معجزات میں ہوگا اور کتاب الخمس میں بھی ان حضرات کے حالات کو ہم مجمل طور پر بیان کریں گے جن میں ان حضرات سے بعض متعلقہ امور کا تذکرہ ہم نے حالاتِ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہما کے ابواب میں کر دیا ہے۔ اسی طرح جناب زید کے بارے میں بعض اخبار ابوابِ نصوص میں بیان کی جا چکی ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جناب زید کے حالات کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ اخبار و روایات جناب زید کی عظمت اور اُن کی مدح پر دلالت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ وہ ناحق امر کے دعویدار نہ تھے اور اصحاب کی ایک بڑی تعداد نے توفیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک عظیم انسان تھے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ہم جناب زید کے بارے میں اچھا گمان رکھیں اور رد و قدح نہ کریں، بلکہ ان جیسی ہستی کی طرح ائمہ معصومین علیہم السّلام کی اولاد میں سے کسی سے کوئی تعرض نہ کریں (لیکن جناب زید جیسی باعظمت ہستی ان کے بعد معصومین علیہم السّلام کے علاوہ بالنص کوئی نظر ہی نہیں آتی)

"ہاں" اگر حضرات ائمہؑ کی طرف سے ہی کسی کے بارے میں اُس کا کفر ثابت ہو جائے اور یہ حضرات معصومینؑ اُس سے اظہارِ بیزاری کا حکم دیں تو یہ دوسری بات ہے۔

(انشاء اللہ آئندہ ابواب میں ہم ان کا تفصیل سے تذکرہ کریں گے۔)

(۶۸) ـــ جنابِ زید کا خطبہ

جعفر بن احمد نے جناب زید بن امام علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا ایک خطبہ تفسیرِ فرات بن ابراہیم میں نقل کیا ہے جس میں جناب زید نے لوگوں سے یوں خطاب فرمایا تھا کہ "خداوندِ عالم نے ہر زمانہ میں ہدایتِ خلق کے لیے

(۶۹) جنابِ زید کے مدارج اور قتل ہونے کی بشارت

سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن خالد سے پوچھا کہ جناب زید کے بارے میں عراق والوں کے کیا خیالات ہیں ؟

محمد بن خالد نے کہا کہ میں اہلِ عراق کے بارے میں تو کچھ نہیں بتا سکتا البتہ ایک شخص جنھیں نازلی کہا جاتا ہے جناب زید کے بارے میں انکے خیالات ظاہر کروں گا۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میرا اور جناب زید کا ساتھ ہوگیا تو انھوں نے فرض نماز پڑھی اور تعقیبات میں مصروف ہوگئے اور ساری رات یہی صورت رہی اور کثرت سے تسبیح الٰہی بجالاتے رہے اور اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے " وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ (سورہ قٓ آیت ۱۹) " اور موت کی بیہوشی حق کے ساتھ آپہونچی یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

چنانچہ اُنھوں نے رات کی نماز پڑھی اور آدھی رات تک اسی آیت کا ورد کرتے رہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ میرے خدا ! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے زیادہ آسان ہے۔

پھر جناب زید زور زور سے رونے لگے۔ یہ دیکھ کر میں ان کے قریب آیا اور کہنے لگا کہ فرزندِ رسولؐ ! آج کی شب تو آپ نے رنج والم کے ساتھ ایسی گریہ وزاری کی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

جناب زید نے جواب دیا کہ اے نازلی ! کیا بتاؤں رات میں سجدہ کی حالت میں تھا کہ لوگوں کا ایک گروہ میری طرف اُمڈ آیا جو ایسا لباس پہنے ہوئے تھے کہ میری آنکھوں نے نہ دیکھا تھا اور وہ میرے سجدے کی حالت میں میرے چاروں طرف اکٹھے ہوگئے، جن میں اُن کے بزرگ نے کہا کہ جس کی بات وہ توجہ سے سننے لگے، کہ کیا یہ وہی شخص ہیں ؟

اُن سب نے جواب دیا کہ جی ہاں، یہ وہی ہستی ہیں۔

وہ بزرگ بولے، اے زید ! تمھیں بشارت ہو کہ تم راہِ خدا میں قتل کیے جاؤ گے، صولی پر لٹکائے جاؤ گے اور آگ میں جلائے جاؤ گے اور اس کے بعد پھر آگ سے تمھارا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کیونکہ اے نازلی ! بخدا میری خود بھی یہی خواہش تھی

کہ میں آگ میں جلایا جاؤں اور پھر دوبارہ آگ میں ڈالا جاؤں لیکن خدا اس امت کے حالات کی اصلاح فرمادے۔ (تفسیر فرات بن ابراہیم صفحہ ۱۶۶)

مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں زیاد بن منذر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر مختار علیہ الرحمۃ نے ایک کنیز کو تیس ہزار درہم میں خریدا اور اس سے کہا کہ ذرا پیچھے کی طرف مُڑ جاؤ تو وہ مُڑ گئی، پھر کہا کہ ذرا آگے کی طرف مڑ جاؤ، تو وہ آگے کی طرف مُڑ گئی، پھر کہنے لگے کہ اس کے سب سے زیادہ حقدار امام علی بن الحسینؑ علیہ السلام ہی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ کنیز جناب امام علیہ السلام کے پاس بھیج دی اور یہی جناب زید کی والدہ ہیں۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۲۷)

★ راویوں کے سلسلہ کے ساتھ خصیب والبشی سے مروی ہے کہ جب بھی میں نے جناب زید بن علیؑ کے چہرے پر نظر ڈالی تو ان کے چہرے پر نور نظر آیا۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۲۷)

★ ابوالجارود راوی ہیں کہ میں مدینہ آیا اور جس سے بھی جناب زید کے بارے میں پوچھا تو یہی جواب ملا کہ وہ تو قرآن مجید سے عہد وپیمان رکھنے والے حلیف اور ساتھی ہیں۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۳۱)

★ جناب جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ تمھارے صلب سے ایک ہستی عالم وجود میں آئے گی جس کا نام زید ہوگا وہ اور اس کے اصحاب اُن لوگوں سے قیامت کے دن آگے آگے چلتے ہوں گے جو خوبصورت سفید گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوجائیں گے۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۳۰)

★ عبدالملک بن ابی سلیمان سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہلِ بیت کے صلب سے ایک شخص کو صولی دی جائے گی اور وہ آنکھ جنت کو نہ دیکھ سکے گی جو اس کی شرمگاہ پر نظر ڈالے (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۳۰)

★ عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ ناقل ہیں کہ ایک دفعہ جناب زید بن علیؑ ابن الحسینؑ جناب محمد بن الحنفیہ کے پاس سے گزرے۔ تو آپ نے زید کو پیار اور محبت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے ! میں تمھیں اُس خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں کہ تم ہی وہ زید ہو جسے عراق میں صولی دی جائے گی اور جو بھی اس کی شرمگاہ کو دیکھے گا وہ جہنم کے سب سے نچلے درجہ (درکِ اسفل) میں رہے گا۔ (نفس المہموم صفحہ ۱۲۱)